سلسلۂ دار المصنفین

نمبر ۳

سیر الصحابہؓ کے حصۂ مہاجرینؓ کی تیسری جلد

مہاجرینؓ

حصۂ دوم

جس مین

بقیہ ان حضرات صحابہؓ کے حالات، سوانح، اخلاق و فضائل اور اُن کے مذہبی، علمی، سیاسی مجاہدات اور کارنامے ہین، جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے اور ہجرت کی

از

مولوی شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی رفیق دار المصنفین

باہتمام مسعود علی ندوی

مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڈھ مین چھپی

سنہ ۱۳۴۹ھ سنہ ۱۹۳۰ء

سیر الصحابہ رض

رسول اللہ صلعم کے بعد مسلمانون کے لیے صرف صحابۂ کرام کی ذات اسوۂ عمل ہے لیکن ان کے حالات
اور اخلاق و عادات بھی اسی تنقید و تنقیح کے محتاج تھے اور یہ سلسلہ بھی اسی اصول کو پیش نظر رکھ کر زیا[illegible]
حدیث سے اخذ کر کے لکھا گیا ہے اب تک اسکے پانچ حصے شائع ہو [illegible] کے حالا[illegible]
نہجی کے مطابق لکھے گئے ہین اور مقدمہ مین انصار کے نسب تمدن [illegible]
مین صرف صحابیات، ازواج مطہرات و بنات طیبات کے حالات مذکور ہین [illegible]
وہ ہین جو اسوۂ صحابہ کے نام سے شائع ہوئے ہین اور یہ ایک ایسی کتاب ہے [illegible]
ملتی یعنی اس کے پہلے حصے مین صحابۂ کرام کے عقائد، اعمال، عبادات اور اخلاق و معاشرت [illegible]
نہایت مستند اور پر اثر واقعات درج کیے گیے ہین جو بیشتر قرآن و حدیث سے ماخوذ ہین،

دوسرے حصہ مین صحابۂ کرام کے سیاسی، مذہبی اور علمی خدمات کی تفصیل کیگئی ہے، اور اس م[illegible]
تر احادیث سے کام لیا گیا ہے، صحابیات کے متعلق اس قسم کے جو واقعات تھے ان کو الگ کر[illegible]
مستقل رسالہ مین جمع کر دیا گیا ہے، جو لوگ عہد رسالت اور عہد صحابہ کی تمام اخلاقی مذہبی سیاسی
برکتون سے مستفید ہونا چاہتے ہین، ان کے لیے سیرت کے ساتھ اس سلسلہ کا مطالعہ بھی ازبس [illegible]

قیمت اسوۂ صحابہ جلد اول ۱۲؍، جلد دوم للعہ، سیر الانصار حصہ اول ۱۲؍، حصہ [illegible]
سیر الصحابیات ۱۲؍، اسوۂ صحابیات عہ؍، خلفاے راشدین سے؍ مہاجرین حصہ اول [illegible]

فہرست اسما بلحاظ ترتیب کتاب

فہرست بلحاظ حروف تہجی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ

نام ونسب عبد اللہ نام، ابو عبد الرحمن کنیت، آبائی سلسلۂ نسب یہ ہے، عبد اللہ بن عمر بن خطاب ابن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب ابن فہر، ماں کا نام زینب تھا، نانہالی نسب نامہ یہ ہے، زینب بنت مظعون بن حبیب بن وہب ابن حذافہ بن جمح بن عمرو بن حصین،

ولادت یہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ غزوۂ احد مین جو ۳ھ مین پیش آیا، چودہ برس کے تھے، اس حساب سے انکی پیدائش کا تخمینی زمانہ بعثت کا دوسرا سال ہے، اور ۶ نبوی مین جب حضرت عمرؓ مشرف بہ اسلام ہوئے تو ابن عمر کا سن تقریباً پانچ برس کا ہوگا،

اسلام حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے ہوش سنبھالا ہی تھا کہ اپنے گھر کے در و دیوار پر اسلام کو پرتو فگن دیکھا اور اسلام ہی کے دامن مین ان کی نشو ونما ہوئی، بعض روایتون مین ہے، کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے والد بزرگوار سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، مگر صحیح یہ ہے، کہ آپ نے اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ اس طرح اسلام قبول کیا جس طرح خاندان کے بڑے بزرگ کے تبدیل مذہب کیساتھ گھر کے کمسن بچے بھی غیر شعوری طور سے اپنے مذہب کو بدل ڈالتے ہین، جن غیر معتبر راویون نے حضرت ابن عمرؓ کے اسلام کا واقعہ نقل کیا ہے، درحقیقت ان کو بیعت رضوان کے واقعہ کیساتھ التباس

ہوا ہے، صحیح بخاری مین خود حضرت ابن عمرؓ کی زبانی منقول ہے کہ جب میرے باپ مسلمان ہوئے تو مین چھوٹا بچہ تھا[1]، ظاہر ہے کہ ایک چھوٹا بچہ حق و باطل کی تمیز کی وہ قوت نگاہ نہین رکھتا، جو اس زمانہ مین اس کو کسی مذہب کے بذات خود ردّ و قبول پر آمادہ کرسکے،

ہجرت | انوار اسلام کی چمک کے ساتھ ساتھ مشرکین کے ظلم وطغیان کی گرج بھی برابر بڑھتی گئی اور حضرت عمرؓ اور ان کا خاندان بھی ان کی ستم کیشیون سے محفوظ نہ رہا، اس لیے حضرت عمرؓ نے بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کی،

بدر | ہجرت کے حق و باطل کی پہلی آویزش غزوۂ بدر ہے، اس وقت ابن عمرؓ کی عمر کل ۱۳ سال کی تھی، تاہم جان بازی کے شوق مین شرکت کی درخواست کی، مگر صغیر السن ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلعم نے قبول نہ فرمائی[2]،

احد | اس کے ایک سال بعد، دوسرا معرکہ احد مین ہوا، اس مین بھی انھون نے اپنا نام پیش کیا مگر چونکہ ۱۴ سال سے متجاوز نہ ہوئے تھے، اس لیے اس مرتبہ بھی ان کی درخواست مسترد ہو گئی[3]

خندق | احد کے دو سال بعد ۵ھ غزوۂ خندق مین ان کی عمر پندرہ سال پوری ہو چکی تھی، چنانچہ یہی وہ سب سے پہلا معرکہ ہے جسمین ان کو سرکار رسالت سے شرکت کی اجازت ملی[4]

بیعت رضوان | ۶ھ مین صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلعم کے ہمرکاب ہوئے اور بیعت رضوان کا بھی شرف حاصل کیا، اور حسن اتفاق یہ کہ انھون نے یہ شرف اپنے پدر عالی قدر سے پہلے حاصل کر لیا، اس کی صورت یہ پیش آئی کہ حدیبیہ کے دن حضرت عمرؓ نے عبد اللہ کو ایک

---

[1] صحیح بخاری باب اسلام عمرؓ [2] ابن سعد ج ۴ ق اول تذکرہ ابن عمرؓ [3] بخاری کتاب المغازی ج ۲ ص ۵۸۵
[4] ایضاً باب غزوۂ خندق،

انصاری کے پاس گھوڑا لانے کیلئے بھیجا تھا، کہ جہاد مین وہ اسپر سوار ہوسکین، عبداللہ باہر نکلے تو معلوم ہوا، آنحضرت صلعم صحابہ سے بیعت لے رہے ہین، چنانچہ انھون نے پہنچکر پہلے خود بیعت کی، اور اس کے بعد گھوڑا لیکر گئے، اور حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی، انھون نے بھی جاکر بیعت کا شرف حاصل کیا[1]

خیبر | اس کے بعد غزوۂ خیبر مین بھی وہ مجاہدانہ شریک ہوئے اور اس سفر مین آنحضرت صلعم نے حلال و حرام کے جو بعض خاص احکام جاری فرمائے وہ ان کے راوی ہین[2]

فتح مکہ | قریش اور اسلام کی فتح و شکست کا آخری معرکہ فتح مکہ تھا، اس وقت ابن عمرؓ کی عمر ۲۰ سال کی تھی، پورے جوان ہوچکے تھے، اور ایک سرفروش مجاہد کی حیثیت سے دوسرے مجاہدین کے دوش بدوش تھے، سامان جنگ مین ایک تیز رفتار گھوڑا اور ایک بھاری نیزہ تھا، جسم پر ایک چھوٹی سی چادر تھی، اور خود اپنے ہاتھ سے گھوڑے کے لیے گھانس کاٹ رہے تھے، اس حالت مین آنحضرت صلعم کی نظر پڑی تو تعریف کے لہجہ مین فرمایا، کہ عبداللہ ہے عبداللہ!

فتح کے بعد خانہ کعبہ مین آنحضرت صلعم کے پیچھے پیچھے داخل ہوئے، چنانچہ بیان کرتے ہین، کہ آنحضرت صلعم اونٹ پر سوار مکہ کے بالائی حصہ کی طرف سے داخل ہوئے، اسامہ بن زیدؓ ان کے ساتھ سوار تھے، عثمان بن طلحہؓ اور بلالؓ جلو مین تھے، خانہ کعبہ کے صحن مین اونٹ بٹھاکر کنجیان منگائین، اور کعبہ کھول کر تینون ایک ساتھ داخل ہوئے، ان لوگون کے بعد سب سے پہلا داخل ہونے والا مین تھا[3]

غزوۂ حنین | فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین مین بھی صف آرا تھے، چنانچہ حنین کی واپسی کے بعد کے واقعات کے سلسلہ مین کہتے ہین کہ جب ہم غزوۂ حنین سے لوٹے تو حضرت عمرؓ نے اعتکاف کی نذر

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ حدیبیہ، [2] صحیح بخاری جلد ۲، باب غزوۂ خیبر ص ۶۰۶،

[3] بخاری کتاب المغازی باب فتح مکہ،

متعلق پوچھا، جو جاہلیت کے زمانہ مین مانی تھی آنحضرت صلعم نے اُسکے پورا کرنے کا حکم دیا[1]،

محاصرۂ طائف اس کے بعد طائف کا محاصرہ ہوا، اس محاصرہ مین بھی ابن عمر پیش پیش تھے چنانچہ اس محاصرہ کے واقعات بیان کرتے تھے، کہ جب محاصرہ مین مسلمانون کو کامیابی نہ ہوئی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ انشاء اللہ کل محاصرہ اٹھا کر واپس ہو جائینگے، یہ ارشاد لوگون پر گران گذرا اور انھون نے عرض کیا، کہ بغیر فتح کئے ہوے واپس چلین؟ آپ نے فرمایا اچھا کل پھر لڑو، چنانچہ دوسرے دن لڑے، اور فتح کے بجاے الٹے زخمی ہوئے، آپ نے پھر فرمایا کہ انشاء اللہ کل واپس جائینگے، اس مرتبہ لوگون نے بخوشی منظور کر لیا، اس پر آپ مسکرا دیئے[2]،

حجۃ الوداع حجۃ الوداع آنحضرت صلعم کا آخری حج تھا، اس مین مسلمانون کا جم غفیر آپ کے ہمرکاب تھا، حضرت ابن عمرؓ بھی اس شرف سے محروم نہ رہے، چنانچہ وہ حجۃ الوداع کے واقعات بیان کرتے ہین، کہ حجۃ الوداع مین آنحضرت صلعم اور بعض صحابہؓ نے بال منڈائے تھے اور بعضون نے صرف ترشوانے پر اکتفا کی تھی[3]،

غزوۂ تبوک ۹ھ مین غزوۂ تبوک پیش آیا، اس مین آنحضرت صلعم نے ۳۰ ہزار کی جمعیت کیساتھ رومیون کے مقابلہ کے لیے تبوک کا رخ [illegible] ہون [illegible] کی امامت کرتا ہون فرماتے ہین، کہ جب آنحضرت صلعم حجر[4] کی طرف گذرے تو ہین، ایک جاہل جس کا ٹھکانا دوزخ ہے دوسرا داخل نہ ہو، جنھون نے (خدا کی نافرمانی کرکے) اپنے اوپر ظلم کیا کہ مبادا تم بھی اسی عذاب مین مبتلا ہو جاؤ جس مین وہ مبتلا ہوے، اگر گذرنا ہے تو خشیت الٰہی سے روتے ہوئے گذر جاؤ[5]،

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ حنین، [2] بخاری کتاب المغازی غزوۂ طائف، [3] بخاری ج ۲ باب حجۃ الوداع [4] قدیم اقوام عاد و ثمود کی آبادیان، [5] بخاری کتاب المغازی غزوۂ تبوک،

غرض غزوۂ خندق سے لیکر آخر تک آنحضرت صلعم کی زندگی مین کوئی ایسی بڑی مہم نہ تھی جسمین انھون نے شرکت کی عزت حاصل نہ کی ہو،

عہد صدیقی: ابن عمرؓ عہد صدیقی مین کہین نہین نظر آتے،

عہد فاروقی: البتہ عہد فاروقی کے بعض فتوحات مین شریک رہے، لیکن محض ایک سرفروش مجاہد کی حیثیت سے، نافع کا بیان ہے کہ جب ابن عمرؓ نہاوند کی جنگ مین شریک ہوئے، اور بیمار پڑ گئے تو پیاز کو تاگے مین پرو کر دوا مین پکاتے تھے جب اس مین پیاز کا مزہ آجاتا تھا تو اس کو نکال کے دوا پی لیتے تھے[1] شام اور مصر کی فتوحات مین بھی شرکت کا پتہ چلتا ہے، لیکن ان فتوحات مین انکا کوئی کارنامہ قابل ذکر نہین ہے، اور اس زمانہ مین سلطنت کے انتظامی امور مین بھی انھون نے کوئی حصہ نہین لیا، غالبًا اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے عزیزون کو اس مین پڑنے نہ دیتے تھے، تاہم جہان امت کے نفع و نقصان کا کوئی سوال پیش آجاتا، تو حضرت ابن عمرؓ اپنے والد بزرگوار کی سخت گیری کے خطرہ کو برداشت بھی کر لیتے تھے، چنانچہ جب حضرت عمرؓ کا وقت قریب آیا، اور اپنی بہن ام المومنین حفصہؓ کی زبانی ابن عمرؓ کو معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کسی کو اپنا جانشین نامزد کرنیکا خیال نہین رکھتے، جس سے ان کے خیال مین آیندہ مشکلات پیش آنے کا خطرہ تھا تو ڈرتے ڈرتے تو ہم ایک بوس لردین [illegible] تہیہ کیا کہ مین یہ جرأت تو کر گیا، مگر مارے خوف کے رفیع اعزاز سی جو اس وقت فتنون کا مرکز بنگیا تھا [illegible] حضرت عمرؓ لوگون کے حالات پوچھتے رہے البتہ اس با[illegible] سے عرض کی کہ مین لوگون کی چہ میگوئیان گوش گذار کرنے حاضر ہوا ہون، لوگون کا خیال ہے کہ آپ کسی کو اپنا جانشین منتخب نہ فرمائین گے، فرض کیجئے کہ وہ چرواہا جو آپ کی بکریون اور اونٹون کو چراتا ہے، اگر وہ گلہ کو چھوڑ کر آپ کے پاس چلا جائے تو گلہ کا

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق اوّل ص ۱۱۵،

کیا حشر ہوگا؟ انسانون کی گلہ بانی کا فرض تو اس سے بھی کہین بڑھکر ہے، حضرت عمرؓ نے اس معقول استدلال کو پسند کیا، پھر کچھ سوچ کر بولے خدا خود اپنے گلہ کا نگہبان ہے، اگر مین کسی کو اپنا جانشین نامزد نکرون تو کوئی مضائقہ نہین کہ رسول اللہ صلعم نے بھی نامزد نہین فرمایا تھا، اور اگر کر جاؤن تو بھی کوئی حرج نہین، کہ ابوبکرؓ نامزد کر گیے، ابن عمر کا بیان ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلعم اور ابوبکرؓ کا نام لیا، تو مین سمجھ گیا کہ وہ آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ پر کسی کو ترجیح نہ دین گے اور کسی کو اپنا جانشین خود نہ بنا جائین گے،[۱] چنانچہ انھون نے اپنے بعد اپنی جانشینی کا مسئلہ مسلمانون کی ایک جماعت کے سپرد کر دیا جسمین اکابر صحابہ داخل تھے،

عہد عثمانی، حضرت ابن عمرؓ عمرؓ فاروق کی وفات کے بعد سب سے پہلے انتخاب خلیفہ کی مجلس شوریٰ مین نظر آتے ہین، کیونکہ حضرت عمرؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ خلیفہ کے انتخاب مین عبد اللہ بحیثیت مشیر شریک ہون، مگر یہ شرط کر دی تھی کہ وہ صرف مشورہ دے سکتے ہین خلیفہ نہین نامزد کئے جا سکتے۔[۲]

حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین ان کو ملکی معاملات مین حصہ لینے کا موقع ملا، مگر انھون نے اس سے کوئی فائدہ نہین اٹھایا، حضرت عثمانؓ نے قضا کا عہدہ پیش کیا، انھون نے معذرت کر دی، کہ "مین نہ دو شخصون کے درمیان فیصلہ کرتا ہون، نہ دو شخصون کی امامت کرتا ہون کیونکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قاضی تین قسم کے ہوتے ہین، ایک جاہل جس کا ٹھکانا دوزخ ہے، دوسرا عالم مائل الی الدنیا، اس کا مستقر بھی دوزخ ہے، تیسرا جو اجتہاد کرتا ہے، اور صحیح رائے قائم کرتا ہے، اوس کے لیے نہ عذاب ہے، نہ ثواب، حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تمھارے باپ بھی تو قضا کرتے تھے، بولے یہ صحیح ہے، لیکن جب ان کو کسی پیچیدہ بات مین

---

[۱] صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۸ مصر [۲] طبری ص ۲۷۷۹،

دشواری پیش آتی تھی، تو آنحضرت صلعم کی طرف رجوع کرتے تھے، اور جب آنحضرت صلعم کو دشواری ہوتی تھی، تو جبریلؑ سے دریافت فرماتے تھے، مین کس کی طرف رجوع کرونگا، کیا آپ نے آنحضرت صلعم سے نہین سنا، کہ جس نے خدا کی پناہ مانگی اس نے پناہ کی جگہ پناہ مانگی، اس لیے خدارا مجھکو کہین کا عامل نہ بنایئے، ان کے انکار پر حضرت عثمانؓ نے زیادہ اصرار نہ کیا، البتہ یہ عہد لے لیا، کہ اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا[1]

مگر با این ہمہ وہ جہاد فی سبیل اللہ مین برابر شریک ہوتے رہے، چنانچہ ۲۷ھ مین، افریقیہ (تونس الجزائر، مراکش) کی مہم مین شریک ہوئے[2]، پھر ۳۰ھ مین خراسان اور طبرستان کے معرکون مین سعید بن عاصؓ کے ساتھ رہے[3]، لیکن جب فتنہ و فساد شروع ہوا تو بالکل کنارہ کش ہوگئے، اور پھر کسی چیز مین حصہ نہ لیا، اسی احتیاط کی بنا پر خلافت کے اعزاز سے بھی انکار کر دیا حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد لوگون نے درخواست کی کہ آپ امیر ابن امیر ہین ہم سب آپکے ہاتھ پر بیعت کرنے کو آمادہ ہین، فرمایا، جہان تک میرے امکان مین ہے اپنے لیے ایک پچھنے کے برابر بھی خون نہ بہنے دونگا، لوگون نے دھمکی دی کہ اگر آپ اس بارگران کو نہین سنبھالتے تو ہم آپ کو قتل کردینگے، لیکن انھون نے اس دھمکی کی بھی مطلق پروا نہ کی اور خلافت جیسے رفیع اعزاز سے جو اس وقت فتنون کا مرکز بنگیا تھا اپنے کو بچائے رکھا[4]

البتہ اس بارے مین اختلاف ہے کہ ابن عمرؓ نے حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ مین سے کسکو تسلیم کیا، ابن حجر کا بیان ہے کہ چونکہ حضرت علیؓ کی خلافت کے بارہ مین مسلمانون کا اختلاف تھا اسلیے ابن عمرؓ نے ان کے ہاتھ پر بیعت نہین کی، کیونکہ انکی رائے تھی کہ جب تک کسی شخص پر لوگون کا اجماع

---

[1] ابن سعد ج ۴، ق اوّل ص ۱۰۸، [2] فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۲۳۴ [3] ابن اثیر ج ۳ ص ۸۴

[4] ابن سعد ج ۴، ق اوّل ص ۱۱۱،

نہ ہو جائے اس وقت اس کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنی چاہیئے[1]،

لیکن مستدرک نے عثمان بن عبدالحمید کی روایت نقل کی ہے کہ ابن عمرؓ نے اس شرط پر حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی، کہ وہ ان کے ساتھ خانہ جنگی مین نہ شریک ہون گے اور جناب امیرؓ نے ان کو اس کی اجازت بھی دیدی تھی[2]، ہمارے نزدیک مستدرک کی روایت زیادہ صحیح اور قرین قیاس ہے، کیونکہ ابن حجر نے جس اصول پر ابن عمرؓ کا حضرت علیؓ کی خلافت سے دست کش ہونا بتایا ہے، اس سے بھی ہمارے خیال کی تائید ہوتی ہے، گو حضرت علیؓ کی خلافت پر تمام مسلمانون کا اتفاق نہ ہوا تھا تاہم اسلام کے ارباب حل وعقد یعنی مہاجرین وانصار کی اکثریت حضرت علیؓ کے ساتھ تھی اور ان کی نہایت ہی مختصر جماعت حضرت علیؓ سے الگ رہی، البتہ یہ مسلم ہے کہ انھون نے جنگ جمل اور صفین مین کسی کا ساتھ نہ دیا، اور ان کے ہاتھ سے کسی مسلمان کا ایک قطرہ خون نہین گرا، لیکن ضمیر حق پرست تھا اس لیے جنگ مین حضرت علیؓ کے ساتھ نہ دینے پر آخر دم تک متاسف رہے، فرماتے تھے کہ گو مین نے اپنا ہاتھ آگے نہین بڑھایا، لیکن حق پر مقاتلہ افضل ہے[3]،

جنگ صفین کے بعد جب ابوموسیٰ اشعریؓ اور عمرو بن العاصؓ پر فیصلہ چھوڑ دیا گیا، تو ابوموسیٰؓ نے خلافت کے لیے ابن عمرؓ کا نام پیش کیا تھا[4]، مگر عمرو بن العاصؓ نے اختلاف کیا[5]، فیصلہ سناتے وقت آپ بھی عام مسلمانون کے ساتھ امت مسلمہ کی قسمت کا فیصلہ سننے کے لیے دومۃ الجندل آئے تھے،

ان واقعات کے بعد مسلمانون مین دو نئے فرقے پیدا ہو گئے تھے، ایک وہ جو حضرت علیؓ

---

[1] فتح الباری ج ۵ ص ۱۰۸ [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۵۸ طبع حیدرآباد،

[3] استیعاب ج اول ص ۳۸۱ [4] مستدرک ج ۳ ص ۵۵۸، [5] ابن اثیر ج ۳ ص ۲۷۷

کو برا سمجھتا تھا، دوسرا وہ جو حضرت عثمانؓ کی برائیاں بیان کرتا تھا کہ وہ احد میں بھاگ کھڑے ہوئے تھے، حضرت ابن عمرؓ سے جب ان لوگوں نے ان کی رائے پوچھی تو فرمایا کہ عثمانؓ کو اللہ نے معاف کیا، (قرآن پاک میں اس کی آیت ہے) مگر تم معاف کرنا نہیں چاہتے، اور علیؓ تو وہ رسول اللہ صلعم کے چچیرے بھائی، اور آپ کے داماد تھے اور دیکھو کہ وہ گھرانکا ہے جہاں تم دیکھ رہے ہو[1] حضرت علیؓ کے بعد پھر امیر معاویہ کی خلافت تسلیم کر لی، اور اس عہد کے بعض معرکوں میں شریک ہوئے چنانچہ قسطنطنیہ کی مہم میں شریک تھے،

خلافتِ یزید امیر معاویہ کے بعد جب یزید تختِ حکومت پر بیٹھا، تو حضرت ابن عمرؓ نے محض اختلافِ امت کے فتنہ سے بچنے کے لئے اس کی بیعت کر لی، اور فرمایا، اگر یہ خیر ہے، تو ہم اس سے راضی ہیں، اور اگر شر ہے تو ہم نے صبر کیا،[2]

کچھ دنوں کے بعد جب مدینہ والوں نے فسخِ بیعت کیا، تو آپ نے اسی فتنہ سے احتراز کے لئے اپنے اہل و عیال کو بلا کر فرمایا، کہ میں نے اس شخص کے ہاتھ پر خدا اور رسول کی بیعت کی ہے، اور میں نے آنحضرت صلعم کو فرماتے سنا ہے، کہ قیامت کے دن ہر دھوکہ باز کا ایک ایک جھنڈا کھڑا کیا جائیگا، کہ یہ فلاں کی فریب کاری ہے، اور سب سے بڑا فریب یہ ہے کہ خدا کا شرک کیا جائے کہ ایک شخص کسی کے ہاتھ پر خدا اور رسول کے لئے بیعت کرلے اور پھر اس کو فسخ کر دے، اس لئے تم میں سے کوئی شخص فسخِ بیعت میں حصہ نہ لے، اگر کسی نے حصہ لیا تو میرے اور اس کے درمیان تلوار فیصلہ کریگی،[3]

یزید کی بیعت آپ نے کسی لالچ یا خوف کی بنا پر نہیں کی تھی، امیر معاویہؓ نے جب یزید کو ولی عہد بنانا چاہا، تو عمرو بن العاصؓ کو ان کے پاس ان کا عندیہ لینے کے لئے بھیجا،

---

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ، [2] ابن سعد ج ۴ ق اول تذکرہ ابن عمر
[3] ایضاً صفحہ ۱۳۴، تھوڑے تغیر کے ساتھ یہ واقعہ بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۳ میں بھی مذکور ہے،

انھون نے جاکر دبی زبان سے اس کا اظہار کیا، اور اس کے عوض ایک رقم خطیر پیش کی، رشوت کا نام سن کر وہ غصہ سے کانپ اٹھے، اور اُسی وقت عمرو بن العاص رضؓ کو کھڑے کھڑے نکال دیا،[1]

معاویہ بن یزید مروان بن حکم اور عبد اللہ بن زبیرؓ کی خلافت، یزید کے بعد اس کا بیٹا معاویہ خلیفہ ہوا، مگر اس کی خلافت صرف ۳ مہینہ رہی، ۳ مہینہ کے بعد وہ خود خلافت سے دست بردار ہو گیا[2] اس کی وفات کے بعد ایک طرف مکہ مین عبد اللہ بن زبیرؓ نے خلافت کا دعویٰ کیا، عراق، حجاز اور یمن کے لوگون نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی، دوسری طرف شام مین مروان نے اپنی بیعت لی، گو اکثر اسلامی ممالک ابن زبیرؓ کی طرف مائل تھے، لیکن حضرت ابن عمرؓ ان کے دعواے خلافت کو بازیچۂ اطفال سے زیادہ وقعت نہ دیتے تھے[3]، چنانچہ انھین کے زمانہ مین جب فریقین مین جنگ برپا تھی، تو ایک شخص نے اُن سے آکر کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ فتنہ کو روکنے کے لئے لڑو، اُنھون نے جواب دیا تھا کہ جب فتنہ تھا تو ہم لڑے، فتنہ یہ تھا کہ مسلمانون کو کفار یہ امان نہین دیتے تھے کہ وہ اپنے خدا کی عبادت کر سکین اب یہ تھا نہ جنگی جہاد نہین ہے، بلکہ بادشاہی کے لئے لڑائی ہے[4]، مگر بااین ہمہ عبد الملک کی طرف سے حجاج جب ابن زبیرؓ سے لڑنے کے لئے مکہ معظمہ آیا، اور خود خانۂ کعبہ کے ایک حصہ کو اپنے گولون کا نشانہ بنایا تو وہ سخت برہم ہوئے، اور اپنی برہمی کو وہ قابو مین نہ رکھ سکے[5]،

خلافت عبد الملک مروان کے بعد جب عبد الملک کی خلافت پر بیعت ہوئی، تو آپ نے بھی تحریری بیعت نامہ بھیجدیا، جس کا مضمون یہ تھا، کہ خدا اور رسول کی سنت پر

---

[1] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۱۲۱، [2] ابو الفدا ج اص ۱۹۳ مطبوعہ مصر، [3] ابن سعد قسم اول جز ۴ تذکرۂ ابن عمرؓ [4] صحیح بخاری کتاب التفسیر باب حتی لا تکون فتنۃ، [5] مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۵۵۷ حیدر آباد

مین اور میرے لڑکے امیر المومنین عبداللہ عبدالملک کی سمع وطاعت کا بقدرِ استطاعت عہد کرتے ہیں[1]

عبدالملک حضرت ابن عمرؓ کا بڑا احترام کرتا تھا، اور مذہبی معاملات مین ہمیشہ ان کی اقتدا کرتا تھا چنانچہ

حج کے موقع پر ارکان مین آپ کی اقتدا کا وہ فرمان جاری کرتا تھا،[2]

علالت اور وفات، سے ۷۳ھ مین تہ اسی چوراسی برس کی عمر مین وفات پائی، وفات کا واقعہ یہ ہے

کہ حج کے زمانہ مین ایک شخص کے نیزہ کی نوک جو زہر مین بجھی ہوئی تھی ان کے پاؤن مین چبھ گئی، یہ زہر

ان کے جسم مین سرایت کر گیا، اور یہی زخم اُن کی موت کا باعث ہوا، عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہے

کہ یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا بلکہ حجاج کے اشارہ سے وہ اس طرح زخمی کئے گئے، البتہ اس کی تفصیلات

مین اختلاف ہے، مستدرک کی روایت ہے، کہ حجاج نے جب خانہ کعبہ مین منجنیق نصب کرائی، اور

ابن زبیرؓ کو شہید کرایا، تو اس کا یہ فعل شنیع ابن عمرؓ کو بہت ناپسند ہوا، آپنے اس کو بہت برا بھلا کہا،

حجاج برافروختہ ہوگیا، اور اس کے اشارے سے شامیون نے اُن کو زخمی کر دیا،[3]

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہین کہ عبدالملک نے حجاج کو ہدایت کی تھی، کہ وہ ابن عمرؓ کی مخالفت

نہ کرے، یہ حکم اس پر بہت شاق گذرا لیکن عدول حکمی بھی نہیں کر سکتا تھا، اس لئے دوسرا طریقہ

اختیار کیا اور آپ کو زخمی کروایا،[4]

ابن سعد کی روایت ہے، کہ ایک مرتبہ حجاج خطبہ دے رہا تھا، اس میں اس نے ابن زبیرؓ

پر یہ اتہام لگایا، کہ انھوں نے نعوذ باللہ کلام اللہ میں تحریف کی ہے، حضرت ابن عمرؓ نے اسکی

تردید کی، اور فرمایا تو جھوٹ بولتا ہے، نہ ابن زبیرؓ میں اتنی طاقت ہے، نہ تجھ میں یہ مجال ہے،

مجمع عام کے سامنے ان کی یہ ڈانٹ اس کو بہت ناگوار ہوئی، لیکن حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ علانیہ

---

[1] بخاری جلد ۲ باب کیف یبایع الامام الناس، [2] بخاری جلد ۱ ص ۲۲۵، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۵۷،

[4] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۳۰ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد،

کوئی برابرتاؤ نہین کرسکتا تھا، اس لئے خفیہ انتقام لیا[1]،

ابن خلکان اور اسد الغابہ مین اس کے علاوہ دو روایتین نقل کی گئی ہین، ایک یہ کہ ایک دن حجاج خطبہ دے رہا تھا، اس کو اس قدر طول دیا، کہ عصر کا وقت تنگ ہوگیا، آپ نے فرمایا کہ آفتاب تیرا انتظار نہین کرسکتا، حجاج نے کہا جی مین آتا ہے کہ "تمھاری آنکھین پھوڑ دون" فرمایا تجھ کو تاہ بین سے یہ بھی کچھ بعید نہین، دوسری روایت یہ ہے، کہ عبد الملک نے فرمان جاری کیا کہ تمام حجاج مناسک حج مین حضرت ابن عمرؓ کی اقتدا کرین، حضرت ابن عمرؓ حجاج کے عرفہ اور دوسرے مواقف سے بغیر حجاج کا انتظار کیے بڑھ جاتے تھے، حجاج کی فرعونیت کب اسکو گوارا کرتی، مگر عبد الملک کے حکم سے مجبور تھا، اس لئے آپ کی جان کا خواہان ہوگیا[2]،

علامہ ابن عبد البر نے استیعاب مین بھی یہی دونون روایتین نقل کی ہیں، اگرچہ ان دونون کی صورت واقعہ مین اختلاف ہے، مگر تضاد نہیں، اس لئے ان مین سے کسی کو غلط نہین کہا جاسکتا، یہ تمام واقعات ایک ہی سلسلہ میں یکے بادیگرے ہوتے رہے، مگر حجاج ضبط کرتا رہا، لیکن جب اس نے دیکھا، کہ ابن عمرؓ کے آگے اس کی پیش نہین چلتی، اور وہ اس کو مطلق دھیان مین نہین لاتے، تو اخیر مین آپ کا قصہ ختم کردینے کا فیصلہ کرلیا، لیکن علی الاعلان وہ شہید بھی نہین کراسکتا تھا کیونکہ اس مین خود اس کی جان خطرہ مین پڑجاتی، اس لئے یہ خفیہ صورت نکالی کہ اپنے آدمیون مین سے کسی کو حکم دیا، کہ وہ حج کے موقع پر جب لوگون کا ازدحام ہوتا ہو مسموم نیزہ سے آپ کے پاؤن مین خراش دیدین، اس ازدحام مین زخمی کرنے والا گرفتار بھی نہ ہوسکے گا، اور زہر کے اثر سے آپ کا کام بھی تمام ہوجائے گا، اور یہی ہوا، جب آپ بیمار ہوئے تو حجاج عیادت کو آیا، اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ کاش مجھکو ملزم کا پتہ چل جاتا، تو مین

[1] ابن سعد تذکرۂ ابن عمرؓ، [2] ابن خلکان ج ۱ ص ۲۴۴ مطبوعہ مصر ۱۲۹۹ھ و اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۳۰،

اس کی گردن اڑا دیتا، آپ نے فرمایا تم ہی نے یہ سب کچھ کیا اور پھر کہتے ہو کہ میں مجرم کو قتل کر دیتا، نہ تم حرم میں اسلحہ باندھنے کی اجازت دیتے، نہ یہ واقعہ پیش آتا،[1] یہ سنکر وہ خاموش ہو گیا،

حضرت ابن عمرؓ کو مدینہ منورہ میں وفات پانے کی تمنا بہت تھی، چنانچہ جب آپ کی حالت زیادہ نازک ہوئی، تو دعا کرتے تھے، کہ خدایا مجھکو مکہ میں نہ موت دے،[2] اور اپنے صاحبزادہ سالم سے وصیت بھی کی، کہ اگر میں مکہ ہی میں مر جاؤں تو حدود حرم کے باہر دفن کرنا کیونکہ جس زمین سے ہجرت کی پھر اسی میں پیوند خاک ہوتے اچھا نہیں معلوم ہوتا، وصیت کے چند دنوں بعد سفر آخرت کیا،[3] اور علم و عمل کا یہ آفتاب تاباں ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گیا،

تجہیز و تکفین وفات کے بعد، وصیت کے مطابق لوگوں نے حرم کے باہر دفن کرنا چاہا، مگر حجاج نے مداخلت کی، اور خود ہی نماز جنازہ پڑھائی، مجبوراً "فخ" مہاجرین کے قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے[4]

فضل و کمال حضرت ابن عمرؓ کو آنحضرت صلعم کی صحبت، آپ کی بارگاہ کی دائمی حاضرباشی، سفر و حضر کی ہمرکابی، فاروق اعظم کی تعلیم و تربیت اور خود ان کی تلاش و جستجو نے مذہبی علوم کا دریا بنا دیا تھا، قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ تمام مذہبی علوم کا بحر بے پایان تھے، آپ کا شمار علمائے مدینہ کے اس زمرہ میں تھا جو علم و عمل کے مجمع البحرین سمجھے جاتے تھے[5]

تلاوت و تفسیر قرآن تلاوت قرآن کے ساتھ آپ کو غیر معمولی شغف تھا، اس کی سور و آیات پر فکر و تدبر میں اپنی عمر عزیز کا بہت بڑا حصہ صرف کیا، اس کا سرسری اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف بقرہ پر ۱۴ برس صرف کئے[6] اس غیر معمولی شغف نے آپ میں قرآن کی تفسیر و تاویل کا غیر معمولی

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۵۵ [2] ابن سعد قسم اول جزو ۴ ص ۱۴۱ [3] ابن سعد ق ا ج ۴ ص ۱۳۸ [4] تلخیص مستدرک جلد ۳ و ابن سعد تذکرۂ ابن عمر [5] تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۳۵ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد [6] موطا امام مالک مطبع احمدی دہلی

ملکہ پیدا کر دیا تھا، فہم قرآن کا مادہ آپ میں عنفوان شباب ہی مین پیدا ہو گیا تھا، اکابر صحابہ کے ساتھ آنحضرت صلعم کی علمی مجلسون مین شریک ہوتے تھے، ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کے گرد صحابہؓ کا مجمع تھا، ابن عمرؓ بھی موجود تھے آنحضرت صلعم نے قرآن پاک کی اس مثال

الم تر کیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء توتی اکلہا کل حین باذن ربہا، (ابراہیم)

تم نے نہین دیکھا کہ اللہ نے کلمۂ طیبہ کی کیسی اچھی مثال دی ہے، کہ وہ پاک درخت کے مثل ہے، جسکی جڑ مضبوط ہے، اور شاخین آسمان تک ہین، وہ اپنے خدا کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا ہی،

کے متعلق صحابۂ کرامؓ سے پوچھا کہ وہ درخت کون سا ہے، جو مرد مسلم کی طرح سدا بہار رہے، اس کے پتے کبھی خزان رسیدہ نہین ہوتے اور ہر وقت پھل دیتا رہتا ہے، اس سوال کے جواب مین تمام صحابہؓ حتی کہ ابوبکرؓ و عمرؓ بھی خاموش رہے، تو آپ نے خود بتایا کہ یہ کھجور کا درخت ہے، لیکن ابن عمرؓ پہلے ہی سمجھ چکے تھے لیکن اکابر صحابہؓ کی خاموشی کی وجہ سے چپ رہے، بعد کو حضرت عمرؓ سے اس کا ذکر کیا تو انھون نے کہا کہ تم نے جواب کیون نہ دیا تمھارا جواب دینا مجھے فلان فلان چیز سے زیادہ محبوب ہوتا،[1]

الفاظ قرآن کے معنوں پر بہت غائر نظر تھی، وہ ان کے ایسے جامع معنی اختیار کرتے تھے جو مفہوم پر پورے طور سے حاوی ہوتے تھے، چنانچہ " اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل" مین دلوک کے معنی ڈھلنے کے لیتے تھے،

" دلوک" لغت مین ڈھلنے، زرد ہونے، غروب ہونے، تینون معنون کے لئے استعمال ہوتا ہی، حضرت ابن عمرؓ اس کے معنی مطلق ڈھلنے کے لیتے تھے،[2] اس معنی سے ظہر، عصر، اور مغرب تینون کے اوقات متعین

[1] بخاری و فتح الباری کتاب التفسیر سورۂ ابراہیم و کتاب العلم باب الفہم [2] موطا امام مالک مطبع احمدی دہلی باب جامع الوقت دلوک الشمس غسق اللیل

ہوجاتے ہین، اس لئے کہ میل یا زوال کی سہ منزلین ہین، ایک متعارف جسمین سمت الراس سے زوال ہوتا ہے، یہ ظہر کا وقت ہے، دوسرا جس مین سمت نظر سے ڈھلتا ہے، یہ عصر کا وقت ہے، تیسرا وہ جسمین سمت افق سے ڈھل کر غروب ہوجاتا ہے، یہ مغرب کا وقت ہے،

بعض اوقات شان نزول اور ناسخ ومنسوخ کی لاعلمی کی وجہ سے لوگون کے دلون مین شکوک وشبہات پیدا ہوجاتے ہین، ابن عمرؓ اپنے معلومات سے اس قسم کے شکوک کا قلع قمع کر دیتے تھے، ایک شخص کو قرآن پاک کی اس آیہ،

والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم،

جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہین اور اس کو خدا کی راہ مین صرف نہین کرتے، اس کو عذاب الیم کی بشارت دیدو،

پر یہ اعتراض ہوا، کہ زکوٰۃ دینے کے بعد کیون انفاق فی سبیل اللہ کا مطالبہ ہے اور عدم انفاق کی صورت مین عذاب الیم کی دھمکی کیون ہے، اس نے ابن عمرؓ سے پوچھا، آپ نے بتایا کہ یہ وعید اس شخص کے لئے ہے، جو سونا چاندی جمع کرکے زکوٰۃ نہین دیتا، وہ قابل افسوس ہے اور یہ آیہ زکوٰۃ کے نزول کے قبل کی ہے، زکوٰۃ تو خود ہی مال کو طاہر کردیتی ہے[1]،

اسی آیہ مین ایک شخص نے کنز کے معنی پوچھے، آپ نے ایسے لطیف معنی بتائے کہ اگر یہ آیہ نزول زکوٰۃ کے بعد کی بھی ہوتی، تب بھی کوئی اعتراض نہ ہوسکتا، اس سے اندازہ ہوگا، کہ قرآن پاک کے اصل مفہوم ومنشا اور انداز بیان کے سمجھنے مین کیسا راسخ ملکہ تھا، در کنز کے لغوی معنی مال مدفونہ کے ہین، حضرت ابن عمرؓ نے بتایا، کہ کنز اس مال کو کہتے ہین جس کی زکوٰۃ نہ ادا کیجائے، اس معنی سے لاینفقون کا مفہوم صرف یکنزون سے ادا ہوجاتا ہے، اور

---

[1] بخاری جلد اص ۱۸۸، محمد زن پریس دہلی، [2] موطا امام مالک ص ۱۰۹،

لا ینفقونہا سے مزید تاکید ہوجاتی ہے، اور کنز کے لغوی معنی بھی نہین جاتے، کیونکہ جب زکوٰۃ نہ دیجائیگی، تو خواہ مخواہ جمع ہی ہوگا، ورنہ پھر زکوٰۃ کا مطالبہ اور عذاب الیم کی وعید کیون ہوتی اور جمع بمنزلہ دفن کے ہے،

ایک مرتبہ ایک شخص نے پوچھا، کہ آپ فتنہ مین قتال کے بارے مین کیا فرماتے ہین قرآن کا حکم ہے کہ:-

قاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ‏ ‏ ‏ ‏ ان لوگون سے مقابلہ کرو یہان تک کہ فتنہ نہ باقی رہے،

یہ سوال مسلمانون کی خانہ جنگی کے زمانہ مین کیا گیا تھا، انھون نے فرمایا تم فتنہ کے معنی کیا سمجھے یہان قتال علی الفتنۃ کا یہ مطلب نہین ہے، کہ تم بادشاہت کیلئے لڑو، بلکہ قتال سے وہ قتال مراد ہے جو آنحضرت صلعم نے مشرکین کے ساتھ فرمایا تھا، کہ ان کے دین مین داخل ہونا مسلمانون کیلئے فتنہ تھا،[1]

صحیح بخاری مین اس واقعہ کی جو صورت بیان کی ہے وہ اس سے زیادہ صحیح ہے حضرت ابن زبیر کے ہنگامہ کے زمانہ مین دو آدمی ان کے پاس آئے، اور کہا سب لوگ ختم ہو چکے آپ عمرؓ کے بیٹے اور رسول اللہ صلعم کے ساتھی ہین، آپ کیون نہین میدان مین آتے" فرمایا خدا نے بھائی کا خون حرام کیا ہے، اس لئے مین نہین نکلتا، دونون نے کہا خدا تو خود فرماتا ہے،

وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للّٰہ، ‏ ‏ ‏ ‏ یعنی ان سے لڑو یہان تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین خالص خدا کے لئے ہوجائے،

فرمایا بے شک ہم لڑے یہان تک کہ فتنہ باقی نہ رہا، اور دین خدا کے لئے ہوگیا، اور تم لوگ اس لئے لڑنا چاہتے ہو کہ فتنہ پیدا ہو اور دین غیر خدا کے لئے ہوجائے، دوسری روایت مین ہے کہ انھون نے

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۹۴،

کہا یہ اُس وقت کا حکم ہے جب مسلمان تعداد مین کم تھے، وہ اپنے مذہب کا اعلان نہین کرسکتے تھے، جب کرتے تھے تو کفار ان کو ستاتے تھے، یہی وہ فتنہ تھا جس کو روکنے کے لیے جہاد تھا، اب مسلمانون کی تعداد بہت بڑھ گئی، اب اس فتنہ کا ڈر نہین رہا، [۱]

حدیث | تفسیر قرآن کے بعد حدیث کا نمبر آتا ہے، ابن عمرؓ کا شمار اساطین حفاظ حدیث مین ہے اگر ان کی مرویات کی تعداد حدیث کی کتابون سے علٰحدہ کر لی جائے، تو اس کی عمارت بے ستون ہوجائے گی، ان کی مرویات کی مجموعی تعداد ۲۶۳۰ ہے، ان مین ۱۷۰ متفق علیہ ہین، اور ۸۱ مین بخاری اور ۳۱ مین مسلم منفرد ہین [۲]،

حدیث کی جستجو | ابن عمرؓ کو حدیث نبویؐ کی اس قدر جستجو تھی، کہ اپنی غیر حاضری کے اقوال و افعال نبویؐ، ان لوگون سے جو آپ کی خدمت مین حاضر رہا کرتے تھے، پوچھ لیا کرتے تھے، اور اس کو یاد رکھتے تھے [۳]، اگر کوئی ایسی حدیث یا ایسا مسئلہ سنتے، جو ان کے علم مین نہ ہوتا، تو فوراً خود آنحضرت صلعم یا حدیث کے راوی کے پاس جاکر اس کی تصدیق کرتے، ایک مرتبہ کسی نے ایک ایسا مسئلہ بیان کیا، جو ان کے علم مین نہ تھا، فوراً خدمت نبوی مین حاضر ہوکر اس کی تصدیق کی [۴]، ایک مرتبہ ایک لیثی نے ابوسعید خدریؓ کے حوالہ سے بیان کیا، کہ آنحضرت صلعم نے سونا چاندی کی بیع صرف اس صورت مین جائز رکھی ہے کہ برابر ہو، ان کو اس کا علم نہ تھا، اس لیے ابوسعید خدریؓ کے پاس جاکر اس کی تصدیق کی [۵]،

حدیث کی اشاعت و تعلیم | درحقیقت اسی تلاش و جستجو نے ابن عمرؓ کو حدیث کا دریا بنا دیا تھا، انھون نے ہزارون لاکھون مسلمانون کو اس سے سیراب کیا، ان کی ذات سے حدیث کا وافر حصہ اشاعت پذیر ہوا،

---

[۱] یہ دونون روایتین صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۴۸ کتاب التفسیر باب قاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ مین ہین [۲] تہذیب الکمال ص ۲۰۰، مطبوعہ مصر [۳] اصابہ ج ۴ ص ۱۰۹ [۴] صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۵۰ مطبوعہ مصر [۵] ایضاً ص ۶۳۰،

آپ آنحضرت صلعم کے بعد ساٹھ سال سے زیادہ زندہ رہے اس میں آپ کا مشغلہ صرف علم کی اشاعت تھا، اسی لئے آپ نے کوئی عہدہ قبول نہ کیا، کہ اس سے یہ مبارک سلسلہ منقطع ہو جاتا، مدینہ مین مستقل حلقہ درس تھا لیکن اشاعت کے لئے سب سے بہترین موقع حج کا تھا جسمین تمام اکناف کے مسلمان شامل ہوتے تھے، چنانچہ آپ اس موقع پر فتوے دیتے تھے[1] اس سے بہت جلد مشرق سے مغرب تک احادیث پھیل جاتی تھین[2]، لوگون کے گھرون پر جاکر حدیث سناتے تھے، زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ وہ ابن عمرؓ کے ساتھ عبد اللہ بن مطیع کے یہان گئے عبد اللہ نے خوش آمدید کہا، اوران کے لئے فرش بچھایا، انھون نے کہا مین اسوقت تمھارے پاس صرف ایک حدیث سنانے کی غرض سے آیا ہون، رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ جس شخص نے (امیر کی) اطاعت سے دست برداری کی، وہ قیامت کے دن ایسی حالت مین آئے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی، اور جو شخص جماعت سے الگ ہو کر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا[3]،

بات بات مین تعلیم دیتے تھے، علی بن عبد الرحمن کا بیان ہے، کہ مین حالت نماز مین کنکریون سے کھیل رہا تھا، نماز تمام کرچکا تو ابن عمرؓ نے ٹوکا اور کہا جس طریقہ سے رسول اللہ صلعم پڑھتے تھے اس طریقہ سے پڑھا کرو، پھر خود ہی طریقہ بتایا[4]،

ایک مرتبہ سعید بن یسار، مکہ کے راستہ مین آپ کے ساتھ تھے، صبح ہونے کے قریب ہوئی تو سعید نے سواری سے اتر کر وتر پڑھی، اور پڑھکر پھر ابن عمرؓ سے مل گئے، انھون نے پوچھا کہان تھے کہا صبح ہو جانے کے خوف سے سواری سے اتر کر وتر ادا کی، ابن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم کی

---

[1] استیعاب ج ۱ ص ۳۸۱ [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۲۸، [3] مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۱۵۴، [4] موطا امام مالک ص ۳۰،

ذات تمہارے لئے اسوۂ حسنہ نہین ہے؟ سعید نے کہا خدا کی قسم ضرور ہے، کہا رسول اللہ صلعم اوتر ہی پر وتر پڑھتے تھے[۱]،

ان رسمی طریقون کے علاوہ خود آپ کی ذات گرامی سرتاپا اوصاف نبوی کی ایسی نادرہ تصویر اور ایسا جامع مرقع تھی، جو سیکڑون درس اور ہزارون تلقینات سے زیادہ کارآمد تھی، جس کا صرف ایک نظر دیکھ لینا اور چند ساعتین صحبت اٹھا لینا برسون کے درس وتدریس کے برابر ہوتا ہے، گویا آپ کے صحیفۂ زندگی مین تمام احادیث عملاً بعنوان جلی مرقوم تھین، ان تمام صحابہ اور تابعین نے جنھون نے ان کو دیکھا تھا، بالاتفاق ان کی اس حیثیت کو تسلیم کرتے تھے، حضرت حذیفہؓ کہتے تھے کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد ہر شخص کچھ نہ کچھ بدل گیا، مگر عمرؓ اور ان کے بیٹے عبداللہؓ نہین بدلے حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھین کہ عہد نبوی کی حالت وکیفیت کا عبداللہ بن عمر سے زیادہ کوئی پابند نہین رہا، حضرت نافع جو عبداللہ بن عمرؓ کے خادم اور شاگرد خاص تھے اور جو ان کی خدمت مین تیس برس رہے تھے، وہ تابعین اور اپنے شاگردون سے کہتے تھے، کہ اگر آج اس زمانہ مین ابن عمرؓ ہوتے تو ان کو آثار نبوی کی اس شدت سے اتباع کرتے ہوئے دیکھکر تم یہی کہتے کہ یہ دیوانہ ہین[۲]،

آپ دوسرون کے لئے نمونہ تھے، لوگ دعا کرتے تھے کہ، خدایا ہماری زندگی مین ابن عمرؓ کو زندہ رکھ کہ ان کی اقتدا سے فیضیاب ہوتے رہین، ان سے زیادہ عہد رسالت کا کوئی واقف کار نہین[۳]،

اسی لئے اکابر علما، مشکلات مین ان کی طرف رجوع کرتے تھے، سعید بن جبیر جو خود

---

[۱] موطا امام مالک ص ۴۳، [۲] مستدرک ج ۳ ص ۵۶۱، وابن سعد تذکرۂ ابن عمرؓ،

[۳] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۱۰۶

بھی بڑے تابعی تھے، بیان کرتے ہین، کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے لبان کے متعلق مجھ سے سوال کیا، مجھکو معلوم نہ تھا، مین نے ابن عمرؓ سے جاکر دریافت کیا[1]، ابن شہاب زہری جن سے بڑا کوئی محدث تابعین مین نہین گذرا، وہ کہا کرتے تھے کہ ابن عمرؓ وہ ہین جو رسول اللہ صلعم کے بعد ساٹھ برس تک افادۂ خلق مین مصروف رہے، ان سے رسول اللہ صلعم کی کوئی بات چھپی نہ تھی[2]،

چونکہ آپ ایک عالم کے مقتدا تھے، آپ کا ہر قول وفعل دوسرون کے لئے نمونہ بنجاتا تھا، اس لئے آپ اُن امور واعمال کی جنکو سنت سے تعلق نہ ہوتا، بلکہ طبعًا یا بدرجہ مجبوری سرزد ہوتے تصریح فرما دیتے تھے، آپ مروہ مین بال بنوا رہے تھے، لوگ گرد وپیش ہو کر دیکھنے لگے فرمایا یہ سنت نہین ہے، بلکہ بال تکلیف دے رہے تھے، اس لئے بنوا دیئے[3]،

ایک شخص آپ کے پہلو مین نماز پڑھ رہا تھا، چوتھی رکعت مین پلتھی مار کر بیٹھا، اور دونون پاؤن موڑ لئے، آپ نے اس کو مذموم بتایا، اس نے کہا آپ ایسے ہی بیٹھتے ہین، فرمایا مجبوری کرتا ہون[4]، آپ کا بدن بھاری تھا اس لئے مسنون طریقہ سے نہیں بیٹھ سکتے تھے،

احتیاط فی الحدیث | لیکن اس فضل وکمال اس وسعت علم، اور اس وقت نظر کے باوجود حدیث بیان کرنے مین حد درجہ محتاط تھے، محمد بن علی راوی ہین، کہ صحابہؓ کی جماعت مین ابن عمرؓ سے زیادہ حدیث بیان کرنے مین کوئی محتاط نہ تھا، وہ حدیث مین کمی وبیشی سے بہت ڈرتے تھے[5]، ابو جعفر کا بیان ہے کہ ابن عمرؓ رسول اللہ صلعم کی حدیثون مین کمی وزیادتی سے بہت زیادہ خائف رہتے تھے[6]، سعید اپنے والد کی زبانی بیان کرتے ہین، کہ حدیث نبوی مین ابن عمرؓ سے زیادہ محتاط میری نظر سے کوئی نہین گذرا[7]، اس لئے آپ عام طور پر حدیث بیان کرنے سے گریز کرتے تھے،

---

[1] مسلم ج ۱ ص ۱۹ [2] تذکرۃ الحفاظ تذکرۂ ابن عمرؓ، [3] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۱۱۴، [4] موطا امام مالک ص ۳۳، [5] تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۳۴ [6] مستدرک ج ۳ ص ۵۶۱ [7] اصابہ ج ۴ ص ۱۰۷،

مجاہد کا بیان ہے، کہ مدینہ کے راستہ میں میرا اور ابن عمرؓ کا ساتھ ہوا، اس درمیان میں انھوں نے صرف ایک حدیث بیان کی،[1] امام شعبی کا بیان ہے، کہ میں ایک سال تک عبد اللہ بن عمرؓ کے پاس بیٹھا لیکن انھوں نے کوئی حدیث نہیں بیان کی،

احادیث کی روایت میں وہ آنحضرت صلعم کے خاص الفاظ یاد رکھنا بھی ضروری سمجھتے، چنانچہ ایک مرتبہ عبید بن عمیرؓ خدمت سنا رہے تھے کہ "قال رسول اللہ صلعم مثل المنافق کشاۃ من بین ربیضتین اذا اتت ھٰؤلاء نطحتھا" حضرت ابن عمرؓ نے فوراً ٹوک دیا، کہ یہ حدیث اس طرح نہیں بلکہ یوں فرمایا ہے "مثل المنافق بین غنمین" عبید عمر میں آپ سے بڑے تھے، اس لئے ان کو غیرت آگئی بہت برہم ہوئے، ان کے ... بے جا غصہ کا یہ جواب دیا، کہ اگر میں نے آنحضرت صلعم سے اس طریقہ سے نہ سنا ہوتا، تو نہ تردید کرتا،[2]

اس شدت احتیاط کی بنا پر اکابر علما آپ کی مرویات کو بہت زیادہ قابل اعتماد سمجھتے ہیں اس کے بعد پھر کسی مزید توثیق کی ضرورت باقی نہیں رہتی، امام شعبیؒ فرماتے ہیں، کہ ابن عمرؓ کی روایت بہت درست ہوتی تھی۔[3] ابن شہاب زہریؒ ان کی رائے کے بعد پھر کسی دوسری رائے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے، موطا امام مالک جس کو امت نے کتاب اللہ کے بعد صداقت اور وثوق میں دوسرا درجہ دیا ہے زیادہ تر انھیں کی روایات پر مشتمل ہے، خصوصاً وہ روایات جو حضرت ابن عمرؓ سے ان کے خادم و شاگرد نافع نے بیان کی ہیں، اور ان سے امام مالک نے سنا ہے، کہ حضرت ابن عمرؓ آنحضرت صلعم کی خدمت میں تقریباً پندرہ برس رہے، پھر شیخین کا پورا زمانہ دیکھا، اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں گویا تیس برس رہے، پھر حضرت نافع ابن عمرؓ کی صحبت میں تیس برس رہے، پھر امام مالک حضرت نافع کے حلقۂ درس میں دس بارہ برس بیٹھے، اسی طرح

[1] بخاری ج اول ص ۱۶، [2] مسند ابن حنبل ج ۲ ص ۳۲، [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۲۸،

مالک عن نافع عن ابن عمر کا سلسلہ محدثین کے نزدیک سلسلۃ الذہب کہا جاتا ہے، اور بجا کہا جاتا ہے، کہ،

این سلسلہ از طلائے ناب است　　این خانہ تمام آفتاب است

ذات نبوی کے علاوہ آپ کے شیوخ میں ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، بلالؓ، صہیبؓ، رافع بن خدیجؓ، عائشہؓ اور حفصہؓ جیسے اکابر امت ہیں۔[1]

تلامذہ | آپ کے علم کی کثرت، اور فیضان نے آپ کے تلامذہ کا دائرہ بہت وسیع کر دیا تھا، اصحاب لڑکوں میں بلال، حمزہ، زید، سالم، عبداللہ، عبیداللہ، عمر، پوتوں میں ابوبکر، محمد، عبداللہ، غلاموں میں نافع، اسلم بھتیجوں میں حفص، عبداللہ، عام لوگوں میں زید، خالد، عروہ بن زبیرؓ، موسیٰ بن طلحہ، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، عامر بن سعد، حمید بن عبدالرحمن، سعید بن مسیب، عون بن عبداللہ، قاسم، محمد بن ابی بکر، مصعب بن سعد، ابوبردہ بن ابی موسیٰ اشعری، انس بن سیرین، بسر بن سعید، بکر بن عبداللہ المزنی، ثابت البنانی، جبلہ بن سحیم، حرملہ، حکم بن مینار، حکیم بن ابی حرہ، حمید بن عبدالرحمن حمیری، ابوصالح السمان، زاذان ابوعمر، زبیر بن عربی، زیاد بن جبیر، ابوعقیل زہرہ بن معبد، سالم بن ابی الجعد، زید بن جبیر جشمی، سعد بن عبیدہ، سعید بن حارث، سعید بن یسار، سعید بن عمرو، صفوان بن محرز، طاؤس، عطا، عکرمہ، مجاہد، سعید بن جبیر، ابوالزبیر، عبداللہ بن شقیق عقیلی، عبداللہ بن ابی ملیکہ، عبداللہ بن مرہ ہمدانی، عبداللہ بن کیسان، عبید بن جریج، عبداللہ بن مقسم، عکرمہ بن خالد مخزومی، علی بن عبداللہ البارقی، علی بن عبدالرحمن وغیرہم۔[2]

فقہ | حدیث کے بعد فقہ کا درجہ ہے، کہ اسی پر تشریع اسلامی کا دار و مدار ہے، حضرت ابن عمرؓ کو تفقہ فی الدین میں درجۂ کمال حاصل تھا، آپ کی ساری عمر علم و افتا میں گئی، مدینہ کے ان سات

[1] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۲۸ دائرۃ المعارف حیدرآباد، [2] تہذیب التہذیب تذکرۂ ابن عمرؓ،

صحابہؓ میں جن سے علم حدیث کی سب سے زیادہ روایتیں ہیں ایک یہ بھی تھے،[۱] فقہ مالکی، جو ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کی فقہ ہے، اس کا تمام تر دارومدار حضرت ابن عمرؓ کے فتاوی پر ہے،[۲] اسی بناپر امام مالک فرماتے تھے، کہ ابن عمرؓ ائمۂ دین میں سے تھے،[۳] ابن عمرؓ کے فتاوی جمع کیے جائیں تو ایک ضخیم جلد تیار ہو سکتی ہے،[۴] کبار مشایخ کی رائے ہے کہ تنہا ابن عمرؓ کے اقوال اسلامی مسائل کے استقصا کے لیے کافی ہیں،

احتیاط فی الفتاوی حدیث کی طرح فتاوی میں بھی بہت محتاط تھے، جب تک کسی مسئلہ کے متعلق پورا یقین نہ ہوتا، فتوی نہ دیتے، حافظ ابن عبد البر نے استیعاب میں لکھا ہے، کہ وہ اپنے فتوؤں میں اور اعمال میں نہایت سخت محتاط، اور خوب سوچ سمجھکر کہنے والے اور کرنے والے تھے۔[۵]

اگر کوئی مسئلہ نہ معلوم ہوتا تو اپنی کسرِ شان کا لحاظ کیے بغیر نہایت صفائی کے ساتھ اپنی لاعلمی ظاہر کر دیتے، ایک مرتبہ کسی نے مسئلہ پوچھا، آپ کو علم نہ تھا، فرمایا "مجھے نہیں معلوم" اسکو ان کی صاف گوئی پر تعجب ہوا، کہنے لگا، ابن عمرؓ بھی خوب آدمی ہیں جو چیز معلوم نہ تھی اس سے صاف لاعلمی ظاہر کر دی،[۶] عقبہ بن مسلم کا بیان ہے، کہ ایک شخص نے آپ سے کچھ دریافت کیا، فرمایا مجھکو نہیں معلوم، تم میری پیٹھ کو جہنم کا پل بنانا چاہتے ہو کہ تم یہ کہہ سکو کہ ابن عمرؓ نے مجھکو ایسا فتوی دیا تھا،[۷] ابن عباسؓ کو آپ کا یہ طرزِ عمل تعجب انگیز معلوم ہوتا تھا، فرمایا کرتے تھے کہ مجھکو ابن عمرؓ پر تعجب آتا ہے کہ جس چیز میں ان کو ذرا بھی شک ہوتا خاموش رہتے ہیں، اور مستفتی کو لوٹا دیتے ہیں،[۸] اگر کبھی فتاوی دینے کے بعد غلطی معلوم ہوتی تو بلا پس وپیش پہلے فتوی سے رجوع کر لیتے اور مستفتی کو صحیح فتوی سے آگاہ کر دیتے، ایک مرتبہ عبد الرحمن بن ابی ہریرہؓ نے ابی مردار کے متعلق استفتا کیا، کہ اس کا

۱؎ اعلام الموقعین ابن قیم ج اول ص ۱۴، ۲؎ مقدمہ مسوی شرح موطا شاہ ولی اللہ صاحب ۳؎ تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۲۸

۴؎ اعلام الموقعین ابن قیم ج اول ص ۱۳ ۵؎ استیعاب ج اول ص ۳۸۶ ۶؎ ابن سعد ج ۴ ق ۱ ص ۱۲۵ ۷؎ اصابہ ج ۴ ص ۱۰۹ ۸؎ تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۳۴

کھانا جائز ہے، یا نہین، آپ نے ناجائز بتایا، بعد مین قرآن منگا کر دیکھا تو یہ حکم ملا، احل لکم صید البحر وطعامہ مطلقاً، چنانچہ انھون نے عبدالرحمن کے پاس کہلا بھیجا کہ اس کے کھانے مین کوئی ہرج نہین ہے[۱]

عام مفتیون کو صرف اپنی رائے وقیاس سے فتوی دینے سے منع فرماتے تھے حضرت جابرؓ بصرہ کے مفتی تھے، ابن عمرؓ ان سے ملے تو پہلی ہدایت یہی فرمائی کہ "تم بصرہ کے مفتی ہو، لوگ تم سے استفتا کرتے ہین، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم کے بغیر فتوی نہ دیا کرو[۲]"، آپ کے نزدیک کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے علاوہ کوئی تیسری قسم تھی ہی نہین[۳]،

قیاس واجتہاد تاہم اس احتیاط کے باوجود بعض مسائل مین قیاس واجتہاد ناگزیر ہے، کہ کتاب وسنت مین تمام مسائل کا استقصا نہین ہے، ورنہ فقہ کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے گا، ابن عمرؓ پہلے کتاب اللہ پھر سنت رسول اللہ صلعم یعنی رسول اللہ صلعم کے فیصلون اور عملی مثالون کی طرف رجوع کرتے تھے جب مقصد براری نہ ہوتی تو اجتہاد کرتے[۴] لیکن مستفتی سے کہہ دیتے کہ یہ میرا قیاس ہے، طاؤس کا بیان ہے کہ جب ابن عمرؓ کے سامنے کوئی ایسا مسئلہ پیش ہوتا، جس کے بارہ مین کتاب اور سنت مین کوئی حکم نہ ہوتا، تو پوچھنے والون سے کہتے کہ، "اگر کہو تو اپنے قیاس سے بتا دون[۵]"

لیکن قیاس واجتہاد مین بھی آپ کو ایسا خداداد ملکہ حاصل تھا، کہ آپ کی رائے بھی ہم پایہ حدیث سمجھی جاتی تھی، اور بڑے بڑے ائمہ اس کے بعد پھر کسی دوسرے کی رائے کی ضرورت نہ سمجھتے تھے امام ابن شہاب زہری نے اپنے شاگرد امام مالک کو ہدایت کی تھی، کہ ابن عمرؓ کے مقابلہ مین کسی کی رائے کو ترجیح نہ دینا، کہ وہ آنحضرت صلعم کے بعد ساٹھ برس تک زندہ رہے، اس لئے آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہؓ کی کوئی بات ان سے چھپی نہ تھی[۶]، امام زین العابدینؓ فرماتے تھے کہ ابن عمرؓ بڑے صائب الرائے تھے[۷]

---

[۱] موطا امام مالک ص ۱۸۴، [۲] اعلام الموقعین ج اول ص ۷۶، [۳] ایضاً، [۴] تذکرۃ الحفاظ ذہبی ج اول ص ۳۳
[۵] اعلام الموقعین ج اول ص ۶۷، [۶] تذکرۃ الحفاظ ص ۳۳، [۷] مستدرک ج ۳ ص ۵۶۰

بڑے مشایخ کہا کرتے تھے کہ جس نے ابن عمرؓ کے قول کو اختیار کیا اس نے پھر تلاش و تفحص کے لئے کچھ نہیں چھوڑا[1]،

بعض فتاوے، حضرت ابن عمرؓ دم سائل کو ناقض وضو سمجھتے تھے، چنانچہ اگر نماز کی حالت میں نکسیر پھوٹتی تو نماز چھوڑ کر وضو کرتے اور پھر نماز کا بقیہ حصہ پورا کرتے[2]،

ایک شخص نے حاملہ عورت کے روزہ کی نسبت پوچھا، اگر حاملہ کو روزہ سخت معلوم ہو، یا روزہ سے نقصان پہونچنے کا احتمال ہو تو وہ روزہ رکھے یا افطار کرے، فرمایا افطار کرے، اور روزہ کے عوض روزانہ ایک مد گیہوں مسکین کو دیدیا کرے[3]، قرآن پاک کی آیت والذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین کے متعلق صحابہؓ کی دو جماعتیں ہیں، ایک اس حکم کو منسوخ سمجھتی ہے، اور دوسری اس کو حاملہ، دودھ پلانے والی اور کبیر السن بوڑھوں کیلئے مخصوص کرتی ہے حضرت ابن عمرؓ کا یہ فتویٰ دوسرے فریق کی تائید کرتا ہے

زیور کی زکوۃ میں صحابہؓ اور مجتہدین کا اختلاف ہے ایک گروہ زیور میں بھی زکوۃ واجب ٹھہراتا ہے، اور حنفیہ کا یہی مسلک ہے، دوسرا گروہ زیور میں زکوۃ کے وجوب کا قائل نہیں حضرت ابن عمرؓ کا عمل دوسرے گروہ کا موید ہے، چنانچہ اپنی لڑکیوں کو سونے کے زیورات پہناتے تھے، اور ان کی زکوۃ نہیں دیتے تھے[4]، اس سے حضرت ابن عمرؓ کا یہ فیصلہ معلوم ہوتا ہے کہ استعمالی زیورات میں زکواۃ نہیں ہے، کہ وہ ایک طرح سے عملاً عورت کے ضروریات میں ہے، ہاں البتہ اگر کوئی زیور کو سرمایہ کے طور پر یا تجارت کی غرض سے رکھے تو بے شبہہ اس پر زکوۃ واجب آئیگی صحابہؓ میں حضرت عائشہؓ کا بھی یہی مسلک ہے اور مجتہدین میں امام شافعی وغیرہ اس طرف گئے ہیں،

سکھائے ہوئے کتے کے شکار کی حلت کا مسئلہ تو خود قرآن پاک میں مذکور ہے، مگر اس کی بعض تفصیلات میں لوگوں کا اختلاف ہے حضرت ابن عمرؓ کا مسلک یہ تھا، کہ اگر کتے نے شکار کا کوئی

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ص ۳۳، [2] موطا امام مالک ص ۱۳ باب الرعاف فی الصلواۃ، [3] موطا امام مالک ص ۹۶ [4] ایضاً ۱۰۶،

حصہ خود نہین کھایا ہے، تو خواہ وہ شکار مردہ ملے یا زندہ دونون صورتون مین کھایا جاسکتا ہے[1]،

غلام کے تمام افعال آقا کی مرضی کے تابع ہین، تاہم اس کے کچھ فطری حقوق ایسے بھی ہین جنمین اس کو کامل اختیار ہے، ان مین آقا کی مرضی اور منشار کو کوئی دخل نہین، ابن عمرؓ غلام کے ان حقوق کے بڑے محافظ تھے، فرماتے تھے، کہ اگر غلام کو آقا نے شادی کی اجازت دیدی، تو پھر طلاق دینے نہ دینے کا کامل اختیار اسی غلام کو ہوگا، آقا کو اس مین کوئی دخل نہ ہوگا[2]، یعنی اگر آقا طلاق دلانا چاہے تو غلام طلاق دینے پر مجبور نہین ہے،

اسی طرح آپ عورتون کے حقوق کی بھی پوری نگہداشت کرتے تھے، کہ ان کے شوہر ان کو بازیچۂ اطفال نہ بنالین کہ جب تک چاہا کھیلا اور جب چاہا بگاڑ دیا، ایک شخص نے آکر پوچھا کہ ابو عبدالرحمٰن! مین نے اپنی بیوی کا معاملہ اس کے ہاتھ مین دیدیا تھا یعنی طلاق اس کی مرضی پر محول کردی تھی، اس نے طلاق لے لی، آپ کا کیا فتویٰ ہے، فرمایا عورت نے جو کچھ کیا صحیح کیا (یعنی طلاق پڑگئی) اس نے کہا ایسا نہ کیجیے، فرمایا مین کرتا ہون کہ تم نے خود کیا[3]،

ربا (سود) کے معاملہ مین بہت سخت تھے، اگر ربا کا خفیف شائبہ بھی نکلتا، تو اس کو ناجائز سمجھتے تھے، ایک مرتبہ ایک سونار نے پوچھا کہ مین سونے کی چیزین بنا کر اس سے زیادہ وزن کے سونے کے ساتھ بیچتا ہون، اور یہ زیادتی میری محنت کا صلہ ہوتی ہے، آپ نے منع کیا، سونار بار بار پوچھتا تھا، اور آپ منع کرتے تھے، آخر مین فرمایا، کہ دینار سے دینار اور درہم سے درہم کے تبادلہ مین کسی قسم کی زیادتی نہ ہونی چاہئے، اس کا مجھ سے عہد لیا گیا ہے، اور مین تم سے عہد لیتا ہون[4]،

اس تشدد کی بنا پر آپ قرض کے معاملہ مین کسی جانب سے بھی مراعات پسند نہ کرتے تھے چنانچہ

---

[1] موطا امام مالک جامع فی صید المعلمات ص ۱۸۳، [2] ایضاً ما جاء فی طلاق العبد ص ۲۰۹ [3] ایضاً ما جاء فی الخلیۃ البریہ و اشباہ ذالک ص ۲۰۰، [4] ایضاً بیع الذہب بالورق عیناً و تبراً ص ۲۶۰،

یہ صورت بھی کہ ایک شخص مدت معینہ کے لئے قرض لے پھر قرض خواہ مدت معینہ سے پہلے روپیہ لینا چاہے، اور اس کے عوض میں رقم کا کچھ حصہ چھوڑ دے[۱] ناپسندیدہ تھی، گو ربا کا فائدہ قرض خواہ کو ملتا ہے، اس لئے عام معنی میں یہ شکل ربا کے تحت میں نہیں آتی لیکن چونکہ قرض کے سلسلہ میں رعایت ہے، اور اس سے ایک فریق کو فائدہ پہونچتا ہے، اس لئے اس میں ان کو ربا کا شائبہ نظر آیا،

ابن عمرؓ کے فضل و کمال کی جستجو میں جہاں تک ہم اندازہ کرسکے ہیں، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی علوم کے علاوہ عرب کے دوسرے مروجہ علوم شاعری، نسابی، اور خطابت کو آپ کے مسندِ علم میں بار نہ تھا، اس کا ایک کھلا ہوا سبب یہ ہے، کہ آپ زہد واتقا کے سبب مذہبی علوم کے علاوہ دوسرے علوم میں وقت صرف کرنا پسند نہ فرماتے تھے، اُن کا جو وقت بھی ملتا تھا، وہ اسی علمی جہاد میں صرف ہوتا تھا، دوسرا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے جاہلانہ جذبات سے آپ کا دامنِ اخلاق ہمیشہ پاک رہا، حسن وعشق، حسب نسب، غلط تہور وشجاعت آپ کے نزدیک بے معنی الفاظ تھے، اس لئے آپ شاعر اور نساب نہ بن سکے، کہ یہی چیزیں عرب کی شاعری کے عناصر اور اس کی مایۂ خمیر ہیں،

سیاست کے خارزار سے ہمیشہ دامن کشاں رہے، اس لئے تیغ زبان کے جوہر نہ کھلے، چنانچہ انھوں نے خطیب کی حیثیت سے کوئی خاص شہرت نہیں حاصل کی، تاہم آپ کے مختصر کلمات اور حکیمانہ اقوال بڑے بڑے پرزور خطبوں سے زیادہ دقیع، زیادہ باثر، اور زیادہ مفید تھے، اہل علم کے بارے میں فرماتے تھے، کہ "آدمی اس وقت اہل علم کے زمرہ میں شمار ہونے کے قابل ہوگا جب وہ اپنے سے بلند آدمی پر حسد نہ کریگا، اور اپنے سے کمتر کو حقیر نہ سمجھے گا، اور اپنے علم کی قیمت نہ لے گا،" ایمان کے متعلق فرماتے تھے، کہ "بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت تک

---

[۱] زرقانی شرح موطا ص ۱۴۱ مطبوعہ مصر،

نہین پہونچ سکتا جب تک وہ مذہب کے اس بلند مقام پر نہ پہونچ جائے جہان سے عوام اس کے مذہب مین اس کو احمق نظر آئین"، یہ بھی فرمایا کرتے تھے، کہ "بندہ خواہ خدا کے نزدیک برگزیدہ ہی کیون نہ ہو، مگر جب دنیا کا اس کو کچھ حصہ اس کو مل جاتا ہے تو خدا کے یہان اس کو کوئی نہ کوئی درجہ ضرور گھٹ جاتا ہے"، نیکی کے بارے مین ارشاد تھا، کہ نیکی بہت آسان شے ہے، خندہ جبینی اور شیرین کلامی۔

فضائل اخلاق ابن عمرؓ نے اسلام کے سایہ مین نشوونما پائی، فاروق اعظم کی تعلیم و تربیت اور آنحضرت صلعم کی صحبت بابرکت نے اس پر اور جلا دی، اس لئے وہ خلق نبوی کا مکمل ترین نمونہ بن گئے، اگرچہ تمام صحابۂ کرامؓ پر خلق نبوی کا پرتو پڑا تھا، لیکن ابن عمرؓ پر ایسا گہرا اثر تھا، کہ ان کی ہر ادا سے شان نبویؐ آشکارا تھی، اور وہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر وہ کام اسی طرح کرتے تھے، جس طرح آنحضرت صلعم کو کرتے دیکھتے تھے، اس کی مثالین حدیث کی کتابون مین بکثرت مذکور ہین۔

خشیت الٰہی خشیت الٰہی تمام اعمال صالحہ کی بنیاد ہے خشیت یہ ہے، کہ خدا کے ذکر سے انسان کے قلب مین گداز پیدا ہو، قرآن پاک مین صحابہؓ کی تعریف مین ہے، اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم کہ جب خدا یاد آتا ہے تو ان کے دل ہل جاتے ہین، حضرت ابن عمرؓ مین یہ کیفیت نمایاں صورت میں تھی، چنانچہ جب وہ قرآن پاک کی یہ آیت،

الم یان للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ	کیا مسلمانون کے لئے وہ وقت نہین آیا کہ خدا کی یاد سے ان کے دل مین خشوع پیدا ہو"

پڑھتے تھے، تو ان پر بے انتہا رقت طاری ہوتی[3]، ایک مرتبہ حضرت عمیرؓ نے فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید، تلاوت کی، تو آپ اس قدر روئے، کہ داڑھی اور گریبان آنسوؤن سے تر ہو گئے، اور پاس بیٹھنے والون پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ بمشکل برداشت کر سکے[4]، فتنہ کے زمانہ مین جب ہر

[1] ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ مقصد دوم ص ۱۹۱، [2] اسد الغابہ ترجمۂ ابن عمرؓ مطبوعہ مصر، [3] اصابہ ج ۴ ص ۱۰۹ مطبع شرفیہ مصر، [4] ابن سعد جزء ۴ قسم اول ص ۱۲۹،

حوصلہ مند اپنی خلافت کا خواب دیکھتا تھا، ابن عمرؓ باوجود اپنے فضل وکمال، زہد و اتقا، اور لوگون مین اپنی عام ہر دلعزیزی اور مقبولیت بلکہ اکثرون کی خواہش کے باوجود صرف خدا کے خوف سے محترز رہے، نافعؒ کہتے ہین، کہ مین نے اپنے کانون سے سنا ایک دن ابن عمرؓ خانۂ کعبہ مین سربسجود ہوکر کہہ رہے تھے کہ "خدایا تو خوب جانتا ہے، کہ مین نے حصول دنیا مین قریش کی مزاحمت صرف تیرے خوف سے نہین[1] کی"

عبادت خشیت الٰہی کا نتیجہ عبادت ہے، وہ نہایت ذوق وشوق اور ولولہ کے ساتھ عبادت کرتے تھے، وقت کا بیشتر حصہ عبادت الٰہی مین صرف ہوتا، نافعؒ روایت کرتے ہین کہ ابن عمرؓ رات بھر نمازین پڑھتے تھے، صبح کے قریب مجھ سے پوچھتے کہ سپیدۂ صبح نمودار ہوا؟ اگر مین ہان کہتا تو پھر طلوع سحر تک استغفار مین مشغول ہوجاتے، اور اگر نہین کہتا تو بدستور نماز مین مشغول رہتے[2]، روزانہ کا معمول تھا کہ مسجد نبوی سے دن چڑھے نکلتے، بازار کی ضروریات پوری کرتے، پھر نماز پڑھکر گھر جاتے[3]، محمد بن زیدؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہین، کہ ابن عمرؓ رات بھر مین چار پانچ مرتبہ اٹھ اٹھکر نمازین پڑھتے تھے، ابن سیرین کا بیان ہے، کہ رات کو جتنی مرتبہ آنکھ کھلتی تھی اٹھکر نماز پڑھتے تھے[4]، تلاوت قرآن سے بڑا شغف تھا، ایک رات مین پورا قرآن تمام کرتے، حج کسی سال ناغہ نہین ہوا حتی کہ فتنہ کے زمانہ مین جب کہ مکہ بالکل غیر مامون حالت مین تھا، انھون نے حج نہ چھوڑا، چنانچہ جب مکہ مین ابن زبیر اور حجاج کی لڑائی ہورہی تھی وہ حج کے لئے نکلے، لوگون نے روکا کہ یہ حج کا موقعہ نہین، انھون نے کہا اگر کسی نے روک دیا، تو اسی طرح رک جاؤنگا، جس طرح آنحضرت صلعم کو دشمنون نے روکا تھا تو وہ رک گئے تھے اور اگر نہ روکا تو سعی وطواف پورا کرون گا، چنانچہ صرف اس لئے کہ آنحضرت صلعم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر عمرہ کی نیت کی تھی، انھون نے اس موقع پر عمرہ کی نیت کی کہ آنحضرت صلعم کے اس واقعہ سے

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۲۹ [2] اصابہ ج ۴ ص ۱۰۹ [3] ابن سعد تذکرۂ ابن عمرؓ [4] اصابہ ج ۴ ص ۱۰۹

مشابہت ہو جائے[1] اسی لئے صحابہؓ کی جماعت میں وہ مناسک حج کے سب سے بڑے عالم مانے جاتے
تھے[2] معمولی سے معمولی عبادت بھی نہ چھوٹتی تھی، چنانچہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرتے تھے[3] مسجد جاتے
وقت نہایت آہستہ آہستہ چلتے کہ جتنے قدم زیادہ پڑیں گے اتنا زیادہ اجر ملے گا[4]

پابندیٔ سنت حضرت ابن عمرؓ کی زندگی حیات نبوی کا عکس اور اس کا پرتو تھی، لوگ کہا کرتے
تھے کہ ابن عمرؓ کو پابندیٔ سنت کا والہانہ جنون تھا[5]، پابندیٔ سنت کا اس درجہ خیال تھا کہ نہ
صرف عبادات میں بلکہ آنحضرت صلعم کے اتفاقی اور بشری عادات کی بھی وہ پوری پیروی کرتے
تھے، یہاں تک کہ جب وہ حج کے لئے سفر میں نکلتے تھے تو آنحضرت صلعم اس سفر میں جن جن مقامات
پر اترتے تھے وہاں یہ بھی منزل کرتے تھے، جن مقامات پر حضور صلعم نے نمازیں پڑھی تھیں وہاں یہ بھی
پڑھتے تھے[6]، حج کے سفر میں وہی راستہ اختیار کرتے جن راستوں سے آنحضرت صلعم گذرا کرتے تھے[7]
انتہا یہ ہے کہ جس مقام پر حضور نے کبھی طہارت کی تھی اس مقام پر پہونچ کر وہ بھی طہارت کر لیا کرتے
تھے، آنحضرت صلعم مسجد قبا میں سوار اور پیادہ دونوں طریقوں سے تشریف لیجاتے تھے، حضرت ابن عمرؓ
کا بھی یہی عمل تھا، آنحضرت صلعم ذوالحلیفہ میں اتر کر نماز پڑھتے، ابن عمرؓ بھی یہی کرتے تھے[8]
دعوت قبول کرنا مسنون ہے، حضرت ابن عمرؓ روزہ کی حالت میں بھی دعوت قبول کرتے تھے،
اگرچہ اس حالت میں کھانے میں نہ شریک ہو سکتے تھے، مگر داعی کے یہاں حاضری ضرور دیتے تھے[9]
آنحضرت صلعم مکہ میں داخل ہونے کے قبل بطحا میں تھوڑا سا سو لیتے تھے، حضرت ابن عمرؓ بھی ہمیشہ اس پر
عامل رہے[10]، عبادات کے علاوہ وضع قطع اور لباس وغیرہ میں بھی اسوۂ نبویؐ کو پیش نظر رکھتے تھے

---

[1] صحیح بخاری کتاب المناسک باب اذا احصر المعتمر [2] ابن خلکان ج اول ص ۲۴۱ [3] ابوداؤد ج اول [4] ابن سعد جزو ۴ ص ۱۱۳ [5] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۶۱ [6] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۲۷ [7] اصابہ ج ۴ ص ۱۰۹
[8] صحیح بخاری ج اول ص ۲۰۷ و مسلم ج اول باب التعریس بذی الحلیفہ [9] صحیح بخاری جلد ۲ ص ۷۰۰ [10] ابوداؤد جلد ۱ ص ۳۰۰

چنانچہ ارکان میں صرف رکن یمانی کو چھوتے تھے، ترویہ کے دن احرام کھولتے تھے، رنگوں میں زرد رنگ استعمال کرتے، چپل پہنتے تھے، لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، فرمایا آنحضرت صلعم کیا کرتے تھے[1] غرض کہ آنحضرت صلعم کے وہ تمام حرکات و سکنات جو آپؐ نے بسبیل سنت کئے یا طبعاً صادر ہوئے، ابن عمرؓ ان سب کی اقتدا کرنا ضروری سمجھتے تھے،

زہد و ورع | حضرت ابن عمرؓ کی زندگی زہد و تقوی کا نمونہ تھی، لوگوں کا اس پر اتفاق تھا کہ حضرت عمرؓ کے وقت میں ان کے جیسے بہت سے لوگ تھے، لیکن ابن عمرؓ اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے[2]، عام طور پر لوگوں میں آخر عمر میں جب قوی کا انحطاط ہوتا ہے تب زہد و تقوی کا میلان ہوتا ہے، لیکن حضرت ابن عمرؓ کی پیشانی پر عنفوان شباب ہی میں زہد و ورع کا نور چمکتا تھا، اور جوانان قریش میں آپ کی ذات دنیا کی ہوا و ہوس اور نفس کی خواہشوں پر سب سے زیادہ قابو رکھنے والی ذات تھی[3] حضرت جابرؓ فرماتے ہیں، کہ ہم میں سوائے ابن عمرؓ کے کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کو دنیاوی دلفریبیوں نے اپنی طرف مائل نہ کیا ہو، البتہ ان کا دامن کبھی دنیا سے آلودہ نہ ہوا[4]، اس سے بڑھکر ان کے زہد و تقوی کی کیا سند ہو سکتی تھی، کہ خود زبان رسالت نے ان کو رجل صالح کی سند عطا کی، جس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے آغاز شباب میں مسجد میں سویا کرتے تھے، ایک دفعہ انھوں نے دوزخ کے فرشتوں کو خواب میں دیکھا، جاکر اپنی بہن ام المومنین حضرت حفصہؓ سے بیان کیا، انھوں نے آنحضرت صلعم سے اس کا تذکرہ کیا، آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ عبد اللہ جوان صالح ہے، اس کے بعد وہ اکثر نمازوں میں مشغول رہتے[5] اور آخر عمر تک یہی زندگی قایم رہی، ایک مرتبہ حضرت جابرؓ نے لوگوں سے کہا کہ جو آنحضرت صلعم کے ایسے اصحاب کو دیکھنا چاہتا ہو جنمیں آپؐ کے بعد بھی کوئی تغیر نہیں ہوا، تو وہ ابن عمرؓ کو دیکھے، ان کے علاوہ ہم سے ہر شخص کو حوادث

---

[1] بخاری جلد ۱ ص ۲۸، [2] اصابہ جلد ۴ ص ۱۰۹ اسی مفہوم کی حدیث مستدرک ج ۳ ص ۵۵۹ میں بھی ہے، [3] تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۳۳۰، [4] تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۳۳۰، [5] صحیح بخاری کتاب الرؤیا جلد ۲ ص ۱۰۴۰

زمانہ نے کچھ نہ کچھ بدل دیا ہے[1] حضرت زین العابدینؓ فرماتے تھے، کہ ابن عمرؓ زہد و تقویٰ اور اصابت رائے میں ہم سب سے فائق تھے[2] یہ صرف لوگوں کے آراء و اقوال نہیں ہیں، بلکہ ان کی پوری زندگی ان خیالات کی لفظ بلفظ تصدیق کرتی ہے، چنانچہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی وہ اس کا خیال رکھتے تھے، ایک مرتبہ پانی مانگا، کسی نے شیشہ کے گلاس میں لاکر پیش کیا، انھوں نے انکار کر دیا، جب دوبارہ وہ لکڑی کے پیالے میں لایا، تو پی لیا، پانی پی کر وضو کے لئے برتن مانگا، انھوں نے طشت و آفتابہ پیش کیا، آپ نے انکار کر دیا اور لوٹے سے وضو کیا[3]،

مال و دولت آپ کی نگاہ میں بالکل بے حقیقت چیز تھی، بڑی سے بڑی دولت کو پیروں سے ٹھکرا دیتے تھے، امیر معاویہؓ نے جب یزید کو ولیعہد بنانا چاہا، تو عمرو بن العاصؓ کو حضرت ابن عمرؓ کا عندیہ لینے بھیجا، انھوں نے آکر کہا، کہ آپ صحابی اور امیر المومنین کے لڑکے ہیں، لوگ بھی آپ کی بیعت پر آمادہ ہیں، پھر کیوں نہ ہم لوگ آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر لیں، انھوں نے پوچھا کہ کیا سب آمادہ ہیں؟ کہا، "ہاں معدودے چند اشخاص کے سوا سب تیار ہیں"، کہا کہ اگر تین آدمی بھی میرے مخالف ہیں، تو مجھے خلافت کی ضرورت نہیں ہے، جب عمرو بن العاصؓ کو یقین ہو گیا کہ وہ کشت و خون ناپسند کرتے ہیں، تو چبے لفظوں میں کہا، کہ "پھر آپ ایسے شخص کے ہاتھ پر کیوں نہ بیعت کر لیں، جس پر سب متفق ہو جائیں گے، اس کے عوض آپ کو اس قدر زمین اور نقد مال دیا جائیگا، کہ آپ کی پشتہا پشت کے لئے کافی ہوگا"، یہ سن کر آپ غصہ سے بیتاب ہو گئے، اور کہا کہ تمہاری یہ مجال، ابھی میرے یہاں سے نکل جاؤ، اور پھر کبھی صورت نہ دکھانا، میرا دین تمہارے درہم و دینار کے عوض فروخت نہیں ہو سکتا، مجھ کو امید ہے کہ جب دنیا سے جاؤں گا، تو میرے ہاتھ ان آلائشوں سے پاک ہوں گے[4]،

---

[1] مستدرک جلد ۳ ص ۵۶۰، [2] ایضاً، [3] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۱۴۰، [4] ابن سعد جزء ۴ قسم اول ص ۱۲۱،

زہد وتقویٰ کی اصل آزمایش کا وہ وقت ہوتا ہے، جب دنیا اپنے تمام سازو سامان کے ساتھ دعوت دیتی ہے لیکن انسان اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہین دیکھتا، حضرت ابن عمرؓ کو بارہا ایسے موقعے ملے کہ اگر آپ چاہتے تو دنیاوی جاہ وجلال اور شان وشوکت کے بلند سے بلند مرتبہ پر فائز ہو سکتے تھے مگر انھون نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا، چنانچہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد لوگون نے خلافت قبول کرنے کی خواہش کی، اور اس پر سخت اصرار کیا، مگر آپ نے صاف انکار کردیا، اور ان فتنون مین پڑنا گوارا نہ کیا[1] اس سلسلہ مین ایک عجیب واقعہ قابل ذکر ہے، جس سے ان کی اصلی فطرت کا پتہ چلتا ہے، سفیان ثوریؒ امام شعبی سے روایت کرتے ہین، کہ ایکبار عبداللہ بن زبیرؓ مصعب بن زبیرؓ، عبدالملک بن مروان، اور ابن عمرؓ چارون آدمی خانہ کعبہ مین جمع تھے، سب کی رائے ہوئی کہ ہر شخص رکن یمانی پکڑ کر خدا سے اپنی اپنی دلی تمناؤن کے لئے دعا مانگے، پہلے عبداللہ بن زبیرؓ اٹھے اور دعا مانگی کہ خدایا تو بڑا ہے، اور تجھ سے بڑی ہی چیزین مانگی جاتی ہین، اس لئے مین تجھکو تیرے عرش، تیرے حرم، تیرے نبی، اور تیری ذات کی حرمت کا واسطہ دلا کر دعا کرتا ہون، کہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک کہ حجاز پر میری ولایت اور عام خلافت نہ تسلیم کر لیجائے، اس کے بعد مصعب بن زبیرؓ اٹھے، اور رکن یمانی پکڑ کر دعا مانگی، کہ تو تمام چیزون کا رب ہے، آخر مین سب کو تیری ہی طرف لوٹنا ہے، مین تیری اس قدرت کا واسطہ دیکر جس کے قبضہ مین تمام عالم ہے، دعا کرتا ہون، کہ مجھے اس وقت تک دنیا سے نہ اٹھا جب تک کہ مین عراق کا والی نہ ہو جاؤن، اور سکینہ میرے نکاح مین نہ آجائے، اس کے بعد عبدالملک نے کھڑے ہو کر دعا کی کہ اے زمین وآسمان کے خدا! مین تجھ سے ایسی چیزین مانگتا ہون جس کو تیرے اطاعت گذار بندون نے تیرے حکم سے مانگا ہے، مین تجھ سے تیری ذات کی حرمت، تیری مخلوقات وبیت الحرم کے رہنے والون کے حق کا واسطہ دیکر دعا مانگتا ہون، کہ تو مجھے دنیا سے

---

[1] استیعاب ج ۱ص ۳۷۱

اس وقت تک نہ اٹھا جب تک کہ مشرق و مغرب پر میری حکومت نہ ہو جائے، اور اس میں جو شخص رخنہ اندازی کرے، اس کا سر قلم کر دوں جب یہ جاہ پسند دعا مانگ چکے، تو وہ بادۂ حق کا سرشار اٹھا جس کے نزدیک دنیاوی طمطراق کی حقیقت سراب سے زیادہ نہ تھی اور اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے، کہ تو رحمن و رحیم ہے، میں تیری اس رحمت کا واسطہ دیکر دعا کرتا ہوں، جو تیرے غضب پر غالب ہے کہ تو مجھے آخرت میں رسوا نہ کر، اور اس عالم میں مجھے جنت عطا فرما۔[۱]

برار روایت کرتے ہیں، کہ میں ایک مرتبہ ابن عمرؓ کی لاعلمی میں ان کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا، وہ چپکے چپکے کہتے جاتے تھے کہ لوگ تلوارین اپنے کندھوں پر رکھے آپس میں کٹے مرتے ہیں، اور مجھ سے کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ ہاتھ لاؤ، بیعت کریں۔[۲]

عموماً پیٹ بھر کھانا نہ کھاتے تھے، ایک شخص چورن لایا، آپ نے پوچھا، کیا ہے؟ اس نے کہا اگر کھانا ہضم نہ ہو تو اس سے ہضم ہو جاتا ہے، فرمایا، اس کی مجھ کو کیا ضرورت ہے، میں نے تو مہینوں سے شکم سیر ہو کر کھانا ہی نہیں کھایا۔[۳]

مشتبہات سے اجتناب، شدتِ ورع کی وجہ سے ہمیشہ مشتبہات سے اجتناب فرماتے، مروان نے اپنے زمانہ میں میل کے نشان کے پتھر نصب کرائے تھے، ابن عمرؓ ادھر رخ کر کے نماز پڑھنا مکروہ سمجھتے تھے کہ اس میں پتھر کی پرستش کا خیالی شائبہ ہے، اسی طرح حضرت ابن عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ ہمیشہ عہد رسالت اور اس کے بعد خلفائے اربعہؓ کے وقت تک کھیتوں کا لگان لیا کرتے تھے، لیکن ایک مرتبہ رافع بن خدیج نے بیان کیا، کہ آنحضرت صلعم نے کھیتوں کے کرایہ سے منع کیا ہے، حضرت ابن عمرؓ نے سنا تو جا کر ان سے تصدیق چاہی، رافعؓ نے کہا کہ ہاں منع کیا ہے، کہا تم کو معلوم ہے، کہ عہد نبوی صلعم

---

[۱] ابن خلکان جلد ۱ ص ۲۴۴ مطبوعہ مصر سنہ ۱۲۹۹ [۲] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۱۱۱ [۳] ایضاً ص ۱۱۰ [۴] ازالۃ الخفا مقصد دوم ص ۱۰۹ بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ

میں زمین کا لگان لیا جاتا تھا، اگرچہ ان کو اس کا یقین نہ تھا کہ آنحضرت صلعم نے ایسا حکم دیا تھا،
مگر محض اس احتمال کی بنا پر لگان لینا چھوڑ دیا کہ شاید بعد میں آنحضرت صلعم نے ممانعت فرما دی ہو
اور مجھے علم نہ ہوا ہو[1]

ککڑی اور خربوزہ صرف اس لئے نہ کھاتے تھے کہ اس میں گندی چیزوں کی کھاد دیجاتی ہے[2]
ایک مرتبہ کسی نے کھجور کا سرکہ ہدیہ بھیجا، پوچھا کیا چیز ہے، معلوم ہوا کھجور کا سرکہ ہے، انھوں نے
فوراً پھکوا دیا کہ سکر نہ پیدا ہو گیا ہو[3]

اگرچہ غنا کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، تاہم احتیاط کا اقتضا یہی ہے، کہ اس سے احتراز کیا جائے،
چنانچہ جب اپنے کسی صاحبزادے کو گنگناتے ہوئے سنتے تو تنبیہ فرماتے[4]

اگر کسی چیز میں صدقہ کے شائبہ کا بھی وہم ہوتا تو اس کو استعمال نہ کرتے، ایک دن بازار
گئے، وہاں ایک دودھاری بکری بک رہی تھی، اپنے غلام سے کہا لے لو، اس نے اپنے دام سے
خرید لیا، آپ دودھ سے افطار کرنا پسند کرتے تھے، اس لئے افطار کے وقت اسی بکری کا دودھ پیش
کیا گیا، فرمایا کہ یہ دودھ بکری کا ہے، اور بکری غلام کی خریدی ہوئی ہے، اور غلام صدقہ کا ہے، اس لئے
اس کو لیجاؤ، مجھکو اس کی حاجت نہیں ہے[5]

ایک مرتبہ کہیں دعوت میں تشریف لے گئے، وہاں پھولدار فرش بچھا ہوا تھا، کھانا چنا
گیا، تو پہلے ہاتھ بڑھایا، پھر کھینچ لیا، اور فرمایا کہ دعوت قبول کرنا حق ہے، مگر میں روزہ سے ہوں[6]
یہ عذر پھولدار فرش کی وجہ سے تھا،

ایک مرتبہ احرام کی حالت میں سردی معلوم ہوئی، فرمایا مجھکو اڑھا دو، انکار کھلی تو چادر کی

---

[1] بخاری ج ۱ ص ۳۱۵، [2] ابن سعد جزو ۴ ق ۱ ص ۱۲۰، [3] ابن سعد ج ۴ ق ۱ ص ۱۲۳، [4] ایضاً ص ۱۱۴
[5] ایضاً ص ۱۱۸، [6] ایضاً ۱۲۷،

سنجاف اور پھول بوٹوں پر نظر پڑی، کہ وہ ابریشم سے کڑھے ہوئے تھے، فرمایا اگر اس مین یہ چیز نہ ہوتی تو استعمال مین کوئی مضائقہ نہ تھا[1]،

صدقات وخیرات، صدقہ وخیرات حضرت ابن عمرؓ کا نمایان وصف تھا، ایک ایک نشست مین بیس بیس ہزار تقسیم کر دیتے تھے، دو دو تین تین ہزار کی رقمین تو عموماً خیرات کیا کرتے تھے[2]، ایک بار یکمشت ۳۰ ہزار کی رقم خدا کی راہ مین لٹا دی[3]، قرآن پاک مین نیکوکاری کے لئے محبوب چیز خدا کی راہ مین دینے کی شرط ہے، لَن تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ حضرت ابن عمرؓ اس آیہ کی عملی تفسیر تھے آپ ہمیشہ اپنی پسندیدہ چیزون کو راہِ خدا مین دیدیتے تھے، چنانچہ جو غلام آپ کو بہت پسند ہوتا اس کو راہِ خدا مین آزاد کر دیتے، اور آپ کی نظر مین وہ غلام پسندیدہ ہوتا، جو عبادت گذار ہوتا، غلام اس نکتہ کو سمجھ گئے تھے، چنانچہ وہ مسجدون کے ہو رہتے حضرت ابن عمرؓ ان کے ذوقِ عبادت کو دیکھکر خوش ہوتے اور آزاد کر دیتے، آپ کے احباب مشورہ دیتے کہ آپ کے غلام آپ کو دھوکہ دیتے ہین، اور وہ صرف اپنی آزادی کے لئے یہ دینداری دکھاتے ہین، آپ فرماتے من خدعنا باللہ انخدعنا لہ، "جو شخص ہم کو خدا کے ذریعہ سے دھوکا دیتا ہے ہم اس سے دھوکا کھا جاتے ہین[4]"، آپ کو ایک لونڈی بہت محبوب تھی، اس کو راہِ خدا مین آزاد کر کے آپنے ایک غلام کے ساتھ بیاہ دیا، اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا، لڑکے کو آپ چومتے، اور فرماتے کہ اس سے کسی کی بو آتی ہے[5]، اسی طریقہ سے ایک دوسری چاہتی لونڈی کو آزاد کر دیا اور فرمایا، لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون[6]، آپ غلام اس کثرت سے آزاد کرتے تھے، کہ آپ کے آزاد کردہ غلامون کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہو گئی تھی[7]،

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۱ ص ۱۱۰، [2] اصابہ تذکرہ ابن عمرؓ [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۲۹، [4] ابن سعد جز ۴ ق اول ص ۱۲۳، [5] اصابہ ج ۴ ص ۱۰۹، [6] ایضاً ص ۱۰۸، [7] تہذیب التہذیب ج ۵، ص ۳۳۰،

ایک مرتبہ انھون نے نہایت عمدہ اونٹ خریدا اور سوار ہوکر حج کو چلے، اتفاق سے اس کی چال بہت پسند آئی، فوراً اتر پڑے، اور حکم دیا، کہ سامان اتالو، اور اس کو قربانی کے جانورون مین داخل کردو[1]

مسکین نوازی

مسکین نوازی آپ کا نمایان جوہر تھا، خود بھوکے رہتے لیکن مسکینون کی شکم سیری کرتے، عموماً بغیر مسکین کے کھانا نہ کھاتے تھے،

آپ کی اہلیہ آپ کی غیر معمولی فیاضی سے بہت نالان رہتی تھین، اور شکایت کیا کرتی تھین کہ جو کھانا مین ان کے لئے پکاتی ہون، وہ کسی مسکین کو بلاکر کھلا دیتے ہین، فقرا اس کو سمجھ گئے تھے، اس لئے مسجد کے سامنے آپ کی گذرگاہ پر آکر بیٹھتے تھے، جب آپ مسجد سے نکلتے تو ان کو لیتے آتے تھے، بیوی نے عاجز ہوکر ایک مرتبہ کھانا فقرا کے گھرون پر بھجوا دیا کہلا دیا کہ راستہ مین نہ بیٹھا کرین، اور اگر وہ بلائین تو بھی نہ آئین، ابن عمرؓ مسجد سے واپس ہوکر حسب معمول گھر آئے، اور غصہ مین حکم دیا کہ فلان فلان محتاجون کو کھانا بھجوا دو، کیا تم چاہتی ہو کہ مین رات فاقہ مین بسر کرون، چنانچہ بیوی کے اس طرزِ عمل پر رات کو کھانا نہ کھایا[2]

دسترخوان پر اگر کسی فقیر کی صدا کانون مین پہونچ جاتی، تو اپنے حصہ کا کھانا اس کو بھجوا دیتے اور خود روزہ سے دن گذار دیتے، ایک مرتبہ آپ کو مچھلی کھانے کی خواہش ہوئی، آپ کی بیوی صفیہ نے بڑے اہتمام سے نہایت لذیذ مچھلی تیار کی، ابھی دسترخوان چنا ہی گیا تھا، کہ ایک فقیر نے صدا لگائی، فرمایا فقیر کو دیدو، بیوی کو عذر ہوا، پھر دوبارہ فرمایا کہ نہین دیدو مجھ کو یہی پسند ہے، لیکن چونکہ بیوی نے آپ کی فرمایش سے پکائی تھی، اس لئے اس کو نہ دیا، اور کھانے کے عوض نقدی فقیر کو دیکر واپس کیا، تب آپ نے تناول فرمایا[3]، ایک مرتبہ بیمار پڑے، کھانے کے لئے انگور کے چند دانے خریدے گئے، ایک سائل آیا، حکم دیا انگور دیدو، لوگون نے عرض کیا آپ اس کو کھا لیجئے اس کو

---

[1] بخاری ج ۲ ص ۲۱۲، [2] ابن سعد جز ۴ ق ۱ ص ۱۳۲، [3] ابن سعد ج ۴ ص ۱۲۲،

دوسرے دیدیئے جائیں گے فرمایا انہیں بھی دیدو، مجبوراً وہ بھی دینے پڑے اور دیکر پھر اس سے خرید لئے گئے[1] آپ کا یہ حسن سلوک انہیں لوگوں کے ساتھ تھا جو درحقیقت اس کے مستحق ہوتے تھے جب دستر خوان پر بیٹھتے اور خوش پوش اور مرفہ الحال دکھائی پڑتا، تو نہ بلاتے لیکن آپ کے بھائی اور لڑکے اس کو بٹھا لیتے، اور اگر کوئی خستہ حال اور مسکین نظر آتا، تو اس کو فوراً بلاتے اور فرماتے یہ لوگ شکم سیر اشخاص کو بلاتے ہیں، اور جو بھوکے اور کھانے کے حاجتمند ہوتے ہیں ان کو چھوڑ دیتے ہیں[2]

فیاضی اور سیر چشمی | فقراء و مساکین کے علاوہ آپ کے ہم چشم اور ہم رتبہ اشخاص پر بھی آپ کا ابر کرم برستا تھا اگر کبھی بھولے سے کوئی چیز کسی کے پاس چلی گئی، تو پھر اس کو واپس نہ لیتے تھے عطا کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ابن عمرؓ نے مجھ سے دو ہزار درہم قرض لئے جب ادا کئے، تو دو سو زائد آگئے میں نے واپس کرنا چاہا تو کہا تمہیں لے لو[3] اسی طریقہ سے ایک مرتبہ ایک اور رقم کسی سے قرض لی جب واپس کی، تو مقروضہ درہم سے زیادہ کھرے درہم ادا کئے، قرض خواہ نے کہا یہ درہم میرے درہموں سے زیادہ کھرے ہیں، فرمایا عمداً ایسا کیا تھا[4] آپ کے غلام نافع کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ بیس ہزار درہم ایک وقت تقسیم کر دیئے، تقسیم ہو جانے کے بعد جو لوگ آئے، ان کو جنکو پہلے دے چکے تھے انھیں سے قرض لے کر دیئے[5] اقامت کی حالت میں اکثر روزہ رکھتے تھے لیکن اگر کوئی مہمان آجاتا تو افطار کرتے کہ مہمان کی موجودگی میں روزہ رکھنا فیاضی سے بعید ہے،[6] جہاں مہمان جاتے ۳ دن کی مسنون مہمانی کے بعد اپنا سامان خود کرتے، جب مکہ جاتے، تو عبداللہ بن خالد کے گھر لیے میں اترتے تھے لیکن ۳ دن کے بعد

[1] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۱۱۶، [2] ایضاً ص ۱۲۱، [3] ایضاً ص ۱۲۲، [4] ایضاً، [5] ایضاً ص ۱۲۹

[6] ابن سعد تذکرہ ابن عمرؓ

اپنی جملہ ضروریات بازار سے پوری کرتے تھے[1]

ایک مرتبہ کہین جارہے تھے، راستہ مین ایک اعرابی ملا، حضرت ابن عمرؓ نے سلام کیا اور سواری کا گدھا، اور سر کا عمامہ اتار کر اس کو دیدیا، ابن دینار ساتھ تھے، یہ فیاضی دیکھکر بولے خدا آپ کو صلاحیت دے، یہ اعرابی تو معمولی چیزون سے خوش ہوجاتے ہین، یعنی اتنی فیاضی کی ضرورت نہ تھی، فرمایا ان کے والد، میرے والد کے دوست تھے، مین نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی اپنے باپ کے احباب کے ساتھ صلہ رحمی ہے[2]،

استغنا | اس فیاضی کے ساتھ حد درجہ مستغنی المزاج واقع ہوئے تھے، کبھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہین کیا، لوگ خدمت بھی کرنا چاہتے، تو آپ قبول نہ کرتے، عبد العزیز بن ہارون نے ایک مرتبہ لکھ بھیجا، کہ آپ اپنی ضروریات کی اطلاع مجھکو دیا کیجیے، ان کو جواب مین لکھ بھیجا کہ جن کی پرورش تمھارے ذمہ ہے ان کی امداد کرو، اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اوپر کے ہاتھ سے مراد دینے والا اور نیچے کے ہاتھ سے مراد لینے والا[3]

مگر اسی کے ساتھ کسی کا ہدیہ بھی واپس نہین کرتے تھے، چنانچہ مختار اکثر مال ومتاع بھیجا کرتا تھا، آپ قبول کر لیتے، اور فرماتے کہ مین کسی سے مانگتا نہین، لیکن جو خدا دیتا ہے اس کو رد بھی نہین کرتا[4]، آپ کی پھوپھی رملہ نے دو سو دینار بھیجے، انھون نے شکریہ کے ساتھ قبول کر لئے[5]، امیر معاویہؓ آپ کے سامنے ایک لاکھ کی رقم اس خیال سے پیش کرنی چاہی کہ آپ یزید کی خلافت پر راضی ہو جائین، آپ نے فرمایا، میرا ایمان اتنا ارزان نہین ہے[6]،

محبت نبوی | آنحضرت صلعم کی محبت ان کا سرمایۂ حیات، اور جان حزین کی تسکین کا باعث

---

[1] ابن سعد تذکرہ ابن عمرؓ، [2] ایضاً، [3] ابن سعد تذکرۂ ابن عمر، [4] ایضاً جزو اول ق اول ص ۱۰۱، [5] ایضاً ص ۱۱۲، [6] ایضاً ص ۱۲۴،

تھی، آپ کی وفات کے بعد ایسے شکستہ دل ہوئے کہ اس کے بعد نہ کوئی مکان بنایا اور نہ باغ لگایا،[1] وفات نبوی کے بعد جب آپ کا ذکر آتا، تو بے اختیار رو پڑتے،[2] جب سفر سے لوٹتے تو روضۂ نبوی پر حاضر ہو کر سلام کہتے،[3] ذات نبوی کے ساتھ اس شیفتگی کا قدرتی اقتضا یہ تھا کہ آل اطہارؓ سے بھی وہی تعلق تھا، ایک مرتبہ ایک اعرابی نے مچھر کے خون کا کفارہ پوچھا، آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا عراقی، فرمایا لوگو! ذرا اس کو دیکھنا، یہ شخص مجھ سے مچھر کے خون کا کفارہ پوچھتا ہے، حالانکہ ان لوگوں نے نبی کے جگر گوشہ کو شہید کیا ہے، جن کے متعلق آنحضرت صلعم فرماتے تھے، کہ یہ دونوں میرے باغ دنیا کے دو پھول ہین،[4]

یہ محبت آل اطہارؓ کے ساتھ مخصوص نہ تھی، بلکہ جس چیز کو آنحضرت صلعم کے ساتھ کسی قسم کی نسبت ہوتی، اس سے آپ کو وہی شغف تھا، آنحضرت صلعم کبھی ایک درخت کے نیچے اترے تھے، ابن عمرؓ ہمیشہ اس کو پانی دیتے تھے، کہ خشک نہ ہو جائے،[5] مدینۃ الرسول صلعم سے اس درجہ محبت تھی، کہ تنگی کی حالت مین بھی وہان سے نکلنا گوارا نہ تھا، ایک مرتبہ آپ کے ایک غلام نے تنگ حالی کی شکایت کی، اور مدینہ سے جانے کی اجازت چاہی، کہا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے، کہ جو شخص مدینہ کے مصائب پر صبر کریگا، قیامت مین مین اس کا شفیع ہوں گا،[6]

اختلاف امت کا لحاظ حضرت ابن عمرؓ اس کام سے جسمین امت مسلمہ کے اختلاف و افتراق کا ادنیٰ خطرہ بھی نکلتا ہو احتراز فرماتے تھے، ان کی حق پرستی مسلم ہے، لیکن امت کے ضرر کے خیال سے بعض مواقع پر خاموش ہو جاتے تھے، فرماتے ہین، کہ ایک مرتبہ امیر معاویہؓ نے دعوی سے کہا کہ خلافت کا ہم سے زیادہ حقدار کون ہے، میرے دل مین آیا کہ جواب دون، کہ تم سے زیادہ وہ حقدار ہے،

[1] ازالۃ الخفاء مقصد دوم ص ۸۹ بحوالہ مصنف ابن ابی بکر، [2] ابن سعد تذکرۂ ابن عمرؓ [3] ایضاً، [4] بخاری ج ۱ ص ۵۳۰
[5] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۲۷ [6] مسند احمد ابن حنبل ج ۲ ص ۱۱۳

جس نے ہم کو اور تمہارے باپ کو اس پر مارا، مگر فساد کے خیال سے خاموش رہا[۱]۔ اختلاف امت کا ادنی ادنی باتون مین خیال رکھتے تھے، منیٰ مین آنحضرت صلعم عصر کی نماز مین قصر کرتے تھے، آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا بھی یہی طریقہ رہا، حضرت عثمانؓ بھی ابتدا مین دو ہی رکعت پڑھتے تھے، مگر کچھ دنون کے بعد پوری چار پڑھنے لگے حضرت ابن عمرؓ بھی تفریق کے خیال سے امام کے پیچھے چار پڑھتے، لیکن اکیلے ہوتے تو قصر کرتے، اور فرماتے کہ "الخلاف منکر[۲]" اختلاف ناپسندیدہ ہے، فرمایا کرتے تھے، کہ اگر میری خلافت پر دو شخص کے علاوہ پوری امت محمدیؐ متفق ہو جائے تو بھی مین ان سے نہ لڑون گا، لوگون کو نصیحت کرتے، کہ ہم لوگون سے اس لئے لڑتے تھے کہ دین فساد کا ذریعہ نہ بنے، اور خالص خدا کے لئے ہو جائے اور تم اس لئے لڑتے ہو کہ دین غیر خدا کا ہو کر فتنہ و فساد کی بنیاد بن جائے، ایک شخص نے کہا، کہ آپ سے زیادہ فتنہ پرداز امت محمدی مین کوئی نہین، فرمایا یہ کیسے، خدا کی قسم نہ مین نے ان کا خون بہایا، نہ ان کی جماعت مین اختلاف ڈالا، نہ ان کی مجتمعہ قوت منتشر کی، اس نے بر سبیل مبالغہ کہا کہ اگر آپ چاہتے تو دو شخص بھی آپ کی خلافت مین اختلاف نہ کرتے، آپ نے فرمایا مین اس کو ناپسند کرتا ہون کہ ایک شخص کہے کہ مین تمہاری خلافت سے راضی ہون، دوسرا کہے کہ مین راضی نہین ہون[۳]، براء روایت کرتے ہین، کہ مین ایک دن عبداللہ بن عمرؓ کی لاعلمی مین ان کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا، وہ فرماتے جاتے تھے، کہ لوگ تلوارین لئے آپس مین کٹے مرتے ہین، پھر کہتے ہین، کہ ابن عمرؓ بیعت کے لئے ہاتھ بڑھاؤ[۴]،

اسی اختلاف امت کے خیال سے ہر خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے تھے، کہ مبادا انکا

---

[۱] طبقات ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۱۳۴ و بخاری، [۲] ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۶ و مسلم ج ۱ باب قصر الصلوٰۃ بمنیٰ، [۳] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۱۱۱،

کسی نئے فتنہ کی بنیاد نہ بنجائے، چنانچہ فتنہ کے زمانہ مین ہر امیر کے پیچھے نماز پڑھ لیتے، اور زکوٰۃ ادا کردیتے، خود فرماتے تھے کہ مین دورِ فتن مین جنگ وجدل سے الگ رہتا ہون، اور ہر غالب کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہون[1]، مگر یہ اطاعت اسی حد تک تھی جہان تک مذہب اجازت دیتا لیکن اگر مذہبی پابندی مین کوئی خلل پڑتا، تو اطاعت ضروری نہین سمجھتے تھے، چنانچہ ابتداءً حجاج کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے لیکن جب اس نے نماز مین تاخیر شروع کی، تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑدی بلکہ مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے آئے[2]،

اس احتیاط کی بنا پر حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت مین فتنہ وفساد اور افتراق وانشقاق کا جو طوفان اٹھا اور اسمین بہت کم ایسے مسلمان تھے جنکا ہاتھ ایک دوسرے کے خون سے رنگین نہ ہوا ہو ابن عمرؓ اپنے کمالِ احتیاط کے باعث اس ہنگامۂ عام مین بھی بچے رہے، چنانچہ محمدؒ کہتے ہین، کہ "ہم مین کوئی شخص مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے تو وہ عبداللہ بن عمرؓ ہین"،

اظہارِ حق مین جرأت وبیباکی اس مصالحانہ اور مرنج ومرنجان زندگی کے باوجود دینی مسائل اور مذہبی معاملات جہان آجاتے وہ حق گوئی مین حد درجہ بے باک ہوجاتے تھے، اور اس موقع پر حق گوئی کے جذبات مصالح امت پر غالب آجاتے تھے، چنانچہ بنی امیہ کا جابرانہ طرزِ عمل سخت ناپسندیدہ تھا، اور اس پر نہایت سختی سے نکتہ چینی کرتے تھے، حجاج کے مظالم سے دنیائے اسلام تنگ آگئی تھی، مگر کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی، لیکن حضرت ابن عمرؓ بےخوف وخطر اس کے منہ پر کہہ دیتے، ایک مرتبہ حجاج خطبہ دے رہا تھا حضرت ابن عمرؓ بھی تھے آپ نے فرمایا، یہ خدا کا دشمن ہے اس نے حرم الٰہی کو رسوا کیا، بیت اللہ کو تباہ کیا، اولیاء اللہ کو قتل کیا[3]، ایک مرتبہ حجاج نے دوران خطبہ مین کہا کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے کلام اللہ مین تغیر وتبدل کیا ہے، حضرت ابن عمرؓ نے جھلا کر فرمایا کہ "تو

[1] ابن سعد جز ۴ ق ا ص ۱۱۰، [2] طبقات جز ۴ ق ا تذکرۂ ابن عمرؓ [3] تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۳۲،

جھوٹ بکتا ہے، نہ ابن زبیرؓ مین اتنی طاقت ہے، اور نہ تیری یہ مجال ہے[1]، مرض الموت مین جب حجاج عیادت کو آیا، اور انجان بنکر کہا کہ، کاش زخمی کرنے والے کا مجھکو علم ہوجاتا، تو بگڑکر کہا کہ وہ تمھارا نیزہ تھا، حجاج نے پوچھا یہ کیسے، کہا تم نے ایام حج مین لوگون کو مسلح کیا، اور حرم محترم مین ہتھیارون کو داخل کیا، پھر پوچھتے ہو کس نے زخمی کیا[2]، ایک مرتبہ حجاج مسجد مین خطبہ دے رہا تھا، اور اس کو اس قدر طول دیا، کہ عصر کا وقت آخر ہوگیا، آپ نے آواز دی کہ نماز کا وقت جارہا ہے، تقریر ختم کرو، اس نے نہ سنا، دوبارہ پھر کہا، اس مرتبہ بھی اس نے خیال نہ کیا، تیسری مرتبہ پھر کہا، تین مرتبہ کہنے کے بعد حاضرین سے فرمایا، اگر مین اٹھ جاؤن تو تم بھی اٹھ جاؤگے؟ لوگون نے کہا ہان چنانچہ یہ کہکر کہ، معلوم ہوتا ہے کہ تمکو نماز کی ضرورت نہین ہے، اٹھ گئے، اس کے بعد حجاج منبر سے اتر آیا، اور نماز پڑھی، اور ابن عمرؓ سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیون کیا، کہا کہ ہم لوگ نماز کے لئے مسجد آتے ہین، اس لئے جس وقت نماز کا وقت آجائے اس وقت فوراً تم کو نماز پڑھنی چاہیئے، نماز کے بعد جس قدر تمھارا دل چاہے، بکا کرو[3]، اسی وجہ سے خلفائے بنو امیہ اپنی رعونت کے باوجود ان کا بہت لحاظ کرتے تھے، آنحضرت صلعم کے وقت سے خط لکھنے کا یہ طریقہ تھا کہ کاتب بسم اللہ کے بعد اپنا نام لکھتا، پھر مکتوب الیہ کا نام لکھتا، کہ منجانب فلان الی فلان، لیکن خلفائے امیہ نے جہان اور بدعات رائج کین، وہان اس طریقہ کو بھی بدل دیا، اور اظہار ترفع کے لئے یہ طریقہ رائج کیا کہ خط مین پہلے خلیفہ کا نام لکھا جائے، پھر بھیجنے والا اپنا نام تحریر کرے، ابن عمرؓ کی خودداری اس کو کب گوارا کرسکتی تھی، انھون نے جو بیعت نامہ لکھا، اس مین اسی سابق طریقہ پر من عبد اللہ بن عمر الی عبد اللہ بن مروان لکھا، اس تحریر کو دیکھ کر درباریون نے کہا کہ ابن عمرؓ نے حضور سے پہلے اپنا نام لکھا ہے، عبد الملک نے کہا کہ ابو عبد الرحمن کی ذات سے اتنا بھی بہت ہے۔

[1] ابن سعد جز ۴ قسم اول ص ۱۳۵، [2] بخاری جلد ۱ ص ۱۳۲، [3] ابن سعد ق ۱ ص ۱۱۷،

بہت غنیمت ہے[1]،

مساوات، اسلام نے ان تمام امتیازات کو جن سے ایک انسان کی تحقیر اور دوسرے کی بیجا عظمت ہو مٹا دیا، ابن عمرؓ اس مساوات کا عملی نمونہ تھے، وہ ان تمام امتیازات کو جن سے مساوات میں فرق آتا ہو ناپسند فرماتے تھے، جہاں لوگ آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے وہاں نہ بیٹھتے[2]، اپنے غلاموں کو بھی مساوات کا درجہ دیدیا تھا، اور ان کو عزتِ نفس کی تعلیم دیتے تھے، دستور تھا کہ غلام تحریر میں پہلے آقا کا نام لکھتا، پھر اپنا، انھوں نے اپنے غلاموں کو ہدایت کر دی کہ جب مجھکو خط لکھو، تو پہلے اپنا نام لکھو[3]، غلاموں کو دسترخوان پر ساتھ بٹھاتے، ایک مرتبہ دسترخوان بچھا ہوا تھا، ادھر سے کسی کا غلام گذرا تو اسکو بھی بلا کر ساتھ بٹھایا[4]، غلاموں کے کھانے پینے کا خیال بال بچوں کی طرح رکھتے تھے، ایکمرتبہ ان لوگوں کے کھانے میں تاخیر ہوگئی، خانساماں سے پوچھا غلاموں کو کھانا کھلایا، اس نے نفی میں جواب دیا، برہم ہوکر فرمایا جاؤ ابھی کھلا دو، انسان کے لئے یہ سب سے بڑا گناہ ہے کہ اپنے غلاموں کے خورد و نوش کا خیال نہ رکھے[5]، غلاموں کو نہ کبھی برا بھلا کہتے تھے، اور نہ کبھی ان کو مارپیٹ کرتے تھے، اگر کبھی غصہ کی حالت میں ایسا کوئی فعل سرزد ہو جاتا تو اسکو کفارہ کے طور پر آزاد کر دیتے، سالم کہتے ہیں، کہ ابن عمرؓ نے ایک مرتبہ کے علاوہ کبھی کسی غلام کو لعنت ملامت نہیں کی، ایک مرتبہ غصہ میں ارح کہنے پائے تھے کہ زبان روک لی، اور فرمایا میں ایسی بات زبان سے نکال رہا ہوں، جو نہ نکالنی چاہئے[6]، ایک مرتبہ ایک غلام کو کسی بات پر مار بیٹھے مارنے کے بعد اس قدر متاثر ہوئے کہ اسکو آزاد کر دیا[7]،

---

[1] ابن سعد ق ۱ ص ۱۱۲، [2] ایضاً جزء ۴ ق ۱ ص ۱۳۰، [3] ایضاً ص ۱۲۲، [4] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۲۸،

[5] مسلم ج ۱ ص ۱۳۶۶، [6] اصابہ ج ۴ ص ۱۰۸، [7] مسلم ج ۲ ص ۱۲۵،

تواضع وانکسار | اس مساوات کا دوسرا پہلو انکسار و تواضع ہے، جب تک یہ صفات نہ ہون گی، اس وقت تک مساوات کا جذبہ نہین پیدا ہو سکتا، ابن عمرؓ مین یہ صفات بھی بدرجۂ اتم موجود تھین، اپنی مدح سرائی سننا خود پرستی کا پہلا زینہ ہے، ابن عمرؓ اپنی تعریف سننا سخت ناپسند کرتے تھے، ایک شخص ان کی تعریف کر رہا تھا، انھون نے اس کے منہ مین مٹی جھونک دی اور کہا آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ مداحون کے منہ مین مٹی ڈالا کرو[1]، اپنے لئے معمولی انسانون سے زیادہ شرف گوارا نہ کرتے تھے، کسی نے ان سے پوچھا تم کون ہو، فرمایا جو تم سمجھو، اس نے کہا تم سبط ہو، تم وسط ہو، فرمایا سبحان اللہ سبط بنی اسرائیل تھے، اور امت وسط پوری امت محمدی ہے، ہم تو مضر کے درمیانی لوگ ہین، اس سے زیادہ اگر کوئی رتبہ دیتا ہے، تو جھوٹا ہے، بلا امتیاز ہر کس و ناکس کو سلام کرتے، بلکہ اسی ارادہ سے گھر سے نکلتے تھے طفیل بن کعب جو روزانہ صبح و شام ان کے ساتھ بازار جایا کرتے تھے، بیان کرتے تھے کہ ابن عمرؓ بلا امتیاز تاجر، مسکین اور خستہ حال سب کو سلام کرتے تھے، ایک دن مین نے ان سے پوچھا آپ بازار کیون جاتے ہین، حالانکہ نہ خرید و فروخت کرتے ہین، نہ کسی جگہ بیٹھتے ہین، فرمایا صرف لوگون کو سلام کرنے کی غرض سے[2]، اتفاق سے اگر کسی کو سلام کرنا بھول جاتے، تو پلٹ کر سلام کرتے[3]، تواضع اور فروتنی کا سب سے بڑا مظہر حلم ہے، ابن عمرؓ تلخ سے تلخ باتین سنکر پی جاتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کو پیہم گالیان دینی شروع کین، آپ نے صرف اس قدر جواب دیا، کہ مین اور میرے بھائی عالی نسب ہین، پھر خاموش ہو گئے[4]،

ہردلعزیزی | اس مساوات، تواضع اور حلم کا یہ نتیجہ تھا، کہ عام طور پر لوگون میں آپ کو محبوبیت

---

[1] مسند ابن حنبل ج ۲ ص ۹۴ [2] موطا امام مالک ص ۳۸۰، [3] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۱۴۲،

[4] اصابہ ج ۴ ص ۱۰۸،

حاصل تھی، مجاہد کہتے ہین، کہ ایک دن مین ابن عمرؓ کے ساتھ نکلا، لوگ بکثرت ان کو سلام کرتے تھے، انھون نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ لوگ مجھ سے اسقدر محبت کرتے ہیں، کہ اگر چاندی سونے کے عوض بھی محبت خریدنا چاہوں تو اس سے زیادہ نہین مل سکتی[۱]،

سادگی؛ ابن عمرؓ کی تصویر حیات تکلفات کے آب و رنگ سے یکسر پاک تھی، گو آپ بہت فارغ البال تھے، اوپر گذر چکا ہے، کہ ۲۰،۲۰ ہزار ایک ایک نشست مین لوگون کو دے ڈالتے تھے، لیکن خود ان کی زندگی یہ تھی، کہ کل اثاث البیت ۱۰۰ درہم سے زیادہ کا نہ تھا، میمون کا بیان ہے، کہ مین نے ابن عمرؓ کے اثاث البیت کا جائزہ لیا، تو فرش اور بستر ملا کر بھی اس کی قیمت سو درم (یعنی تقریباً بیس روپئے) تک نہین پہونچی تھی[۲]، فاروق اعظمؓ کا بیٹا اور یہ مسکنت اللہ اکبر! ہر وہ چیز ناپسند تھی جسمین تنعم کی بو ہوتی، چنانچہ جمعہ کے علاوہ اور دنون مین خوشبو کا استعمال بھی پسند خاطر نہ تھا، ایک مرتبہ کپڑے بخورات مین بسائے گئے، ان کو جمعہ کے دن استعمال کیا، پھر اتار کر رکھدیا، اتفاق سے دوسرے دن سفر پیش آیا، منزل کے قریب پہونچکر کپڑے مانگے تو وہی جوڑا پیش کیا گیا، لیکن اس مین خوشبو کا اثر تھا، اس لئے واپس کر دیا[۳]، طعام بھی نہایت سادہ تھا، اگر دسترخوان نہ بچھتا، تو بڑے برتن مین کھانا رکھدیا جاتا، سب مع اہل وعیال اسی کے گرد بیٹھکر کھا لیتے، اس کش مکش مین کھانے والون کو کبھی کھڑے ہو کر کھانا پڑتا تھا[۴]،

دعوت وغیرہ مین عام طور پر معمول سے زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے، لیکن ابن عمرؓ کا دسترخوان اس دن بھی تکلفات سے خالی ہوتا تھا، آپ کے غلام نافع کا بیان ہے، کہ ایک دن ایک اونٹنی ذبح کی، اور مجھ سے کہا مدینہ والون کو مدعو کر آؤ، مین نے عرض کیا کس چیز

[۱] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۱۱۴، [۲] ایضاً ج ۴ ق ۱ ص ۱۲۱، [۳] ایضاً ص ۱۰۰، [۴] ایضاً ص ۱۰۹،

کی دعوت دیتے ہین، "روٹی تک تو ہے نہین" فرمایا بس خدا تم کو بخشے، گوشت موجود ہے، شوربہ موجود ہے، جس کا دل چاہے گا کھائے گا، جس کا دل نہ چاہے گا نہ کھائے گا،[1]

اسی سادگی کی بنا پر تمام کام اپنے ہاتھ سے انجام دیتے تھے، مجاہد کا بیان ہے، کہ ابن عمرؓ جو کام خود کر سکتے تھے، وہ دوسرون سے نہ کراتے تھے، حتیٰ کہ اونٹنی وغیرہ بٹھانے مین بھی دوسرون سے نہ مدد لیتے تھے،[2] گھر بھی اپنے ہاتھ سے بناتے تھے، خود فرماتے تھے، "کہ مین نے بلاکسی اعانت کے آنحضرت صلعم کے ساتھ اپنے ہاتھون سے ایک گھر بنایا تھا"[3]

ذریعہ معاش، حضرت عمرؓ کے زمانہ مین جب صحابہؓ کے وظیفے کئے گئے، تو ڈھائی ہزار ان کا وظیفہ بھی مقرر ہوا اور اسامہ بن زیدؓ کا ۳ ہزار مقرر ہوا، انھون نے اعتراض کیا کہ جب مین کسی چیز مین ان سے اور آپ ان کے والد سے پیچھے نہ رہے تو پھر اس تفریق کا کیا سبب ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ تو تم سچ کہتے ہو، مگر آنحضرت صلعم ان کے والد کو تمھارے والد سے اور انکو تم سے زیادہ محبوب رکھتے تھے، یہ جواب سنکر وہ خاموش ہو گئے[4] اس کے علاوہ لگانی زمینین بھی تھین[5]،

لباس، لباس بہت معمولی پہنتے تھے، عموماً قمیص، ازار، اور سیاہ عمامہ استعمال کرتے تھے، چپل پہنتے تھے، ازار نصف ساق تک ہوتا تھا، رنگون مین زرد رنگ استعمال کرتے تھے، کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ رنگ پسند تھا، کبھی کبھی بیش قیمت لباس بھی پہن لیتے تھے، نافع کہتے ہین، کہ مین نے ان کو پانسو تک کی چادر اوڑھے دیکھا ہے، انگوٹھی بھی رکھتے تھے، جس پر عبد اللہ بن عمرؓ کندہ تھا، مگر وہ صرف مہر

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق ا ص ۱۲۱، [2] بخاری ج ۲ ص ۹۴۲، [3] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۵۹، [4] بخاری جلد ۲ باب کرز المزارع،

وغیرہ کے وقت کام آتی تھی، پہنتے نہ تھے[1]،

حلیہ، شکل وصورت مین وہ اپنے والد بزرگوار سے بہت مشابہ تھے، دراز قامت اور بھاری بھرکم تھے، رنگ گندمی تھا[2]، کندھون تک کاکلین تھین، کبھی کبھی مانگ بھی نکالا کرتے تھے[3]، داڑھی بقدر ایک مشت رکھتے تھے، موچھین اس قدر گھری کترواتے تھے، کہ لبون کی سپیدی نمایان ہوجاتی تھی، زرد خضاب کرتے تھے[4]،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب، عمیر نام، ابوہریرہ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمیر بن عامر بن عبد ذی الشری بن طریف بن غیاث بن ہنیہ بن سعد بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس[5]، اصل خاندانی نام عبد شمس تھا، اسلام کے بعد آنحضرت صلعم نے عمیر رکھا[6]، کنیت کی وجہ خود بیان کرتے ہین کہ مین ایک "ہرہ" بلی پالے تھا، شب کو ایک درخت مین رکھتا تھا، اور صبح کو جب بکریان چرانے جاتا، تو ساتھ لے لیتا، اور اس کے ساتھ کھیلتا، لوگون نے یہ غیر معمولی دلچسپی دیکھ کر مجھ کو ابوہریرہ کہنا شروع کیا[7]، دوس کا قبیلہ یمن مین آباد تھا،

قبل از اسلام، بچپن مین باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا، اس لئے فقر وافلاس بچپن کے ساتھی بن گئے تھے، بسرہ بنت غزوان کے پاس محض روٹی کپڑے پر ملازم تھے اور خدمت یہ سپرد تھی، کہ جب وہ سوار ہون تو یہ پا پیادہ ننگے پاؤن دوڑتے ہوئے اسکی سواری لے چلین، اتفاق سے بعد مین یہی عورت ان کے نکاح مین آگئی، تو جو کام وہ ان سے لیتی تھی، وہی کام یہ اس سے لینے لگے[8]،

اسلام وہجرت، ابوہریرہؓ کے ایک ہم قبیلہ طفیل بن عمرو دوسی ہجرت عظمیٰ کے قبل مکہ ہی مین قرآن کے

---

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم اول تذکرہ ابن عمرؓ ، [2] اصابہ جلد ۴ ص ۱۰۹ ، [3] ابن سعد قسم اول جزء ۴ ص ۱۳۳ [4] ایضاً تذکرہ ابن عمرؓ ، [5] ابن سعد جزء ۴ ق ۲ ص ۵۲ ، [6] ترمذی مناقب ابوہریرہؓ ، [7] ابن سعد ترجمۂ ابوہریرہؓ دوسی

معجزانہ سحر سے مسحور ہو چکے تھے اور اسلام لانے کے بعد اس کی تبلیغ کے لئے یمن لوٹ آئے تھے، چنانچہ انکی کوششوں سے دوس مین اسلام پھیلا اور غزوۂ خیبر کے زمانہ مین یہ یمن کے اسّی خانوادون کو لیکر آنحضرت صلعم کی خدمت بابرکت مین حاضر ہوئے لیکن آپ اس وقت خیبر مین تشریف رکھتے تھے اس لئے مدینہ سے خیبر پہونچے[1] اسی قبیلہ کے ساتھ ابوہریرہ رضؓ بھی تھے، یہ راستہ مین نہایت شوق وولولہ کے ساتھ یہ شعر

یا لیلۃ من طولہا وعنائہا   علی انہا من دار الکفر نجت

پڑھتے جاتے تھے، اسی ولولہ کے ساتھ مدینہ پہونچے، ایک غلام ساتھ تھا، وہ راستہ مین گم ہو گیا، مدینہ پہونچے تو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم خیبر مین تشریف رکھتے ہین، چنانچہ وہین جاکر مشرف باسلام ہوئے، اتفاق سے اسی وقت مفرور غلام دکھائی دیا، آنحضرت صلعم نے فرمایا ابوہریرہؓ تمھارا غلام آگیا، عرض کیا خدا کی راہ مین آزاد ہے[2] بیعتِ اسلام کے بعد دامن نبوی سے وابستہ ہو گئے، اور ایسے وابستہ ہوئے کہ مرتے دم تک ساتھ نہ چھوڑا[3]،

غزوات، غزوات مین انکی شرکت کی تصریح نہین ملتی مگر اس قدر معلوم ہے کہ اسلام کے بعد متعدد غزوات مین شریک ہوئے، بیان کرتے تھے، کہ مین جن جن لڑائیون مین شریک رہا غزوۂ خیبر کے علاوہ ان سب مین مال غنیمت ملا کیونکہ اس کا مال حدیبیہ والون کے لئے مخصوص تھا[4]،

مان کا اسلام، دولت اسلام سے بہرہ ور ہونے کے بعد فکر ہوئی کہ مادر مشفقہ کو بھی اس سعادت مین شریک کرین، مگر وہ برابر انکار کرتی رہین، ایک دن حسب معمول ان کو اسلام کی دعوت دی، انھون نے شان نبوت مین کچھ ناروا الفاظ استعمال کئے، ابوہریرہؓ روتے ہوئے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور واقعہ بیان کرکے مان کے اسلام کے لئے طالب دعا ہوئے، رحمت عالم نے دعا فرمائی، واپس ہوئے تو دعا قبول

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۵، [2] بخاری ج ۱ باب الشرکہ باب اذا قال لعبدہ ہو معہ و نوی العتق خیبر جانے کا واقعہ ابن سعد سے ماخوذ ہے، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۱۶، [4] طبقات ابن سعد جزء ۴ ق ا ص ۵۷،

ہو چکی تھی، والدہ اسلام کے لئے نہا دھو کر تیار ہو رہی تھیں، ابو ہریرہؓ گھر پہونچے تو ان کو اندر بلایا، اور اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہ کی ساعت نواز ترانہ کے ساتھ ان کا استقبال کیا، یہ فوراً الٹے پاؤں فرط مسرت سے روتے ہوئے کاشانۂ نبوی پر حاضر ہو کر عرض گذار ہوئے "یا رسول اللہ! بشارت ہو آپ کی دعا قبول ہوئی، خدا نے میری ماں کو اسلام کی ہدایت بخشی[1]"

عہد خلفاء حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں ملکی معاملات میں کوئی حصہ نہ لیا، اس لئے کہیں نمایاں طور پر نظر نہیں آتے، اس مدت میں اپنے محبوب مشغلہ حدیث کی اشاعت میں خاموشی کے ساتھ مصروف رہے،

حضرت عمرؓ کے زمانہ سے زندگی کا دوسرا دور شروع ہوا، انھوں نے ان کو بحرین کا عامل مقرر کیا اور اسی دن سے ان کا فقر و افلاس ختم ہوا، وہاں سے واپس ہوئے تو دس ہزار روپیہ پاس تھا حضرت عمرؓ کے سخت گیر احتساب نے بازپرس کی، کہ اتنی رقم کہاں سے ملی؟ عرض کی، گھوڑیوں کے بچوں، عطیوں اور غلاموں کے ٹیکس سے، تحقیقات سے واقعہ صحیح نکلا، تو حضرت عمرؓ نے دوبارہ بحرین کی امارت پر واپس کرنا چاہا، مگر انھوں نے انکار کر دیا، حضرت عمرؓ نے پوچھا تم کو امارت قبول کرنے میں کیوں عذر ہے، اسکی خواہش تو حضرت یوسفؑ نے کی جو تم سے افضل تھے، عرض کی، وہ نبی اور نبی زادہ تھے، میں بیچارہ ابوہریرہ امیمہ کا بیٹا ہوں، میں تین باتوں سے ڈرتا ہوں، ایک یہ کہ بغیر علم کے کچھ کہوں، دوسرے یہ کہ بغیر حجت شرعیہ کے فیصلہ کروں، تیسرے یہ کہ مارا جاؤں، میری آبروریزی کی جائے، اور میرا مال چھینا جائے[2]،

حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں بالکل خاموش رہے، البتہ آخر میں حضرت عثمانؓ کے محصور ہونے کے بعد ان کی حمایت میں لوگوں کو ان کی امداد و اعانت پر آمادہ کرتے تھے، چنانچہ محاصرہ کی حالت میں حضرت عثمانؓ کے گھر میں موجود تھے، کچھ اور لوگ بھی تھے، ان سب کو خطاب کر کے کہا میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ "تم لوگ میرے بعد فتنہ اور اختلاف میں مبتلا ہو گے، لوگوں نے

---

[1] مسلم ج ۲ فضائل ابی ہریرہ، [2] اصابہ ج ۷ ص ۲۰۶

پوچھا دیا رسول اللہ اس وقت ہمارا کیا طرزِ عمل ہونا چاہیے، فرمایا، تم کو امین اور اس کے حامیوں کے ساتھ ہونا چاہیے[۱] اس سے حضرت عثمان غنیؓ کی طرف اشارہ تھا،

حضرت عثمانؓ کے محاصرہ تک حضرت ابوہریرہؓ کا پتہ چلتا ہے، اس کے بعد آپ کی شہادت جنگ جمل، جنگ صفین وغیرہ میں کہیں نہیں نظر آتے، اس کا سبب یہ ہے، کہ اس فتنۂ عام کے زمانہ میں اکثر محتاط صحابہؓ گوشہ نشین ہو گئے تھے، بہتوں نے تو آبادی چھوڑ کر بادیہ نشینی اختیار کر لی تھی حضرت ابوہریرہؓ بھی فتنہ میں مبتلا ہونے کے خوف سے کہیں روپوش ہو گئے تھے، ان فتنوں کے بعد امیر معاویہؓ کے عہدِ حکومت میں مدینہ پر مروان کے قائم مقام کی حیثیت سے نظر آتے ہیں،

علالت | ۵۸ھ میں مدینہ میں بیمار ہوئے، بڑے بڑے لوگ عیادت کو آتے تھے، خود مروان بن حکم بھی آتا تھا، بیماری کی حالت میں زندگی کی کوئی آرزو باقی نہ رہی تھی، اگر کوئی تمنا تھی تو صرف یہ کہ جلد سے جلد یہ دار الابتلا چھوڑ کر دار البقا میں داخل ہو جائیں، ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن عیادت کو آئے، اور اج کے مطابق ان کی صحت کے لئے دعا کی، انھوں نے کہا خدایا اب دنیا میں نہ لوٹا، پھر ابوسلمہ کو مخاطب کرکے بولے، وہ زمانہ بہت جلد آنے والا ہے، جب انسان موت کو سونے کے ذخیرہ سے زیادہ پسند کریگا، اگر تم زندہ رہے، تو دیکھو گے کہ جب آدمی کسی قبر پر گذریگا، تو تمنا کریگا، کہ کاش بجائے اس کے یہ خود محوِ خواب ہوتا،[۲]

بیماری کی حالت میں پیش آنے والی منزل کے خطرات کو یاد کرکے بہت روتے تھے، لوگ رونے کا سبب پوچھتے تو فرماتے کہ میں اس دنیا کی دلفریبیوں پر نہیں روتا بلکہ سفر کی طوالت اور زادِ راہ کی قلت پر آنسو بہاتا ہوں، اس وقت میں دوزخ جنت کے نشیب و فراز کے درمیان ہوں، معلوم نہیں ان میں سے کس راستہ پر جانا ہوگا،[۳]

---

[۱] مسند ابن حنبل ج ۲ ص ۳۴۵ [۲] مسلم ج ۱ ص ۴۱۵ مطبوعہ مصر، [۳] ابن سعد جزء ۴ ق ۲ ص ۶۲، [۴] ایضاً،

وصیت، آخر وقت مین تجہیز وتکفین کے متعلق ہدایتین دین، کہ آنحضرت صلعم کی طرح مجھکو عمامہ اور قمیص پہنانا اور
عرب کے دستور کے مطابق میری قبر پر خیمہ نصب کرنا، اور نہ جنازہ کے پیچھے آگ لے چلنا، اور جنازہ
لیجانے مین جلدی کرنا، کہ اگر مین صالح ہونگا تو جلد اپنے رب سے ملونگا، اور اگر بدقسمت ہونگا تو
ایک بوجھ تمھاری گردن سے دور ہوگا، [1]

وفات اور تجہیز وتکفین، وصیت وغیرہ کے بعد انتقال فرمایا، لیکن چونکہ مدینہ کے امیر ولید بن عتبہ نے
پہلے سے کہلا بھیجا تھا کہ بغیر میری اجازت کے میت دفن نہ کیجائے، اس لئے ظہر سے عصر تک اس کا
انتظار کیا گیا، اس کے بعد لوگون نے نماز پڑھانی چاہی لیکن ولید کے آدمی نے روک دیا کہ بغیر امیر کے
نماز نہین پڑھائی جا سکتی چنانچہ بعد نماز عصر ولید نے نماز پڑھائی، اکابر صحابہ مین حضرت ابن عمر رض
ابوسعید خدری رض موجود تھے، نماز کے بعد حضرت عثمان رض کے صاحبزادون نے کندھا دیکر جنت البقیع
پہونچایا، اور مہاجرین کے گورغریبان مین اس مخزن علم کو سپرد خاک کیا، انا للہ وانا الیہ راجعون [2]
انتقال کے وقت ۷۰ سال کی عمر تھی، [3]

ترکہ، معلوم نہین کس قدر چھوڑا، البتہ جب ولید حاکم مدینہ نے امیر معاویہ رض کو آپ کی وفات کی خبر
دی تو انھون نے ترکہ کے علاوہ خزانہ شاہی سے دس ہزار درہم آپ کے ورثہ کو دلوائے، اور ولید کو
ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی، [4]

حلیہ، رنگ گندم گون، شانے کشادہ، دانت آبدار تھے، اور آگے دو دانتون کے درمیان جگہ خالی
تھی، زلفین رکھاتے تھے، اور بالون مین زرد خضاب کرتے تھے،

لباس، عموماً سادہ ہوتا تھا یعنی صرف دو رنگین کپڑے استعمال کرتے تھے کبھی کبھی کتان وغیرہ کے

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق ۲ ص ۶۲-۶۳، [2] ایضاً ص ۶۳، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۱۷،
[4] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۰۸،

بیش قیمت لباس بھی استعمال کر لیتے تھے،

فضل وکمال، حضرت ابوہریرہ رض ان صحابہ میں ہیں جو علم حدیث کے اساطین سمجھے جاتے ہیں، آپ بالاتفاق صحابۂ کرام کی جماعت میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے، اگرچہ حضرت عبداللہ بن عمر رض اور انس بن مالک رض بھی حفاظ میں ممتاز درجہ رکھتے تھے، لیکن حضرت ابوہریرہ رض کو کثرت روایت میں ان پر بھی تفوق حاصل تھا، آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ ابوہریرہ رض علم کا ظرف ہیں[1]،

ذوق علم حضرت ابوہریرہ رض کو علم کی بڑی حرص تھی، ان کا ذوق علم حرص کے درجہ تک پہونچ گیا تھا، ان کی علمی حرص کا اعتراف خود آنحضرت صلعم نے فرمایا، ایک مرتبہ انھوں نے آنحضرت صلعم سے سوال کیا، کہ "قیامت کے دن کون خوش قسمت آپ کی شفاعت کا زیادہ مستحق ہوگا، فرمایا کہ "تمھاری حرص علی الحدیث کو دیکھکر میرا پہلے سے خیال تھا، کہ یہ سوال تم سے پہلے کوئی نہ کرے گا[1]"،

عام طور پر لوگ آنحضرت صلعم سے زیادہ سوالات کرتے ہوئے جھجکتے تھے، لیکن حضرت ابوہریرہ رض نہایت دلیری سے پوچھتے تھے، عبداللہ بن عمر رض سے ایک شخص نے کہا کہ "ابوہریرہ رض آنحضرت صلعم سے کثرت سے روایت کرتے ہیں" انھوں نے جواب دیا "پناہ بخدا، ان کی روایات میں کسی قسم کا شک وشبہہ نہ کرنا، اسکی وجہ صرف یہ ہے، کہ وہ آنحضرت صلعم سے پوچھنے میں بہت جری تھے، اس لئے وہ ایسے ایسے سوالات کرتے تھے، جنکو ہم لوگ نہیں کر سکتے تھے[2]"

یہ ذاتی ذوق وشوق تھا، اسی کے ساتھ یہ چاہتے تھے کہ ہر مسلمان کے دل میں طلب علم کی یہی تڑپ پیدا ہو جائے، ایک دن بازار جاکر لوگوں کو پکارا کہ تم کو کس چیز نے مجبور رکھا ہے؟ لوگوں نے پوچھا، کس شے سے؟ کہا وہاں رسول اللہ صلعم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے اور تم لوگ یہاں بیٹھے ہو، لوگوں نے پوچھا کہاں؟ کہا مسجد میں، چنانچہ سب دوڑ کر مسجد آئے، لیکن یہاں کوئی مادی

---

[1] بخاری کتاب العلم، [2] مسند احمد ابن حنبل ج ۲ ص ۳۰۲، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۰،

میراث نہ تھی، اس لئے لوٹ گئے اور کہا وہاں کچھ بھی تقسیم نہیں ہوتا، البتہ کچھ لوگ نمازیں پڑھ رہے تھے، کچھ لوگ قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف تھے، کچھ حلال وحرام پر گفتگو کر رہے تھے، بولے تم لوگوں پر افسوس ہے، یہی تمہارے نبی کی میراث ہے[1]،

حدیث میں ان کا پایہ، | اس تلاش و جستجو نے ان کو حدیث کا بحر بےکران بنا دیا تھا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو خود بھی بڑے حافظ حدیث ہیں، بیان کرتے ہیں، کہ "ابوہریرہؓ ہم سب سے زیادہ حدیث جانتے تھے"[2] امام شافعیؒ کا خیال ہے، کہ "ابوہریرہؓ اپنے ہمعصر حفاظ میں سب سے بڑے حافظ تھے"[3] اعمش ابوصالح سے روایت کرتے ہیں، کہ ابوہریرہؓ اصحاب رسول اللہ صلعم میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے، علامہ ذہبی اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں، کہ ابوہریرہؓ علم کا ظرف تھے، اور صاحب فتویٰ ائمہ کی جماعت میں بلند پایہ رکھتے تھے[4]، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں، کہ "ابوہریرہؓ اپنے ہمعصر رواۃ میں سب سے بڑے حافظ تھے اور تمام صحابہ میں کسی نے حدیث کا اتنا ذخیرہ نہیں فراہم کیا[5]"،

کمال کی آخری حد یہ تھی، کہ آپ کو خود اپنی ہمہ دانی کا یقین و وثوق تھا، چنانچہ ایک موقعہ پر اپنی زبان سے کہا، کہ میں آنحضرت صلعم کے صحابہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس کو مجھ سے زیادہ احادیث یاد ہوں[6]، ترمذی کی روایت میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا استثنا ہے[7]،

کثرت روایت کا سبب، | بڑے بڑے جلیل القدر اور مقرب بارگاہ صحابہؓ ہیں جنھوں نے اپنی ساری عمریں آنحضرت صلعم کی خدمت میں بسر کر دی تھیں، حضرت ابوہریرہؓ کا علمی پایہ بلند ہونا بظاہر تعجب انگیز معلوم ہوتا ہے، لیکن خوش قسمتی سے ان کو اس قسم کے اسباب و مواقع حاصل ہو گئے تھے، جو دوسرے صحابہ کو حاصل نہ تھے، یہ خود اپنی کثرت روایت کے وجوہ و اسباب بیان کرتے تھے، کہ "لوگ اعتراض

---

[1] جمع الفوائد کتاب العلم بحوالہ طبرانی الاوسط جلد ۱ ص ۲۱ [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۰، [3] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۲ [4] ایضاً ص ۲۸ [5] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۶۷ [6] مستدرک حاکم ج ۳ تذکرہ ابوہریرہؓ، [7] ترمذی مناقب ابوہریرہؓ

کرتے ہین، کہ ابوہریرہ بہت حدیثین بیان کرتا ہے، حالانکہ مہاجر و انصار ان حدیثون کو نہین بیان کرتے مگر ہمارے معترضین اس پر غور نہین کرتے، کہ ہمارے مہاجر بھائی بازارون مین اپنے کاروبار مین لگے رہتے تھے، اور انصار اپنی زراعت کی دیکھ بھال مین سرگردان رہتے تھے، مین محتاج آدمی تھا، میرا سارا وقت آنحضرت صلعم کی صحبت مین گذرتا تھا، اور جن اوقات مین وہ لوگ موجود نہ ہوتے تھے، اس وقت بھی مین موجود رہتا تھا، دوسرے کہ جن چیزون کو وہ بھلا دیتے تھے، مین انکو یاد رکھتا تھا[1]، حضرت ابوہریرہ رضی کی اس توجیہ کی تصدیق کبار صحابہؓ کرتے رہتے تھے، چنانچہ ابوعامر روایت کرتے ہین، کہ مین حضرت طلحہؓ کے پاس بیٹھا تھا، کہ اتنے مین ایک شخص نے آکر کہا "ابومحمدؐ آج تک ہمکو نہ معلوم ہوسکا، کہ یہ یمنی (ابوہریرہؓ) اقوال نبوی کا بڑا حافظ ہے، یا تم لوگ"، انھون نے جواب دیا کہ "بلا شبہہ انھون نے بہت سی ایسی حدیثین سنین جو ہم لوگون نے نہین سنین، اور بہت سی ایسی باتین جانتے ہین جو ہمارے علم سے باہر ہین، اسکی وجہ یہ ہے، کہ ہم لوگ دولت وجائداد والے تھے، ہمارے گھربار اور اہل وعیال تھے، ہم ان مین پھنسے رہتے تھے، صرف صبح وشام آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضری دیکر لوٹ جاتے تھے، اور ابوہریرہؓ مسکین تھے، مال ومتاع کی زحمتوں اور بال بچون کی ذمہ داری سے سبکدوش تھے، اس لئے آنحضرت صلعم کے ہاتھ مین ہاتھ دیئے، آپ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے، ہم سب کو یقین ہے کہ انھون نے ہم سب سے زیادہ احادیث نبوی سنین، ہم مین سے کسی نے ان پر یہ اتہام نہین لگایا کہ وہ بغیر آنحضرت صلعم سے سنے ہوئے بیان کرتے ہین[2]، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے، کہ "ابوہریرہؓ ہم سب سے زیادہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر باش تھے[3]"، ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے ان کو بلا کر پوچھا، کہ کیسی حدیثین بیان کرتے ہو، حالانکہ جو کچھ مین نے (فعل نبوی) دیکھا اور (قول نبوی) سنا وہی

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق ۲ ص ۵۶ ومسلم ج ۲ فضائل ابی ہریرہ ۔ [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۲ و ترمذی مناقب ابوہریرہؓ ، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۱ ،

تم نے بھی سنا اور دیکھا،، عرض کی آمان آپ آنحضرت صلعم کے خاطر زیب وزینت میں مصروف رہتی تھیں اور خدا کی قسم میری توجہ آنحضرت صلعم کی طرف سے کوئی چیز نہیں ہٹاتی تھی[1]،،

ایک مرتبہ مروان کو ان کی کوئی بات ناگوار ہوئی اس نے ان سے غصہ میں کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ "ابوہریرہ رض بہت حدیثیں روایت کرتے ہیں، حالانکہ آنحضرت صلعم کی وفات سے کچھ ہی دن پہلے مدینہ آئے،، بولے جب میں مدینہ آیا، تو آنحضرت صلعم خیبر میں تھے اس وقت میری عمر تیس سال سے کچھ اوپر تھی اور آپکی وفات تک سایہ کیطرح آپکے ساتھ رہا آپکے ساتھ ازواج مطہرات رض کے گھروں میں جاتا تھا آپکی خدمت کرتا تھا، آپ کے ساتھ لڑائیوں میں شریک رہتا تھا، آپ کی معیت میں حج کرتا تھا اس لئے میں دوسرے لوگوں سے زیادہ حدیثیں جانتا ہوں، خدا کی قسم وہ جماعت جو مجھ سے قبل آپ کی صحبت میں تھی، وہ بھی میری حاضر باشی کی معترف تھی، اور مجھ سے حدیثیں پوچھا کرتی تھی، ان پوچھنے والوں میں عمر رض، عثمان رض، طلحہ رض اور زبیر رض خاص طور پر قابل ذکر ہیں[2]،،

آپ دعا بھی مانگتے تھے، تو ازدیاد علم ہی کی مانگتے تھے، زید بن ثابت رض کا بیان ہے، کہ ایک دن میں ابوہریرہ رض اور ایک دوسرا شخص مسجد میں بیٹھے دعا اور ذکر خدا میں مشغول تھے، اس درمیان میں آنحضرت صلعم بھی تشریف لائے، ہم لوگ خاموش ہو گئے، آپ نے فرمایا، اپنا کام جاری رکھو، اس ارشاد پر میں اور دوسرا شخص ابوہریرہ رض کے قبل دعا کرنے لگے، اور آنحضرت صلعم آمین کہتے جاتے تھے، اس کے بعد ابوہریرہ رض نے دعا کی کہ خدایا جو کچھ میرے ساتھی تجھ سے قبل مانگ چکے ہیں، وہ مجھے دے، اس کے علاوہ ایسا علم عطا فرما جو پھر فراموش نہ ہو، اس پر آنحضرت صلعم نے آمین کہی، اسکے بعد ہم دونوں شخصوں نے عرض کی، یا رسول اللہ صلعم ہمکو بھی ایسا علم عطا ہو، جو فراموشی کی دست برد سے محفوظ رہے" فرمایا وہ دوسی نوجوان کے حصہ میں آ چکا[3]، اسیطرح ایکمرتبہ انھوں نے آنحضرت صلعم سے نسیان حدیث کی شکایت کی آپنے فرمایا چادر پھیلاؤ انھوں نے چادر پھیلا دی، آپنے اسمیں دونوں دست مبارک ڈالے پھر فرمایا کہ اسکو سینہ سے لگا لو، کہتے ہیں کہ اسکے بعد سے میں پھر کبھی نہ بھولا[4]،

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۰۹ [2] اصابہ ج ۷ ص ۲۰۵ [3] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۶۶ [4] صحیح بخاری کتاب العلم،

حدیثوں کا لکھنا، حضرت ابوہریرہؓ حدیثوں کے بارہ مین بہت احتیاط سے کام لیتے تھے چنانچہ بھول نے یا الفاظ کے ردوبدل کے ڈر سے جو کچھ سنتے تھے اسکو قلمبند کرلیتے تھے فضل بن حسن اپنے والد حسن بن عمرو کا ایک واقعہ خود انکی زبان سے سنا ہوا بیان کرتے ہین، کہ ابوہریرہؓ کو ایک حدیث سنائی ابوہریرہؓ نے اس سے لاعلمی ظاہر کی حسن نے کہا مین نے یہ حدیث آپ ہی سے سنی ہے فرمایا کہ اگر مجھ سے سنی ہے تو میرے پاس ضرور لکھی ہوگی، چنانچہ انکو اپنے ساتھ گھر لے گئے، اور ایک کتاب دکھائی، جسمین تمام حدیثین درج تھین اسی مین وہ حدیث بھی تھی حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ مین نے تم سے کہا نہ تھا کہ اگر تم نے مجھ سے سنی ہے، تو وہ ضرور لکھی ہوگی،[1]

لیکن صحاح کی ایک اور روایت مین ہے جو خود انھین سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن عمرو رضہ بن العاص مجھ سے زیادہ حدیث اس لئے جانتے تھے کہ وہ آپکی باتون کو لکھ لیا کرتے تھے اور مین نہین لکھتا تھا[2]، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی زندگی مین گو نہین لکھ لیتے تھے، مگر بعد کو ان کو بھی لکھنا ضروری معلوم ہوا،

امتحان، ابوہریرہؓ کی کثرت روایت سے بعض اشخاص کے دل مین شکوک وشبہات پیدا ہوئے، ایک مرتبہ مروان نے امتحان کی غرض سے بلوایا، اور اپنے کاتب کو تخت کے نیچے بٹھا کر، آپ سے حدیثین پوچھنا شروع کین، یہ بیان کرتے جاتے تھے، اور کاتب چھپا ہوا، ان کی لاعلمی مین لکھتا جاتا تھا، دوسرے سال پھر اسی طریقہ سے امتحان لیا، اس مرتبہ بھی انھون نے بلاکم وکاست وہی جوابات دیئے، جو ایک سال قبل دے چکے تھے، حتی کہ ترتیب مین بھی کوئی فرق نہ آیا،[3]

اشاعت حدیث، حضرت ابوہریرہؓ کا یہ خاص امتیاز ہے کہ خدا نے آپ کو جس فیاضی سے علم کی دولت عطا کی، اسی فیاضی سے آپ نے عام مسلمانون مین اس دولت کو لٹایا بھی، عام طور سے

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۱ [2] صحیح بخاری کتاب العلم، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۰،

کوئی مقام اس کے لئے مخصوص نہ تھا، بلکہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے، جہاں بھی کچھ مسلمان مل جاتے ان کے کانوں تک اقوالِ نبوی صلعم پہونچا دیتے، لیکن جمعہ کے دن، نماز کے قبل کا وقت تحدیث کے لئے مخصوص تھا، چنانچہ ہر جمعہ کو نماز سے پہلے، لوگوں کے سامنے حدیثیں بیان کرتے، اور یہ سلسلہ اس وقت تک قایم رہتا، جب تک مقصورہ کا دروازہ نہ کھلتا، اور امام برآمد نہ ہوتا[1]

حضرت ابوہریرہؓ کے علم وعرفان کی بارش صرف مردوں تک محدود نہ تھی، بلکہ عورتیں بھی اس میں برابر کی شریک تھیں، گو اس طبقہ کو آپ باقاعدہ تعلیم نہیں دیتے تھے لیکن اگر کسی عورت سے کوئی فعل خلافِ احکام نبویؐ سرزد ہو جاتا، تو فوراً ٹوک دیتے کہ اس بارے میں رسول اللہ صلعم کا یہ حکم ہے، ایک مرتبہ، ایک عورت سے ملے، اس کے پیراہن سے خوشبو کی لپٹ آتی تھی، پوچھا تو مسجد سے آتی ہے، اس نے کہا ہاں پھر پوچھا مخصوص مسجد جانے کے لئے خوشبو لگائی تھی، ؟ اس نے کہا ہاں، فرمایا، میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے، کہ اس عورت کی نماز جو مخصوص مسجد جانے کے لئے خوشبو لگاتی ہے، اس وقت تک مقبول نہ ہوگی، جب تک کہ وہ غسل نہ کرے[2] یعنی اسکی خوشبو نہ دھل جائے، سبب یہ ہے کہ وہ فتنہ بنجاتی ہے، غرض اس عہدِ مبارک کی خواتین بھی ان کے خرمنِ علم کی خوشہ چین تھیں، چنانچہ آپ کے زمرۂ رواۃ میں حضرت عائشہؓ کا نام بھی نظر آتا ہے،

آپ کے دامنِ کمال میں جس قدر علمی جواہر تھے، سب عام مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے، لیکن وہ احادیث جو فتنہ سے متعلق تھیں، اور جنکو آنحضرت صلعم نے پیشین گوئی کے طور پر فرمایا تھا، زبان سے نہ نکالیں کہ یہ خود فتنہ کی بنیاد بن جائیں، فرماتے تھے، کہ "میں نے احادیث نبوی دو ظرف میں محفوظ کی ہیں" ایک ظرف کی، پھیلائیں، اگر دوسرے کو پھیلا دوں تو نرخرہ کاٹ

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۲، [2] ابو داؤد ج ۲ ص ۱۲۱،

ڈالا جائے[1]، صوفیہ کہتے ہیں، کہ وہ اسرار توحید کی امانت تھی متکلمین کہتے ہیں کہ وہ اسرار دین تھے لیکن محدثین کا فتویٰ یہی ہے کہ وہ فتنہ کی حدیثیں تھیں،

اشاعت علم فریضۂ مذہبی اور عمل خیر ہے لیکن اگر اسمیں مذہبی خدمت کے جذبہ کے بجائے نمود و نمائش کا شائبہ شامل ہو جائے، تو یہی عمل شر بنجائے گا ابوہریرہؓ جس جذبہ کے تحت اس فرض کو انجام دیتے تھے، اس کے متعلق خود ان کا بیان ہے، کہ اگر سورۂ بقرہ کی یہ آیت

ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینٰت من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون،	ان لوگوں پر جو ہمارے نازل کئے ہوئے کھلے ہوئے احکام اور ہدایت کی باتوں میں جنکو ہم نے لوگوں کے لئے کتاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے چھپاتے ہیں، خدا بھی لعنت بھیجتا ہے، اور لعنت بھیجنے والے بھی لعنت بھیجتے ہیں،

نہ ہوتی تو میں کبھی کوئی حدیث نہ بیان کرتا[2]،

حضرت ابوہریرہؓ کی مرویات کی مجموعی تعداد ۵۳۷۴ ہے ان میں ۳۲۵ متفق علیہ ہیں، اور ۹۳ میں بخاری، اور ۱۸۹ میں مسلم منفرد ہیں[3]، احادیث نبوی صلعم کے عظیم الشان ذخیرہ کی مناسبت سے آپ کے رواۃ و تلامذہ کا دائرہ بھی وسیع تھا، اکابر صحابہؓ میں زید بن ثابتؓ، ابوایوب انصاریؓ عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، ابی بن کعبؓ، انس بن مالکؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، عبداللہ بن زبیرؓ جابر بن عبداللہؓ، ام المومنین عائشہ صدیقہؓ، اور عام صحابہ و تابعین میں، ابورافعؓ، واثلہ، جابر، مروان بن حکم، قبیصہ بن ذویب، سعید بن مسیب، سلیمان الاغر، قیس بن ابی حازم، مالک بن ابی عامر اصبحی، ابواسامہ بن سہل بن حنیف، ابوادریس خولانی، ابوعثمان نہدی، ابورافع صائغ، ابوزرعہ

[1] صحیح بخاری کتاب الفتن و ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۵۷، [2] صحیح بخاری باب العلم و ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۵۵

[3] تہذیب الکمال ص ۴۴۷،

بن عمرو، ابو مسلم، ابن قارظ، بسر بن سعید، بشیر بن نہیک، بعجہ جہنی، ثابت بن عیاض، حفص بن عاصم
بن عمر الخطابؓ، حمید و ابو سلمہ ابنا عبد الرحمن بن عوفؓ، حمید بن عبد الرحمن حمیری، حنظلہ بن علی اسلمی،
خباب صاحب مقصورہ، خلاس بن عمرو، حکم بن میناء، خالد بن غلاق، ابو قیس، زیاد بن رباح، سالم بن
عبد اللہ، زرارہ بن ابی اوفی، سالم ابو الغیث، سالم مولیٰ شداد، سعید بن ابی سعید، ابو سعید مقبری،
حسن بصری، محمد بن سیرین، سعید بن عمرو بن سعید بن العاص، سلیمان بن یسار، ابو الحباب سعید بن
یسار، سنان بن ابی سنان، عامر بن سعد بن ابی وقاصؓ، شریح بن ہانی، شفی بن ماتع، طاؤس، عکرمہ،
مجاہد، عطاء، عامر شعبی، عبد اللہ بن رباح انصاری، عبد اللہ بن شقیق، عبد اللہ بن ثعلبہ، ابو الولید
عبد اللہ بن حارث، سعید بن حارث، سعید بن سمعان، سعید بن مرجانہ، عبد اللہ بن عبد الرحمن
عبد الرحمن بن سعد المقعد، عبد الرحمن بن ابی عمرہ انصاری، عبد الرحمن بن یعقوب، عبد الرحمن
بن ابی نعم البجلی، عبد الرحمن بن مہران، اعرج، عبید اللہ بن عبد اللہ، عبید اللہ بن سفیان حضرمی،
عطاء بن میناء، عطاء بن یزید لیثی، ابو سعید مولیٰ بن کریز، عجلان مولیٰ فاطمہ، عراک بن مالک، عبید
بن حنین، عبید اللہ بن ابی رافع، عطاء بن یسار، عمرو بن ابی سفیان، عنبسہ بن سعید بن العاص، محمد بن
قیس بن مخرمہ، موسیٰ عیسیٰ ابنا طلحہ بن عبید اللہ، عروہ بن زبیر، محمد بن عباد بن جعفر، محمد بن ابی عائشہ، محمد بن
زیاد جمحی، محمد بن عبد الرحمن، موسیٰ بن یسار، نافع بن جبیر بن مطعم، نافع مولیٰ ابن عمر، نافع مولیٰ ابی قتادہ،
یوسف بن ماہک، ہیثم بن ابی سنان، یزید بن ہرمز، ابو حازم اشجعی، ابو بکر بن عبد الرحمن، ابو میمونہ،
یزید بن اصم، موسیٰ بن وردان، ابو الشعثاء المحاربی، ابو صالح السمان، ابو قطان بن طریف، الخ
یہ حضرت ابو ہریرہؓ کے رواۃ کی نہایت مختصر فہرست ہے صحابہؓ و تابعینؒ ملا کر ان کے رواۃ
کی تعداد ۸۰۰ سے متجاوز ہو جاتی ہے[1]،

---

[1] تہذیب التہذیب ترجمہ ابو ہریرہؓ

فقہ | حضرت ابوہریرہؓ کا نمایاں امتیاز حدیث دانی تھا، فقہ میں وہ کوئی امتیازی پایہ نہیں رکھتے تھے، تاہم آنحضرت صلعم کے بعد مدینہ میں جو جماعت منصب افتاء پر فائز ہوئی تھی اسکے ایک رکن ابوہریرہؓ بھی تھے اور مدینہ کے عام فقہا میں آپ کا شمار ہوتا تھا[1]

عام تعلیم | لیکن عام تعلیمی لحاظ سے زمانہ کی باعتبار سے وہ بہت بڑے عالم تھے، عربی ان کی مادری زبان تھی اس کے علاوہ فارسی بھی جانتے تھے، ایک مرتبہ ایک ایرانی عورت استفتا کے لئے آئی کہ شوہر نے مجھکو طلاق دیدی ہے اور لڑکا لینا چاہتا ہے، یہ عورت فارسی میں گفتگو کرتی تھی اور ابوہریرہؓ اسی زبان میں جواب دیتے تھے[2] اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کی بھی واقفیت رکھتے تھے، چنانچہ توراۃ کے مسائل سے کافی واقفیت تھی، لکھنے میں بھی پوری مہارت رکھتے تھے، چنانچہ ایک احادیث کا مجموعہ لکھا تھا،

اخلاق وعادات | حضرت ابوہریرہؓ خود فیض نبوت سے مستفیض تھے، اور اسلام لانے کے بعد اس حساب سے کل چار سال صحبت نبوی صلعم سے فیضیاب ہونے کا موقع ملا، اگرچہ ایام بہت کم معلوم ہوتی ہے لیکن اس حیثیت سے کہ اس مدت میں سفر و حضر، خلوت وجلوت میں ایک لمحہ کے لئے بھی خدمت اقدس سے جدا نہ ہوئے، اور اس قلیل مدت میں جو لمحات بھی میسر آئے ان سے پورا فائدہ اٹھایا، یہ چھوٹی مدت کیفیت کے اعتبار سے بڑی سے بڑی طویل مدت کے برابر ہو جاتی ہے، اس ملازمت رسول کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ پر فیضیات نبوی کا بہت گہرا رنگ چڑھا تھا، اور آپ اسلامی تعلیمات کا مکمل نمونہ بن گئے تھے،

خوف قیامت | خشیت الٰہی اور خوف قیامت صحابہ کرام کا خاص وصف تھا، ابوہریرہؓ اس سے لرزہ براندام رہتے تھے، خوف خدا اور قیامت کے احتساب کے ذکر سے چیخ کر بیہوش ہو جاتے تھے،

---

[1] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۳، [2] ابوداؤد ج ۱ ص ۲۲۷، [3] اصابہ ج ۷ ص ۲۰۵،

ایک بار شقیا اصبحی مدینہ آئے، دیکھا کہ ایک شخص کے گرد بھیڑ لگی ہوئی ہے، پوچھا یہ کون ہین، لوگون نے کہا، ابوہریرہؓ، چنانچہ یہ ان کے پاس جاکر بیٹھ گئے، اس وقت ابوہریرہؓ لوگوں سے حدیث بیان کررہے تھے، جب حدیث سنا چکے، اور مجمع چھٹا، تو انھون نے ان سے کہا، کہ رسول اللہ صلعم کی کوئی حدیث سنائیے، جس کو آپنے اُن سے سنا ہو سمجھا ہو اور جانا ہو، ابوہریرہؓ نے کہا ایسی ہی حدیث بیان کرونگا، یہ کہا اور چیخ مار کر بے ہوش ہوگئے، تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا، تو کہا مین تم سے ایک ایسی حدیث بیان کرونگا، جو آپ نے اس گھر مین بیان فرمائی تھی، اور اس وقت میرے اور آپکے سوا کوئی تیسرا شخص نہ تھا، اتنا کہکر پھر زور سے چلائے اور بیہوش ہوگئے، افاقہ ہوا، تو منہ پر ہاتھ پھیر کر کہا مین تم سے ایسی حدیث بیان کرونگا، جو آنحضرت صلعم نے اس گھر مین بیان فرمائی تھی، اور وہان میرے اور آپ کے سوا کوئی نہ تھا، یہ کہا اور چیخ مار کر غش کھاکر، منہ کے بل گر پڑے، شقیا اصبحی نے تھام لیا، اور دیر تک سنبھالے رہے ہوش آیا تو کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قیامت کے دن جب خدا بندون کے فیصلہ کے لئے اتریگا، تو سب سے پہلے تین آدمی طلب کئے جائینگے، عالم قرآن، راہ خدا مین مقتول، اور دولتمند، پھر خدا عالم سے پوچھے گا، کیا مین نے تجھکو قرآن کی تعلیم نہین دی وہ کہے گا، ہان خدایا، فرمائے گا تونے اس پر کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا رات دن اسکی تلاوت کرتا تھا، خدا فرمائے گا، تو جھوٹا ہے، تو اس لئے تلاوت کرتا تھا کہ لوگ تجھکو قاری کا خطاب دین، چنانچہ خطاب دیا، پھر دولتمند سے سوال کریگا، کیا مین نے تجھکو صاحب مقدرت کرکے لوگون کی احتیاج سے بے نیاز نہین کردیا، وہ کہے گا، ہان خدایا! فرمائے گا تونے کیا کیا، وہ کہے گا مین صلہ رحمی کرتا تھا، صدقہ دیتا تھا، خدا فرمائے گا، تو جھوٹ بولتا ہے، بلکہ اس سے تیرا مقصد یہ تھا کہ تو فیاض اور سخی کہلائے، اور لوگون نے کہا، پھر وہ جسکو راہ خدا مین اپنی جان دینے کا دعوی تھا پیش کیا جائیگا، اس سے سوال ہوگا، تو کیون مار ڈالا گیا؟ وہ کہے گا تونے

اپنی راہ مین جہاد کا حکم دیا، مین تیری راہ مین لڑا اور مارا گیا، خدا فرمائے گا "تو جھوٹ کہتا ہے" بلکہ تو چاہتا تھا، کہ تو دنیا مین جری اور بہادر کہلائے، تو یہ کہا جا چکا، یہ حدیث بیان کرکے رسول اللہ صلعم نے میرے زانو پر ہاتھ مار کر فرمایا ابوہریرہ! سب سے پہلے انھین تینون سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی[1]۔

عبادت، حضرت ابوہریرہ رضہ کو عبادت سے خاص ذوق تھا، شب بیداری آپ کا محبوب مشغلہ تھا، خود بھی شب بیداری کرتے تھے، اور گھر والون کو بھی شب بیدار بناتے تھے، آپ کا کنبہ تین آدمیون پر مشتمل تھا، ایک خود، دوسری بیوی، اور تیسرا خادم، یہ تینون بالالتزام باری باری سے اٹھکر ایک ایک تہائی شب مین نماز پڑھتے تھے، ایک ختم کرکے دوسرے کو جگاتا، اور دوسرا تیسرے کو اسی طریقہ سے تینون مل کر پوری رات نماز مین گذار دیتے[2]۔

ہر مہینہ کے شروع مین تین روزے التزام کے ساتھ رکھتے تھے، اگر کسی سبب سے شروع مین نہ رکھ سکتے، تو آخر مین پورے کرتے[3]، ارکان عبادت کو پورے شرائط کے ساتھ ادا کرتے تھے، بلکہ شدت احتیاط کے باعث اسمین مبالغہ سے کام لیتے تھے، نعیم بن عبد اللہ بیان کرتے ہین کہ ابوہریرہ رضہ مسجد کی چھت پر وضو کرتے تھے، مین نے دیکھا کہ ہاتھ اٹھا کر شانون تک دھویا، اور مجھ سے مخاطب ہو کر بولے، کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے، کہ قیامت کے دن میری امت کے وہ اعضا جو وضو مین دھوئے جاتے ہین چمکین گے، اس لئے تم لوگون سے جہان تک ہو سکے، اسکی چمک کو بڑھاؤ[4]، عکرمہ راوی ہین کہ ابوہریرہ رضہ بارہ ہزار تسبیحین روزانہ کرتے تھے، اور کہتے تھے، کہ بقدر گناہ تسبیح کرتا ہون، مضارب بن حزن بیان کرتے ہین، کہ رات مین کو نکلا کرتا تھا، ایک دن نکلا، تو تکبیر کی آواز تھی، قریب جاکر پوچھا، یہ کیا کر رہے ہو، کہا خدا کا شکر ادا کرتا ہون، کہ ایک

[1] ترمذی ابواب الزہد باب ماجاء فی الریاء والسمعۃ [2] مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۵۳، [3] ایضاً،
[4] ایضاً ص ۲۳۴،

دن وہ تھا کہ میں بہ نسبت عزوان کے پاس پیٹ کی روٹی پر ملازم تھا اس کے بعد خدا نے یہ دن دکھایا کہ وہ میرے عقد میں آگئی، آپ ہمیشہ تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے تھے ایک تھیلی میں کنکریاں اور گٹھلیاں بھری رہتی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھتے تھے جب تھیلی ختم ہو جاتی تو لونڈی کو حکم دیتے وہ پھر بھر لاتی،[۱]

محبت رسول صلعم — حضرت ابوہریرہؓ کی محبت آنحضرت صلعم کے ساتھ شیفتگی کے درجہ تک پہونچ گئی تھی، ایک لمحہ کے لئے بھی آپ سے جدا نہ ہوتے تھے، تمام مہاجرین و انصار اپنے اپنے کاروبار میں لگے رہتے لیکن ان کا کام صرف یہ تھا کہ جمال نبوی کے دیدار سے شوق کی آگ بجھائیں، ایک موقعہ پر اس کا اظہار بھی کیا کہ یا رسول اللہ صلعم حضور کا مشاہدہ جمال میری جان کا سرمایۂ راحت اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے،[۲]

آنحضرت صلعم کے بعد لطیف غذا سے محض اس لئے پرہیز کرتے تھے، کہ آپ نے کبھی پیٹ بھر کھانا نہیں کھایا، ایک مرتبہ لوگوں نے ان کو بھنی ہوئی بکری کی دعوت دی، انھوں نے محض اس لئے قبول کرنے سے انکار کیا، کہ آنحضرت صلعم دنیا سے اس حال میں سدھارے کہ کبھی جو کی روٹی بھی آسودہ ہو کر نہیں کھائی،[۳]

محبت آل رسول صلعم — ذات نبوی کے ساتھ اس غیر معمولی شغف کا فطری اقتضا تھا کہ آل اطہار کے ساتھ بھی یہی شیفتگی تھی، ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے ان کے سامنے حضرت حسنؓ کو بلا کر گود میں بٹھایا، اور ان کے منہ میں منہ ملا کر تین مرتبہ فرمایا کہ "خدایا میں اسکو محبوب رکھتا ہوں اس لئے تو بھی محبوب رکھ، اور اس کے محبوب رکھنے والے کو بھی محبوب رکھ،" اس کے بعد سے جب یہ حضرت حسنؓ کو دیکھتے تھے، تو ان کی آنکھیں پرنم ہو جاتی تھیں[۴] عمیر بن اسحٰق راوی ہیں، کہ ایک مرتبہ ابوہریرہؓ حضرت حسنؓ سے ملے تو کہا کہ اپنے شکم

[۱] اصابہ ج ۷ ص ۲۰۶، [۲] ابوداؤد کتاب النکاح باب ما یکرہ من ذکر الرجل یاتیون من اصابتہ اہلہ [۳] مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۰۹، [۴] بخاری ج ۲ کتاب الاطعمہ باب کان النبی صلعم واصحابہ یاکلون، [۵] مسند احمد حنبل ج ۲ ص ۵۳۲،

مبارک کا وہ حصہ کھولئے، جو آنحضرت صلعم کا بوسہ گاہ تھا، آپ نے کپڑا اٹھایا، اور ابوہریرہؓ نے اسی مقام پر بوسۂ عقیدت ثبت کردیا[1]

والدہ کی خدمت گزاری، حق العباد میں سب سے مقدم یہ فرض ہے، کہ انسان تابمقدور ان ضعیف اور سب سے بڑے محسنوں کی خدمتگزاری کو باعث فخر اور ذریعۂ نجات سمجھے جنھوں نے اس کو بچہ سے جوان بنایا، اسلام نے خاص طور پر ان کے اعزاز و احترام اور خدمت گزاری کی تعلیم دی ہے، حضرت ابوہریرہؓ نے اس فریضہ کا یہان تک لحاظ رکھا، کہ ماں کی تنہائی کے خیال سے ان کی زندگی بھر حج نہیں کیا[2]

اظہار حق میں بے باکی، حق گوئی اور راست بازی حضرت ابوہریرہؓ کا خاص جوہر تھا اس میں آپ اس قدر جری اور دلیر تھے، کہ بڑے سے بڑے شخص کو اس کی لغزش پر فوراً ٹوک دیتے تھے، آپ کا قیام مدینہ میں تھا، مروان یہان کا حاکم تھا اس لئے اکثر اس سے سابقہ پڑتا تھا، ایک مرتبہ اس کے یہان گئے، تو تصویرین آویزان دیکھیں، فرمایا میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے، جو میری مخلوق کی طرح مخلوق بناتا ہے، (اگر دعوائے تخلیق ہے) تو کوئی ذرہ غلہ یا جو پیدا کرکے دکھائے[3]

مروان کے زمانۂ امارت میں مدینہ میں چک (ہنڈی) کا رواج ہو چلا تھا، حضرت ابوہریرہؓ کو معلوم ہوا تو مدینہ جاکر مروان سے کہا تم نے ربا حلال کردیا، مروان نے برأت ظاہر کی، فرمایا تم نے چکوں کو رائج کیا حالانکہ آنحضرت صلعم نے اشیاء خوردنی کی بیع کی اس وقت تک ممانعت فرمائی ہے، جب تک پہلا بائع استیفا نہ لے، حضرت ابوہریرہؓ کی اس تنبیہ سے مروان نے فوراً یہ طریقہ منسوخ کردیا[4]

---

[1] مسند ابن حنبل ج ۲ ص ۴۸۸، [2] مسلم ج ۲ ص ۲۰ مطبوعہ مصر و ابن سعد تذکرۂ ابوہریرہؓ، [3] مسند احمد بن حنبل ج ۲ احادیث ابوہریرہؓ [4] مسلم ج ۱ کتاب البیوع باب بیع المبیع قبل القبض مطبوعہ مصر، و مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۹،

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ مسجدِ نبوی میں کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھے تھے، مروان بھی موجود تھا، آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے سنایا کہ میں نے صادق مصدوق صلعم سے سنا ہے، کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی،[1]

فقر وغنا۔ حضرت ابوہریرہؓ کی زندگی کے دو دور تھے، پہلا افلاس تنگدستی، اور فقر وفاقہ میں بسر ہوا، دوسرے میں جاہ ثروت اور فارغ البالی نصیب ہوئی، فقر و فاقہ کا دور نہایت دردانگیز تھا، مسلسل فاقوں سے غش پر غش آتے تھے لیکن رحمۃ للعٰلمین کے سوا کوئی پوچھنے والا نہ تھا، اس زمانہ میں آپ نے سخت تکلیفیں برداشت کیں، لیکن زبان کبھی سوال سے آلودہ نہ ہوئی، بلکہ اکثر صبر کیا، اور جب بھوک کی شدت سے بہت بے قرار ہوئے، تو صرف حسنِ طلب سے کام لیا، ایک بار اس قسم کی ضرورت پیش آئی، تو راستہ میں بیٹھ گئے، حضرت ابوبکرؓ کا گذر ہوا، ان سے ایک آیت پوچھی، وہ بتا کر گذر گئے، اور کچھ توجہ نہ کی، اس کے بعد حضرت عمرؓ کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا، اس کے بعد رسول اللہ صلعم کا گذر ہوا تو آپ اس حسنِ طلب کو سمجھ گئے، اور ساتھ لیجا کر ان کو اور تمام اصحابِ صفہ کو کھانا کھلایا،[2]

جب فقر و فاقہ کا دور ختم ہوا، اور خدا نے فارغ البال کیا، تو اس وقت اپنی فقیرانہ سادگی کو قائم رکھتے ہوئے فارغ البالی کا بھی اظہار کیا، چنانچہ کتان کے دو رنگے ہوئے کپڑے پہنے، ایک سے ناک صاف کر کے کہا واہ وا، ابوہریرہؓ آج تم کتان سے ناک صاف کرتے ہو، حالانکہ کل منبرِ نبوی اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے درمیان غش کھا کر گرتے تھے، اور گذرنے والے تمہاری گردن پر پیر رکھکر کہتے تھے، کہ ابوہریرہؓ کو جنون ہو گیا ہے، حالانکہ تمہاری یہ حالت صرف بھوک کی وجہ سے ہوتی تھی،[3]

---

[1] بخاری ج ۲ کتاب الفتن باب قول النبی صلعم ہلاک امتی علی ایدی اغیلمۃ سفہاء [2] ترمذی ابواب الزہد باب ما جاء فی معیشۃ اصحاب النبی صلعم [3] بخاری کتاب الاعتصام باب ما ذکر النبی صلعم وحض علی اتفاق اہل العلم،

سادگی | لیکن امارت کی حالت مین بھی اپنی زندگی مین کوئی امیرانہ تبدیلی نہین پیدا کی، شہر سے
نکلتے، تو سواری مین گدھا ہوتا جس پر معمولی نمدہ کسا ہوتا چھال کی رسی کی لگام ہوتی، غرض اس
سادگی سے نکلتے کہ کسی کو علم بھی نہ ہوتا جب کوئی سواری کے سامنے آجاتا تو مذاق سے خود
کہتے کہ راستہ چھوڑ دو، امیر کی سواری آرہی ہے[1]،

فیاضی | فقر وغنا دونون حالتون مین بلند حوصلہ اور فیاض ہے، لوگون کو کھلانے پلانے مین
بڑی سیرچشمی سے کام لیتے تھے، عبد اللہ بن رباح راوی ہین، کہ چند آدمیون کا وفد امیر معاویہؓ کے پاس
گیا جسمین ہم اور ابوہریرہؓ بھی تھے، رمضان کا زمانہ تھا ہم لوگون کا معمول تھا کہ کھانے پر ایک دوسرے
کو بلایا کرتے تھے، ان سب مین سب سے زیادہ ابوہریرہؓ دعوت کرتے تھے[2]،

گو مہمان نوازی صحابہ کرام کا عام وصف تھا، تاہم لوگون کا خیال تھا کہ حضرت ابوہریرہؓ
سے زیادہ مہمان نواز کم لوگ تھے[3]،

حضرت ابوذر غفاریؓ

نام ونسب | جندب نام، ابوذر کنیت، مسیح الاسلام لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، جندب بن جنادہ
بن قیس بن عمرو بن ملیل بن صعیر بن حرام بن غفار بن ملیل، بن حمزہ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ بن خزیمہ
بن مدرکہ غفاری، مان کا نام رملہ تھا، اور قبیلہ بنی غفار سے تعلق رکھتی تھین،

قبل از اسلام | حضرت ابوذرؓ کا قبیلہ بنو غفار رہزنی کیا کرتا تھا جاہلیت مین ابوذرؓ کا بھی یہی پیشہ تھا اور یہ بہت
مشہور راہزن تھے تن تنہا نہایت جرأت اور دلیری سے قبائل کو لوٹتے تھے، لیکن کچھ دنون کے بعد انکی زندگی مین
دفعۃً انقلاب ہوا اور ایسا سخت ہوا کہ رہزنی یکلخت ترک کرکے ہمہ تن خداپرستی کی طرف مائل ہوگئے چنانچہ
ظہور اسلام کے پہلے جب سارا عرب ضلالت مین مبتلا تھا خدا کی پرستش کرتے تھے، ابو معشر راوی ہین کہ ابوذرؓ جاہلیت ہی سے توحید پرست تھے خدا کے

[1] ابن سعد جزو ۴ ق ۲ ص ۶۰ [2] مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۵۳۰ [3] ایضاً،

کسی کو معبود نہین سمجھتے تھے، اور بتون کی پوجا نہین کرتے تھے انکی خدا پرستی عام طور پر لوگون مین مشہور تھی، چنانچہ جس شخص نے ان کو سب سے پہلے آنحضرت صلعم کے ظہور کی اطلاع دی، اس کے الفاظ یہ تھے کہ "ابوذر مکہ مین تمھاری طرح ایک شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے[1]"، ابوذر رض کی خدا پرستی صرف اعترافِ توحید تک محدود نہ تھی، بلکہ جس طرح بن پڑتا تھا نماز بھی پڑھتے تھے، وہ خود کہتے تھے کہ مین آنحضرت صلعم سے ملنے کے تین سال قبل سے نماز پڑھتا تھا، لوگون نے پوچھا کس کی نماز پڑھتے تھے، کہا خدا کی، پھر پوچھا، کس طرف رخ کرتے تھے، جواب دیا، جس طرف خدا پھیر دیتا[2]، اینما تولوا فثم وجہ اللہ ع

ہر جا کنیم سجدہ بآن آستان رسد

اسلام کی تلاش اور پہلی آزمائش چونکہ ابوذر رض جاہلیت ہی سے راہ حق کے جویان تھے اس لئے حق کی پکار سنتے ہی لبیک کہا، چنانچہ انھون نے اس وقت دعوتِ حق کا جواب دیا، جب چار آدمیون کے سوا ساری دنیا کی زبانین اس اعلانِ حق سے خاموش تھین، اس اعتبار سے اسلام لانے والون مین ان کا پانچوان نمبر ہے، ان کے اسلام کا واقعہ خاص اہمیت رکھتا ہے یہ دلچسپ داستان خود انکی زبان سے سنو، بیان کرتے تھے کہ مین جب قبیلہ غفار مین تھا تو مجھ کو معلوم ہوا کہ مکہ مین کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، مین نے اپنے بھائی کو واقعہ کی تحقیق کے لئے بھیجا، وہ واپس آئے تو مین نے پوچھا، کہو کیا خبر لائے ہو، انھون نے کہا "خدا کی قسم یہ شخص نیکیون کی تعلیم دیتا ہے اور برائیون سے روکتا ہے" اس قدر مجمل بیان سے میری تشفی نہین ہوئی، اس لئے مین خود سفر کا مختصر سامان لیکر مکہ چل کھڑا ہوا، مکہ پہنچا تو یہ دقت پیش آئی کہ مین رسولِ اکرم کو پہچانتا نہ تھا، اور کسی سے پوچھنا بھی مصلحت نہ تھی،

---

[1] ابن سعد جزو ۴ قسم اول ص ۱۶۳، [2] ایضاً و مسلم اسلام ابی ذر رض،

اس لئے خانہ کعبہ مین جاکر ٹھہر گیا، اور زمزم کے پانی پر بسر کرنے لگا، اتفاق سے ایک دن علیؓ گذرے،
انھون نے پوچھا "تم مسافر معلوم ہوتے ہو" مین نے کہا، ہان، .. وہ مجھکو اپنے گھر لے گئے لیکن ابھی تک
مجھ سے ان سے کوئی گفتگو نہ ہوئی، صبح کو اٹھکر مین پھر کعبہ گیا کہ لوگون سے اپنے مقصود کا پتہ دریافت
کرون، کیونکہ ابھی تک آنحضرت صلعم کے حالات سے بے خبر تھا، اتفاق سے پھر علیؓ گذرے اور پوچھا
کہ "اب تک تمکو اپنا ٹھکانا نہین معلوم ہوا" مین نے کہا نہین، وہ پھر دوبارہ مجھکو ساتھ لے چلے،
اس مرتبہ انھون نے پوچھا، کیسے آنا ہوا؟ مین نے کہا اگر آپ اسکو راز رکھین تو عرض کرون، فرمایا
مطمئن رہو، مین نے کہا، مین نے سنا تھا کہ یہان کسی نے نبوت کا دعوی کیا ہے، پہلے اس خبر کی
تصدیق اور اس شخص کے حالات دریافت کرنے کے لئے مین نے اپنے بھائی کو بھیجا، مگر وہ تشفی بخش
خبر نہ لایا، اب مین خود اس سے ملنے کو آیا ہون، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تم نے نیکی کا راستہ پالیا،
سیدھے میرے ساتھ چلے آؤ، جس مکان مین مین جاؤن تم بھی میرے ساتھ چلے آنا، راستہ مین اگر
کوئی خطرہ پیش آئیگا، تو مین جوتا درست کرنے کے بہانے سے دیوار کی طرف ہٹ جاؤنگا، اور تم
بڑھے چلے جانا، چنانچہ مین حسب ہدایت ان کے ساتھ ہولیا، اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین
حاضر ہوکر عرض کیا، یا رسول اللہ صلعم میرے سامنے اسلام پیش کیجئے، آپ نے اسلام پیش
کیا، اور مین اسلام کے عقیدت مندون کے زمرے مین شامل ہوگیا، اس کے بعد آپ نے فرمایا
ابوذرؓ ابھی تم اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھو، اور اپنے گھر لوٹ جاؤ، میرے ظہور کے بعد واپس آنا، مین نے
قسم کھاکر کہا کہ مین اپنے اسلام کو چھپا نہین سکتا، ابھی لوگون کے سامنے پکار کر اعلان کرونگا،
یہ کہکر مسجد مین آیا، یہان قریش کا مجمع تھا، مین نے سب کو مخاطب کرکے کہا کہ قریشیو! مین شہادت
دیتا ہون کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہین اور محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہین، یہ سنکر ان لوگون نے
للکارا کہ اس بے دین کو لینا، اس آواز کے ساتھ ہی چارون طرف سے لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑے،

اور مارتے مارتے بے دم کر دیا، یہ دردناک منظر دیکھ کر حضرت عباسؓ سے ضبط نہ ہو سکا، میرے
اوپر گر پڑے اور ان لوگوں سے کہا کہ تم لوگ ایک غفاری کی جان لینا چاہتے ہو حالانکہ یہ قبیلہ
تمھاری تجارت کا گذرگاہ ہے، اس پر سب ہٹ گئے، لیکن اسلام کا وہ نشہ نہ تھا جسکا خمار
قریش کے غیظ و غضب کی ترشی سے اتر جاتا، دوسرے دن پھر اس حق گو کی زبان پر یہ نعرۂ
مستانہ تھا، ؎

عشق را با مصلحت اندیشیٔ مجنون چہ کار — در عجائبہاے طور عشق حکمتہا کم است

در پھر وہی مسجد تھی، وہی صنادید قریش کا مجمع تھا، اور وہی ان کی ستم آرائی تھی[1]،

مسلم فضائل ابی ذر میں انکے اسلام کے بارہ میں دو روایتیں ہیں ایک وہی جو ہم نے اوپر نقل کی فرق
یہ ہے کہ اس روایت کے راوی ابن عباسؓ ہیں، دوسری روایت خود ان سے مروی ہے لیکن دونوں
روایتوں کے واقعات باہم مختلف ہیں انکی زبانی جو روایت منقول ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ اپنے
وطن سے اپنے بھائی انیس اور ماں کو لیکر ماموں کے یہاں آئے کچھ دنوں کے بعد ان سے خفا
ہو کر چلے گئے، اتفاق سے ایک مرتبہ انیس کسی ضرورت سے مکہ گئے، وہاں سے لوٹ کر ابو ذرؓ سے
آنحضرت صلعم کے واقعات بیان کئے، یہ آپ کے اوصاف سنکر خود تحقیقات کے لئے مکہ پہونچے،
اور ایک شخص سے آپ کا پتہ پوچھا پتہ پوچھتے ہی ہر طرف سے مشرکین ان پر ٹوٹ پڑے اور مارتے
مارتے بیدم کر دیا لیکن یہ نہ ہٹے، تیسرے دن آنحضرت صلعم سے ملاقات ہوئی وہ انکو اپنے ساتھ
لے گئے اور یہ مشرف باسلام ہوئے، ہم نے جو صورت واقعہ نقل کی ہے، وہ چونکہ بخاری، مسلم اور مستدرک
تینوں میں ہے، اسی لئے اسکو ترجیح دی،

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۳۸، ۹ ۳۳ و بخاری باب بنیان الکعبہ و مسلم ج ۲ فضائل ابی ذر،
[2] مسند احمد حنبل ج ۵ ص ۱۷۴

مراجعتِ وطن، کچھ دن مکہ مین قیام کے بعد آنحضرت صلعم نے انکو ان کے گھر واپس کیا، اور فرمایا کہ مین عنقریب یثرب ہجرت کرنے والا ہون، بہتر یہ ہے کہ تم اپنی قوم مین جاکر اسلام کی تبلیغ کرو، شاید خدا ان کو فائدہ بخشے، اور اس صلہ مین تمھین بھی اجر ملے، چنانچہ انھون نے آپ کے حسب ارشاد روانگی کی تیاری شروع کردی، اور وطن کا سفر کرنے کے قبل اپنے بھائی انیس سے ملے انھون نے پوچھا کیا کرکے آئے، جواب دیا، اعترافِ صداقت کرکے اسلام کا حلقہ بگوش ہوگیا ہون، یہ سنکر وہ بھی دائرۂ اسلام مین داخل ہوگئے، یہان سے دونون تیسرے بھائی امنا کے پاس پہونچے، وہ بھی مشرف باسلام ہوئے، اس کے بعد تینون وطن پہونچے، اور دعوتِ حق مین اپنا وقت صرف کرنے لگے، آدھا قبیلہ تو اسی وقت مسلمان ہوگیا، اور آدھا ہجرت کے بعد مسلمان ہوا[1]،

ہجرت و مواخاۃ، آنحضرت صلعم کی مدینہ کی تشریف آوری کے بعد بھی عرصہ تک وہ بنی غفار مین رہے، اور بدر، احد، خندق وغیرہ ختم ہونے کے بعد ہجرت کرکے مدینہ آئے، اسی بناپر مواخاۃ مین اختلاف ہے، محمد بن اسحق راوی ہین کہ آنحضرت صلعم نے ابوذر رض اور منذر بن عمرو کے درمیان مواخاۃ کرائی تھی لیکن واقدی کا قول ہو کہ ابوذر آیت میراث کے نزول کے بعد مدینہ گئے اور اس آیہ کے بعد مواخاۃ کا طریقہ باقی نرہا تھا،

مدینہ کا قیام، مدینہ کے قیام مین اُن کا سارا وقت آنحضرت صلعم کی خدمت مین گذرتا تھا اور ان کا محبوب مشغلہ آنحضرت صلعم کی خدمت تھی، خود کہتے ہین کہ مین پہلے آنحضرت صلعم کی خدمت کرتا تھا، اس سے فراغت کے بعد پھر آکر مسجد مین آرام کرتا تھا[2]،

چونکہ ہجرت کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا، اس لئے مہاجرین زیادہ تر انہی مین مشغول رہتے تھے حضرت ابوذر رض کی غزوات مین شرکت کے تفصیلی حالات نہین ملتے صرف

---

[1] صحیح مسلم فضائل ابی ذر و مسند ابن حنبل ج ۵ ص ۱۷۴، [2] ابن سعد جزو ۴ قسم ۱ ص ۱۶۶،

[3] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۷۴،

غزوۂ تبوک کی شرکت کا پتہ چلتا ہے، عبد اللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہین کہ جب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے لئے نکلے تو بہت سے لوگ پچھڑنے لگے (کیونکہ یہ قحط سالی کا
زمانہ تھا،) جب کوئی شخص پچھڑتا تو لوگ آنحضرت صلعم کو بتاتے کہ یا رسول اللہ صلعم فلان
شخص نہین آیا، آپ فرماتے جانے دو اگر اس کی نیت اچھی ہے تو عنقریب خدا اس کو
تم سے ملا دیگا، ورنہ خدا نے اس کو تم سے چھڑا کر اسکی طرف سے راحت دیدی، یہان تک
کہ ابوذرؓ کا نام لیا گیا کہ وہ بھی پچھڑ گئے، واقعہ یہ تھا کہ انکا اونٹ سست پڑ گیا تھا، اسکو پھڑکتے
رہے جب نہ چلا تو انھون نے سازوسامان اتار کر پیٹھ پر لادا اور آنحضرت صلعم کے پیچھے پیچھے
پاپیادہ ہو لئے، آنحضرت صلعم ایک مقام پر منزل کئے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے کہا، یا
رسول اللہ صلعم، وہ راستہ پر کوئی شخص آرہا ہے، آپ نے فرمایا ابوذر ہون گے، لوگون نے
بغور دیکھکر پہچانا، اور عرض کیا یا رسول اللہ صلعم، خدا کی قسم ابوذر ہین، آپ نے فرمایا خدا
ابوذر پر رحم کرے، وہ تنہا چلتے ہین، تنہا مرینگے، اور قیامت کے دن تنہا اٹھینگے،[1]
آنحضرت صلعم کی دوسری پیشین گوئی لفظ بہ لفظ پوری ہوئی، آئندہ واقعات مین اسکی تفصیل
آئے گی، اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ قحط کے زمانہ مین جب بہتون کے
ارادہ متزلزل ہوگئے پیچھے نہ ہٹے، اور اپنا سامان پیٹھ پر لاد کر پاپیادہ میدان جہاد مین پہونچے
تو وہ غزوات جنمین اس قسم کی دشواریان نہ تھین یقیناً شریک ہوئے ہون گے، پھر وہ
آنحضرت صلعم کے خدام مین تھے، اس لئے ان لڑائیون مین جنمین آپ نے بنفس نفیس
شرکت فرمائی ہوگی، ان مین یہ بھی یقیناً ہمرکاب رہے ہون گے، خصوصاً جب کہ یہ معلوم
ہے کہ ان کو جہاد کے ساتھ غیر معمولی شغف تھا،[2] اس لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ جب تمام

---

[1] مستدرک حاکم،
[2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۵،

مسلمانون کی تلوارین اپنے جوہر دکھا رہی ہون، اس وقت انکی تلوار نیام مین ہو، فتح مکہ کے بعد جب اسلامی افواج کا مظاہرہ ہو رہا تھا تو سب سے آگے انھین کے قبیلہ کا پرچم تھا،

عہد شیخین، حضرت ابوذرؓ فطرۃً فقیر منش زہد پیشہ تارک الدنیا اور عزلت پسند تھے، اور اسی لئے آنحضرت صلعم نے ان کو مسیح الاسلام کا لقب دیا تھا، آنحضرت صلعم کے بعد انھون نے دنیا سے اور بھی بالکل قطع تعلق کر لیا، لیکن قیام دیار محبوب ہی مین رہا، عہد صدیقی مین کسی چیز مین کوئی حصہ نہ لیا، وفات نبوی سے دل ٹوٹ چکا تھا حضرت ابوبکرؓ کی وفات نے اور شکستہ خاطر کر دیا، اور گلشن مدینہ ویرانہ نظر آنے لگا، چنانچہ مدینہ چھوڑ کر شام کی غربت اختیار کر لی[1]،

عہد عثمانی، اسلام کی اصلی سادگی شیخین کے عہد تک قائم رہی، لیکن فتوحات کی کثرت کے ساتھ جب مال و دولت کی فراوانی ہوئی تو قدرۃً سادگی کی جگہ تمدن کے تکلفات نے نقش آرائیاں شروع کین، چنانچہ عہد عثمانی مین امراء مین شاہانہ شان و شوکت کی ابتدا ہو چکی تھی، ان کا اثر عام مسلمانون پر بھی پڑا، اور ان مین عہد نبوت کی سادگی کی بجائے عیش و تنعم کے تکلفات پیدا ہونے لگے، شام مین رومیون کے اثر نے اس کو اور زیادہ فروغ دیا، دولت و ثروت نے خزانون کی صورت اختیار کی، جگہ جگہ قصر و ایوان بننے لگے، زرق برق پوشاکین پہنی جانے لگین، حضرت ابوذرؓ لوگون مین وہی عہد نبوت کی سادگی چاہتے تھے، اور اپنی طرح سب کے دلون کو مال و دولت کی محبت سے خالی دیکھنا چاہتے تھے، انکے متوکلانہ مذہب مین کل کے لئے آج اٹھا رکھنا جائز نہ تھا، انکا عقیدہ یہ تھا کہ کسی مسلمان کو اسکا حق نہین ہے کہ وہ دوسرون کو بھوکا اور ننگا دیکھ کر بھی اپنے لئے دولت کا خزانہ

[1] استیعاب ج اول ص ۸۳،

جمع کرے حضرت امیر معاویہؓ وغیرہ امرائے شام یہ سمجھتے تھے کہ خدا نے اہلِ دول پر زکوٰۃ کا جو فرض عائد کیا ہے اس کے ادا کرنے کے بعد بقیہ دولت جمع کرنیکا مسلمانون کو اختیار ہے، اس اختلافِ رائے نے بڑھتے بڑھتے نزاع کی صورت اختیار کر لی حضرت ابوذرؓ نہایت بے باکی کے ساتھ ان امراء پر اعتراضات کرتے تھے اور ان کے طمطراق، دولت و حشمت اور ساز و سامان پر نکتہ چینیان کرتے تھے، اور ان کے زائد از ضرورت خزانون کے جمع کر لینے پر ان کو قرآن پاک کی اس آیت کا مورد ٹھہراتے تھے،

والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم (توبہ)	جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہین اور اس کو خدا کی راہ مین صرف نہین کرتے، ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو،

اس آیۂ پاک کے پہلے یہود و نصاریٰ کا ذکر ہے، امیر معاویہ کہتے تھے کہ اس آیہ کا تعلق بھی انھین لوگون سے ہے، حضرت ابوذرؓ اسکو مسلمانون اور غیر مسلمانون دونون سے متعلق سمجھتے تھے، دوسرا اختلاف یہ تھا کہ خدا کی راہ مین نہ دینے کا مطلب حضرت ابوذرؓ یہ سمجھتے تھے کہ وہ اپنا کل مال راہِ خدا مین نہین دیتے، اور امیر معاویہؓ وغیرہ کا یہ خیال تھا کہ یہ صرف زکوٰۃ کے متعلق ہے، بہرحال حضرت ابوذرؓ نے اپنے خیال کے مطابق بڑی سختی سے طعن و تشنیع شروع کر دی، امیر معاویہؓ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر یہ جذبہ یون ہی بڑھتا رہا تو عجب نہین کہ شام مین کوئی فتنہ اٹھ کھڑا ہو چنانچہ انھون نے حضرت عثمانؓ کو اس صورتِ حال کی اطلاع دی، اور کہلا بھیجا کہ انکو مدینہ بلا لیا جائے حضرت عثمانؓ نے ان کو مدینہ بلا لیا، اور خواہش ظاہر کی کہ آپ میرے پاس رہیے، دودھ والی اونٹنیان صبح شام دروازہ پر حاضر کی جائینگی، لیکن اس بے نیاز نے جواب دیا، کہ مجھکو تمھاری دنیا کی مطلق ضرورت نہین، یہ کہکر واپس چلے آئے،

لیکن اب مدینہ بھی پہلا مدینہ باقی نہین تھا، لوگ آ آکر حضرت ابوذرؓ کو تعجب سے دیکھتے تھے جہان وہ جاتے ہر جگہ ہجوم ہو جاتا اس سے حضرت ابوذرؓ کو تکلیف ہوتی، مکہ کے قریب ربذہ نام ایک چھوٹا سا گاؤن تھا حضرت عثمانؓ نے ان سے کہا یا انھون نے خود اسکی خواہش کی کہ وہ ربذہ مین جاکر قیام کرین[1]،

ربذہ کا قیام، غرض اس واقعہ کے بعد مع اپنی بیوی کے ربذہ چلے گئے اور وہین رہنے لگے، ربذہ والون نے ہاتھون ہاتھ لیا، اور بنو ثعلبہ کے شیخ اور اسکی بیوی نے آپکو اپنے ہاتھون سے نہلایا، عراقیون کو خبر ہوئی تو انھون نے آکر عرض کیا کہ اس شخص (عثمانؓ) نے آپ کے ساتھ ناروا سلوک کیا ہے، اگر آپ اسکے خلاف علم بلند کرین تو ہم لوگ آپکی حمایت پر تیار ہین، آپنے فرمایا کہ مسلمانو! اس معاملہ مین تم دخل نہ دو، اپنے حاکم کو ذلیل نہ کرو، کیونکہ جس نے اپنے حاکم کو ذلیل کیا، اسکی توبہ قبول نہین ہو سکتی، اگر عثمانؓ مجھکو سولی پر بھی چڑھا دیتے تو مجھکو عذر نہ ہوتا، اور مین اسی مین اپنی بھلائی سمجھتا، اگر وہ ربذہ کے بجائے ایک افق سے دوسرے افق یا مشرق سے مغرب مین بھیجدیتے تب بھی مین سر تسلیم خم کر دیتا اور اسی مین اپنی اچھائی سمجھتا، اور اگر وہ کہین نہ بھیجتے اور مجھکو میری قیام گاہ ہی مین لوٹا دیتے تو بھی مجھکو کوئی عذر نہ ہوتا، اور اس مین بھی مین اپنی سعادت سمجھتا[2]،

وفات، حضرت ابوذرؓ کی وفات کا واقعہ بھی نہایت حسرت انگیز ہے، ۳۲ھ مین ربذہ کے ویرانہ مین وفات پائی، انکی حرم محترم وفات کے حالات بیان کرتی ہین کہ جب ابوذرؓ کی حالت زیادہ خراب ہوئی تو مین رونے لگی، پوچھا کیون روتی ہو، مینے کہا کہ تم ایک صحرا مین سفر آخرت کر رہے ہو، یہان میرے اور تمھارے استعمالی کپڑون کے علاوہ کوئی ایسا کپڑا نہین ہے، جو تمھارے

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۶۶ و ۱۶۷، [2] طبقات جزء ۴ قسم ا ص ۱۶۷

کفن کے کام آئے، فرمایا رونا موقوف کرو میں تمکو ایک خوشخبری سناتا ہون میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ جس مسلمان کے دو یا تین لڑکے مرچکے ہون وہ اس کو آگ سے بچانے کے لئے کافی ہین، آپ نے چند آدمیون کے سامنے جنمین ایک مین بھی تھا، یہ فرمایا تھا کہ تم مین سے ایک شخص صحرا مین مریگا اوسکی موت کے وقت وہان مسلمانون کی ایک جماعت پہونچ جائیگی،، میرے علاوہ ان مین سب آبادی مین مرچکے ہین، اب صرف مین ہی رہگیا ہون، اس لئے وہ شخص یقیناً مین ہی ہون، اور مین بحلف کہتا ہون کہ نہ مین نے تم سے جھوٹ بیان کیا ہے، اور نہ کہنے والے نے جھوٹ کہا ہے، اس لئے گذرگاہ پر جاکر دیکھو یہ غیبی امداد ضرور آتی ہوگی، مین نے کہا اب تو حاج جاچکے، اور راستہ بند ہوچکا، فرمایا نہیں جاکر دیکھو، چنانچہ مین ایک طرف دوڑکر ٹیلے پر چڑھکر دیکھنے جاتی تھی، اور پھر دوسری طرف بھاگ کر ان کی تیمارداری کرتی تھی، اسی دوڑ دھوپ اور تلاش و انتظار کا سلسلہ جاری تھا کہ دور سے کچھ سوار آتے دکھائی دیئے، مین نے اشارہ کیا، وہ لوگ نہایت تیزی سے آکر میرے پاس ٹھہر گئے، اور ابوذرؓ کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے مین نے کہا ابوذرؓ، پوچھا آنحضرت صلعم کے صحابی؟ مین نے کہا ہان، وہ لوگ فدیتہ بابی و امی کہکر ابوذرؓ کی طرف چلے، پہلے ابوذرؓ نے ان کو آنحضرت صلعم کی پیشینگوئی سنائی اور پھر وصیت کی کہ اگر میری بیوی یا میرے پاس کفن بھر کا کپڑا نکلے، تو اسی کپڑے مین مجھکو کفنانا، پھر قسم دلائی کہ تم مین سے کوئی شخص جو حکومت کا ادنیٰ عہدہ دار بھی ہو مجھکو نہ کفنائے، اتفاق سے ایک انصاری نوجوان کے علاوہ ان مین سے ہر شخص کسی نہ کسی خدمت پر مامور رہ چکا تھا، چنانچہ انصاری نے کہا کہ چچا میرے پاس ایک چادر ہے، اس کے علاوہ دو کپڑے اور ہین جو خاص میری والدہ کے ہاتھ کے کتے ہوئے ہین، انھین مین آپکو کفناؤن گا، فرمایا ہان تم ہی کفنانا[1]۔

---

[1] مستدرک ج ۳ ص ۵۱-۳۴۵، ۲ ۳ و مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۶۶،

اس وصیت کے بعد وفات پائی، متعدد روایتوں کے باہم ملانے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ یمنی تھے اور کوفہ سے آرہے تھے، انھیں کے ساتھ مشہور صحابی عبداللہ بن مسعودؓ بھی تھے جو عراق جارہے تھے، بہرحال اس انصاری نوجوان نے ان کو کفنایا، اور عبداللہؓ بن مسعود نے نماز جنازہ پڑھائی[1] پھر سبھوں نے مل کر اسی صحرا کے ایک گوشہ میں ان کو پیوند خاک کیا،

حلیہ، قد دراز، رنگ سیاہی مائل، داڑھی گھنی، سر اور داڑھی دونوں کے بال سفید[2]

ترکہ، فقیروں کے کلبۂ احزان میں کیا تھا صرف تین گدھے دو مادہ ایک نر، چند بکریاں[3] کچھ سواریاں، یہ ساری کائنات تھی،

فضل وکمال، حضرت ابوذرؓ کو نبوت کے سرچشمۂ علم وعرفان سے پورا فیض پہونچا تھا، اور یہ خود انکی تلاش وجستجو کا نتیجہ تھا، وہ ہر چیز کے متعلق آنحضرت صلعم سے سوال کرتے تھے، خود کہتے ہیں کہ میں ہر چیز کے متعلق آنحضرت صلعم سے پوچھتا تھا، حتی کہ کنکری کے متعلق بھی پوچھا[4]، حضرت علیؓ جو علم وعمل کے مجمع البحرین تھے فرماتے تھے کہ ابوذرؓ نے اتنا علم محفوظ کر لیا ہے کہ لوگ اسکے حاصل کرنے سے عاجز تھے، اور اس تھیلی کو اس طرح سے بند کر دیا کہ اس میں کچھ بھی کم نہ ہوا[5]، حضرت عمرؓ جیسے نقاد آپ کو علم میں عبداللہ بن مسعودؓ کے برابر سمجھتے تھے[6]، اپنی وسعت علم کے لحاظ سے حبر الامۃ کہلاتے تھے،

حدیث، کلام حبیب ہونے کی حیثیت سے قدرۃً آپ کو حدیث سے خاص ذوق تھا، آپکی مرویات کی تعداد ۲۸۱ ہے، ان میں ۱۲ متفق علیہ ہیں، اور ۲ میں بخاری اور ۷ میں مسلم منفرد ہیں[7] گو یہ تعداد حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ کی مرویات کے مقابلہ میں بہت کم ہے، لیکن اس سے

۱؎ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۴۶ ۲؎ ابن سعد جزو ۴ قسم ۱ ص ۱۶۹ ۳؎ مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۶۳ ، ۱

۴؎ استیعاب ج ۲ ص ۶۶۵ و تذکرۃ الحفاظ ترجمۂ ابوذرؓ ۵؎ تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۵ ، ۶؎ تہذیب الکمال ص ۴۴۹

قصورِ علم کا گمان نہین کیا جاسکتا، اسکا بڑا سبب یہ تھا کہ وہ خود تنہائی پسند اور کم آمیز تھے صحابہ مین انس بن مالکؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ اون سے استفادہ کرتے تھے، عام رواۃ مین خالد بن دہبان، زید بن وہب جہنی، خرشہ بن حر، جبیر بن احنف بن قیس، عبد اللہ بن صامت، زید بن ذبیان، عبد اللہ بن شقیق، عمرو بن میمون، عبد اللہ بن غنم قیس بن عباد، مرثد بن مالک بن زبید وغیرہم نے اُن سے روایتین کی ہین،[1]

افتا مین صداقت، آنحضرت صلعم کے بعد مدینہ مین جو جماعت صاحب علم و افتا تھی، اس مین انکا نام نامی بھی تھا،[2] مگر اُن کے فتاوے کی تعداد بہت کم ہے، فتویٰ مین وہ کسی کی مطلق رورعایت نہ کرتے، اور بلا کسی خوف وہراس کے جو بھی بات ہوتی وہ کہدیتے تھے، عہدِ عثمانی مین بعض محصلین صدقہ وصول کرنے مین زیادتی کرتے تھے، ایک شخص نے اُن سے فتویٰ پوچھا کہ عثمانؓ کے محصلون نے صدقہ مین اضافہ کردیا ہے ایسی حالت مین کیا ہم بقدر زیادتی مال چھپا سکتے ہین؟ فرمایا نہین اُن سے کہو کہ جو واجبی ہو اسکو لین اور جو ناجائز ہو اسکو واپس کردین اگر اس کے بعد بھی وہ زیادہ لین تو قیامت کے دن وہ زیادتی تمھاری میزان مین کام آئے گی' اُن کا یہ فتویٰ ایک قریشی نوجوان کھڑا سن رہا تھا، ان سے کہا آپ کیون فتویٰ دیتے ہین' کیا آپ کو امیر المومنین نے فتویٰ دینے سے منع نہین کیا ہے؟ فرمایا کیا تم میرے نگہبان ہو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے اگر تم میری گردن پر تلوار بھی رکھدو اور مجھکو یقین ہو جائے کہ گردن کٹنے کے قبل جو کچھ آنحضرت صلعم سے سنا ہے، سنا سکونگا تو یقیناً سنادونگا،[3]

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھو تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۹۰، [2] اعلام الموقعین ج اول ص ۱۳، [3] تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۱۷،

اخلاق وعادات، | حضرت ابوذرؓ ان مخصوص صحابہ مین تھے جنکو بارگاہِ نبوت مین خاص تقرب
حاصل تھا اس لئے آپ کے ہر فعل وعمل پر خلق نبویؐ کا بہت گہرا پرتو پڑا تھا صحابۂ کرامؓ مین
دو قسم کے لوگ تھے، ایک وہ جنھون نے دین و دنیا دونون کو یکجا کمال حاصل کیا، دوسرے
وہ جنھون نے دنیا کو ٹھکرا دیا، اور محض آخرت کی نعمتون پر قناعت کی، حضرت ابوذرؓ اسی
دوسری صنف مین تھے، وہ زہد وورع، تقوی، حقگوئی، توکل وقناعت مین تمام صحابہ مین ممتاز
تھے کبھی کچھ جمع نہین کیا، یہ وہ وقت تھا جب قیصر وکسری کے خزانے دار الخلافہ مین لدے چلے
آرہے تھے، جگہ جگہ قصر وایوان بن رہے تھے، عیش وتنعم کے سامان ہورہے تھے، مگر ان مین سے کوئی
چیز بھی، اس جنت کے مشتاق، اور رضوان الہی کے طالب کو اپنی طرف متوجہ نہ کرسکی، زر و
جواہر کے ڈھیر انکی نگاہ مین خزف ریزون سے زیادہ وقعت نہ رکھتے تھے، زر نقد کبھی جمع نہین کیا
ضرورت سے جو کچھ فاضل بچا، اُس کو اسی وقت خرچ کردیتے تھے، چار ہزار وظیفہ مقرر تھا، جب وہ
ملتا، تو خادم کو بلاتے اور ایک سال کے اخراجات کا اندازہ لگاکر چیزین خرید لیتے، اس سے
جتنی رقم فاضل بچتی، اسکو لوگون مین تقسیم کردیتے، اور فرماتے کہ جو شخص سونا چاندی تھیلیون
مین محفوظ رکھتا ہے، وہ گویا انگارے رکھتا ہے[1]، اس پر نہ صرف تنہا عامل تھے، بلکہ چاہتے
تھے کہ دنیا اسی رنگ مین رنگ جائے، اور اس عقیدہ مین یہان تک متشدد تھے کہ بڑے
لوگون سے ملنا تک گوارا نہ کرتے، ابو موسی اشعریؓ جو بڑے رتبہ کے صحابی اور مرتبہ مین
آپ سے کم نہ تھے، جب عراق کی گورنری کے بعد ان سے ملے تو قدیم تعلقات کی بنا پر ان سے
چمٹ گئے، انھون نے کہا، دور رہو، وہ بھائی بھائی کہکر لپٹتے تھے، اور وہ یہ کہکر ہٹاتے
تھے، کہ تم اس عہدہ کے بعد میرے بھائی نہین رہے، اس کے بعد پھر ابو موسیؓ ملے تو پھر محبت

---

[1] ابن سعد جزو ۴ قسم ۱ ص ۱۶۹

کے جذبہ سے مجبور ہو کر بھائی بھائی کہہ کر دوڑے، حضرت ابوذرؓ کا پھر وہی جواب تھا" ابھی دور رہو" اس کے بعد سوالات شروع کئے، کہ تم لوگون کے عامل بنائے گئے ہو، انھون نے کہا ہان، پوچھا تم نے بڑی عمارت تو نہین بنائی، زراعت تو نہین کرتے، گلّے تو نہین رکھتے، انھون نے کہا نہین، بولے ہان اب تم میرے بھائی ہو[1]،

سادگی، اس فقیرانہ زندگی کے باعث انکی زندگی بالکل سادہ تھی، اور ان چند چیزون کے علاوہ جو ایک جاندار کی زندگی کے لئے ناگزیر ہین، کبھی کوئی سازوسامان نہین رکھا، ایک مرد نے انکو ایک پشمینہ کی چادر باندھے نماز پڑھتے دیکھا تو پوچھا کہ ابوذرؓ کیا اس چادر کے علاوہ تمھارے پاس اور کوئی کپڑا نہین ہے؟ فرمایا اگر اور کوئی کپڑا ہوتا تو میرے پاس دیکھتے، انھون نے کہا کچھ دن ہوئے تمھارے پاس دو کپڑے تھے، فرمایا ہان مگر وہ دونون اپنے سے زیادہ حاجتمند کو دیدیئے، انھون نے کہا تم کو خود اسکی حاجت تھی، فرمایا خدا تم کو معاف کرے، تم دنیا کو بڑھانا چاہتے ہو، تمکو نظر نہین آتا کہ ایک چادر مین باندھے ہوئے ہون، دوسری مسجد کے لئے ہے، میرے پاس کچھ بکریان ہین جنکا دودھ پیتا ہون، کچھ خچر ہین جو باربرداری کے کام مین آتے ہین، ایک خادم کھانا پکا کر کھلادیتا ہے، اس سے زیادہ اور کیا نعمتین درکار ہین[2]،

جعفر بن زبرقان کہتے ہین کہ مجھ سے غالب بن عبدالرحمن بیان کرتے تھے کہ مین ایک شخص سے ملا جو ابوذرؓ کے ساتھ بیت المقدس مین نماز پڑھا کرتا تھا، وہ کہتا تھا کہ اگر ابوذرؓ کا لورا اثاث البیت جمع کیا جاتا تو بھی اس شخص (ایک شخص کی طرف اشارہ کرکے) کی چادر کی قیمت کے برابر نہ نکلتا، جعفر نے اسکو مہران بن میمون سے بیان کیا، انھون نے کہا میرے

---

[1] ابن سعد جز ۴ قسم ۱ ص ۱۶۹، [2] ایضاً ص ۱۷۰

خیال مین ان کا کل اثاثہ دو درہم سے زیادہ کا نہ تھا[1]،

زہد و تقویٰ، ان کی زندگی شروع سے آخر تک سرتاپا زہد و تقویٰ تھی، تم جس پہلو پر نظر ڈالوگے تمکو زہد و تقویٰ کا عجیب و غریب نمونہ نظر آئیگا، اس فقیرانہ زندگی کو دیکھکر آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ "میری امت مین سے ابوذرؓ مین عیسیٰ بن مریم جیسا زہد ہے[2]"، یہی زہد کی زندگی آخر دم تک قایم رہی، آنحضرت صلعم کے بعد عہد نبوت کے بُعد سے لوگون مین بہت کچھ تبدیلی پیدا ہوگئی تھی، لیکن حضرت ابوذرؓ غفاری شروع سے اخیر تک ایک رنگ پر قایم رہے[3]،

جب عہد رسالت کا مقدس دور ختم ہوا اور لوگ دنیا سے ملوث ہونے لگے تو تنہا نشینی اختیار کرلی، عمران بن حطان راوی ہین کہ مین ایک مرتبہ ابوذرؓ کے پاس آیا وہ مسجد مین تنہا بیٹھے ہوئے تھے، مین نے کہا ابوذرؓ تنہائی کیون اختیار کرلی، فرمایا، مین نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے، کہ تنہائی برے ہمنشین سے بہتر ہے[4]، اسی وجہ سے وہ دنیا سے بہت دور بھاگتے تھے،

ابی اسمار رحبی راوی ہین کہ مین ابوذرؓ کے پاس ربذہ گیا، ان کی بیوی کو سخت خستہ حال دیکھا، فرمانے لگے کہ یہ عورت مجھ سے کہتی ہے کہ عراق جاؤ، اگر مین عراق جاؤن تو عراق والے میرے سامنے دنیا پیش کرینگے، اور میرے دوست (آنحضرت صلعم) نے مجھ سے فرمایا ہو کہ "جہنم کے پل کے سامنے پیر پھسلانے والا راستہ ہے، اور تملوگون کو اس پر سے گذرنا ہے" اس لئے بوجھ کی گرانباری سے ہلکا رہنا چاہئے[5]،

فرمان رسول صلعم کا پاس، حضرت ابوذرؓ ارشاد نبویؐ کو ہر آن و ہر لحظہ پیش نظر رکھتے تھے، اور اس سے سر مو تجاوز نہ کرتے تھے، بات بات مین فرماتے تھے کہ عہد الی خلیلی

---

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۱۶۷، [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۸۷، [3] استیعاب تذکرۂ ابوذرؓ، [4] اصابہ ج ۷ ص ۶۲، [5] مستدرک ج ۳ ص ۳۴۴، [6] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۱۶۷،

رسول اللہ صلعم یا سمعت خلیلی رسول اللہ صلعم میرے دوست رسول اللہ صلعم نے مجھ سے یہ وعدہ لیا ہے، میں نے اپنے دوست صلعم کو یہ کہتے سنا، ایک مرتبہ آنحضرت صلعم سے امارت کی خواہش ظاہر کی، آپ نے فرمایا، تم ناتوان ہو، اور امارت ایسا بار امانت ہے کہ اگر اس کے حقوق کی پوری نگہداشت نہ کیجائے تو آخرت میں اس کے لئے رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہے[1] اس فرمان کے بعد پھر انھوں نے کبھی امارت کی خواہش نہیں کی، ان کی خدمت میں کسی نے دو چادریں پیش کیں، انھوں نے ایک کا ازار بنایا، اور ایک چھوٹی کملی اوڑھلی اور دوسری غلام کو دیدی، گھر سے نکلے تو لوگوں نے کہا کہ اگر آپ دونوں چادریں خود استعمال کرتے تو زیادہ بہتر ہوتا فرمایا یہ صحیح ہے، لیکن میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ "جو تم کھاتے پہنتے ہو وہی اپنے غلاموں کو بھی کھلاؤ پہناؤ"[2]

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے ان سے فرمایا کہ جب تمھارے اوپر ایسے امراء حکمران ہوں گے جو اپنا حصہ زیادہ لیں گے، اس وقت تم کیا کروگے، عرض کی تلوار سے کام لونگا فرمایا میں تمکو اس سے بہتر مشورہ دیتا ہوں، ایسے وقت صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے ملجاؤ[3] اس مشورہ پر انھوں نے اس سختی سے عمل کیا کہ جب وہ زمانہ آیا تو تنہا نشینی اختیار کرلی اور کوئی حصہ نہ لیا،

ایک مرتبہ وہ مسجد میں لیٹے تھے، آنحضرت صلعم تشریف لائے، اور فرمایا کہ ابوذرؓ جب تم اس سے نکالے جاؤ گے تو کیا کروگے؟ عرض کی مسجد نبوی یا اپنے گھر چلا جاؤنگا، فرمایا، اگر اس سے بھی نکالے گئے تو کیا طریقہ اختیار کروگے، عرض کی تلوار نکالونگا" آنحضرت صلعم نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھکر تین مرتبہ فرمایا کہ ابوذرؓ خدا تمھاری مغفرت کرے تلوار نہ

[1] ابن سعد جزو ۴ قسم ۱ ص ۱۷۰، [2] ایضاً ص ۱۶۷، [3] ایضاً ص ۱۶۶

نکالنا، بلکہ جہاں وہ لیجانا چاہیں چلے جانا، چنانچہ جب ربذہ میں بسنے کا حکم ملا تو اسی فرمان کے مطابق بلا کسی عذر کے چلے گئے، اور وہاں حبشی غلام کے پیچھے نماز پڑھی ہرچند اس نے آپ کو بڑھانا چاہا مگر آپ نے جواب دیا کہ میں آنحضرت صلعم کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں[1]،

حب رسول صلعم، | ابوذرؓ کو ذات نبوی کے ساتھ جو شیفتگی تھی، اسکا اظہار لفظوں میں نہیں ہو سکتا، ایکمرتبہ آپ نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ آدمی کسی ایک جماعت سے محبت کرتا ہے، لیکن اسکے جیسے اعمال کی طاقت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا "ابوذرؓ تم جس شخص سے محبت رکھتے ہو اسی کے ساتھ ہو، عرض کیا میں خدا اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں، فرمایا تم یقیناً اسی کیساتھ ہو جس سے محبت رکھتے ہو[2]"،

آنحضرت صلعم کے بعد جب آپ کا نام لیتے تو آنسوؤں کا دریا امنڈ آتا، احنف بن قیس روایت کرتے ہیں کہ میں نے بیت المقدس میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ مسلسل سجدے کر رہا ہے، اس سے میرے دل پر ایک خاص اثر ہوا جب میں دوبارہ لوٹ کر گیا تو پوچھا کہ آپ بتا سکتے ہیں کہ میں نے جفت نماز پڑھی یا طاق، اس نے کہا اگر میں لا علم ہوں تو خدا ضرور جانتا ہے، اس کے بعد کہا کہ "میرے دوست ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو خبر دی ہے" صرف اس قدر زبان سے نکلا تھا کہ رونے لگا، پھر کہا کہ میرے دوست ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو خبر دی ہے،، ابھی بات پوری نہ ہوئی تھی کہ پھر آنسو امنڈ آئے، آخر میں سنبھلکر کہا کہ میرے دوست ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو بندہ خدا کا سجدہ کرتا ہے خدا اس کا ایک درجہ بلند کرکے اس کی بدی مٹا کر نیکی لکھتا ہے،، میں نے پوچھا آپ کون

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۴۴ و ابن سعد

[2] ابو داؤد جلد ۲ ص ۳۱۲

ہین، فرمایا ابوذرؓ رسول اللہ صلعم کا صحابی ہے یہ سنکر مین اپنی تقصیر پر بہت نادم ہوا[1]

بارگاہ نبوی مین پذیرائی | حریم نبوت مین انکی یہ نیازمندیان بہت مقبول تھین، جب یہ مجلس مین موجود ہوتے تو سب سے پہلے انھین کو تخاطب کا شرف حاصل ہوتا، اور اگر موجود نہ ہوتے تو تلاش ہوتی، جب ملاقات ہوتی تو آنحضرت صلعم مصافحہ فرماتے[2]،

یہ محبت و یگانگت اس حد تک پہونچ گئی تھی کہ آنحضرت صلعم اپنے اسرار تک ان سے نہ چھپاتے تھے، اور یہ بھی رازداری کا پوری طرح فرض ادا کرتے تھے، ایکمرتبہ ان سے کسی نے کہا کہ مین آنحضرت صلعم کی بعض باتین آپ سے پوچھنا چاہتا ہون، فرمایا "اگر وہ آپ کا کوئی راز ہوگا تو نہ بتاؤنگا[3]"

یہی یگانگت آنحضرت صلعم کے آخری لمحہ حیات تک قائم رہی، چنانچہ مرض الموت مین آپ نے انکو بلوا بھیجا، یہ حاضر خدمت ہوئے، اس وقت آنحضرت صلعم لیٹے ہوئے تھے، ابوذرؓ آپ کے اوپر جھک گئے، اور محبوب عالم نے ہاتھ بڑھا کر چمٹا لیا[4]، نہ معلوم یہ نگاہ واپسین کیا کام کر گئی کہ آخر دم تک وارفتگی کا عالم طاری رہا،

آنحضرت صلعم جو چیز اپنے لئے پسند فرماتے تھے وہی ابوذرؓ کے لئے بھی پسند فرماتے، کہ یہی آئین محبت ہے، ایکمرتبہ انھون نے امارت کی خواہش کی، آپ نے فرمایا کہ ابوذرؓ تم ناتوان ہو اور مین تمھارے لئے وہی چیز پسند کرتا ہون جو اپنے لئے پسند کرتا ہون[5]"

خلیفہ کی اطاعت | اگرچہ ابوذرؓ حق پسند طبیعت رکھتے تھے، پھر بھی کسی چیز مین خلیفہ کے حکم سے سرتابی نہ کرتے تھے، اوپر گذر چکا ہے کہ ربذہ کی قیام کے زمانہ مین عراقیون کی خواہش کے

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۶۴، [2] اصابہ ج ۵ ص ۱۶۲، [3] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۶۲،

[4] ایضاً، [5] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۱۷۰،

باوجود حضرت عثمانؓ کے خلاف کسی قسم کی پیش قدمی پر آمادہ نہ ہوئے، فرمایا کہ اگر مجھ پر حبشی امیر بنایا جائے تو بھی اسکی اطاعت کرونگا، اور اسکو عملاً کرکے دکھادیا، چنانچہ جب وہ ربذہ جاکر مقیم ہوئے اس وقت یہان کا امیر ایک حبشی تھا جب یہان پہونچے اور نماز کے وقت جماعت کھڑی ہوئی تو وہ ان کے ادب کے خیال سے پیچھے ہٹ گیا، انھون نے فرمایا، تم ہی نماز پڑھاؤ، تم گو حبشی غلام ہو، لیکن مجھکو حکم ملا ہے کہ خواہ حبشی ہی امیر کیون نہ ہو مگر اسکی اطاعت کرنا، خلیفۂ وقت کا عمل خواہ ان کے نزدیک غلط ہی کیون نہ ہو، اسکی مخالفت نہ کرتے تھے، بلکہ خود بھی وہی کرتے حضرت عثمانؓ کے دور خلافت مین حج کو گئے، کسی نے آکر اطلاع دی کہ منی مین عثمانؓ نے چار رکعتین نماز پڑھین، آپ کو بہت ناگوار ہوا اور درشت الفاظ استعمال کرکے فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلعم، ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے، یہ سب دو دو رکعت پڑھتے تھے، اس کے بعد انھون نے امامت کی، مگر خود بھی چار رکعتین پڑھائین، لوگون نے کہا آپ نے امیر المومنین پر تو اعتراض کیا، لیکن خود بھی چار رکعتین پڑھائین، فرمایا کہ اختلاف بری چیز ہے، آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے، کہ میرے بعد امراء ہون گے، ان کی تذلیل نہ کرنا، اور جو شخص ان کی تذلیل کا ارادہ کرے گا، اس نے گویا اسلام کی حبل متین اپنی گردن سے نکال دی، اور توبہ کا دروازہ اپنے اوپر بند کرلیا، لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ آپ امراو خلفاء کی تمام جا و بیجا باتون کو مان لیتے تھے، امیر معاویہؓ کی لغزشون پر نہایت سختی سے نکتہ چینی کرتے تھے، بلکہ برابھلا تک کہتے تھے[۳]،

حق گوئی خدا کے معاملہ مین لومۃ لائم کی مطلق پروا نہ کرتے تھے حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ آج میرے اور ابوذرؓ کے علاوہ کوئی ایسا شخص باقی نہین ہے جو خدا کے معاملہ مین لومۃ لائم کا خوف نہ کرتا ہو[۴]، انکی حق گوئی کی شہادت خود زبانِ وحی و الہام نے دی ہے، چنانچہ آنحضرت صلعم

[۱] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۷۵، [۲] ایضاً ص ۱۴۷، [۳] تذکرۃ الحفاظ تذکرۂ ابوذرؓ،

نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا، کہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ابوذرؓ سے زیادہ سچا کوئی نہیں[1]

فیاضی وسیرچشمی، اس تحقیر دنیا کا لازمی نتیجہ سیرچشمی اور فیاضی تھی، انکو سالانہ وظیفہ کافی ملتا تھا لیکن اپنی محدود ضروریات سے علاوہ جسقدر بچتا تھا لوگون مین تقسیم کر دیتے تھے، اگر کوئی کہتا کہ اسکو رکھ لیجئے، آپ کے اور آپ کے مہمانون کے کام آئیگا تو فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص سونا چاندی جمع کرتا ہے وہ گویا انگارے جمع کرتا ہے، جب تک اسکو راہ خدا مین صرف نہ کر دے[2]،

مہمان نوازی اور حق ہمسایہ، آپ کی غذا کا دار مدار زیادہ تر بکریون کے دودھ پر تھا لیکن اسکو بھی مہمانون اور پڑوسیون کو پلادیتے تھے، عمیلہ فزاری روایت کرتے ہین کہ مجھ سے ایک شخص اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتا تھا، کہ ابوذر دودھ دوہکر پہلے مہمانون اور پڑوسیون کو پلاتے تھے اگر تبھ دودھ اور کھجورین لیکر پڑوسیون اور مہمانون کے سامنے پیش کرکے معذرت کرنے لگے کہ اس کے علاوہ اور کچھ نہین ہے، اگر ہوتا تو پیش کرتا چنانچہ جو کچھ تھا سب دوسرون کو کھلا دیا، اور خود بھوکے سو رہے[3]،

خوش اخلاقی، عموماً زہاد اور متقشفین خشک اور روکھے ہوتے ہین لیکن مسیح اسلام کی ذات اس سے مستثنی تھی، انکا اخلاق بدویون تک کو مسحور کر لیتا تھا، ایک بدوی کا بیان ہے کہ مین ابوذرؓ کے ساتھ رہا ہون، انکی تمام اخلاقی خوبیان تعجب انگیز تھین[4]،

وہ جن اخلاقی اصول پر عمل پیرا تھے انکو خود سناتے تھے، کہ میرے دوست نے مجھے سات وصیتین کی ہین، مسکین کی محبت، اور اس سے ملنا جلنا، اپنے سے کمتر کو دیکھنا، اور بلند تر

---

[1] ترمذی مناقب ابی ذرؓ [2] مسند احمد بن حنبل ج ۵، ص ۱۵۶، [3] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۶۸

[4] ایضاً ص ۱۶۷،

کو نہ دکھینا، کسی سے سوال نہ کرنا، صلہ رحمی کرنا، حق بولنا، خواہ تلخ ہی کیون نہ ہو، خدا کے معاملہ مین کسی کی ملامت کا خوف نہ کرنا، لاحول ولاقوۃ کا ورد کثرت سے کرنا، اوپر کے واقعات سے اندازہ ہوا ہوگا کہ ان مین سے ہر ایک وصیت پر وہ کس شدت سے عامل رہے،

حضرت سلمان فارسیؓ

نام ونسب نسبی تعلق اصفہان کے آب الملک کے خاندان سے تھا، مجوسی نام مابہ تھا، اسلام کے بعد سلمان رکھا گیا، اور بارگاہِ نبوت سے سلمان الخیر لقب ملا، ابوعبداللہ کنیت ہے، سلسلۂ نسب یہ ہے، مابہ ابن بوذخشان بن مورسلان بن بہبوذان بن فیروز بن سہرک،

قبل اسلام آپ کے والد اصفہان کے "جی" نامی قریہ کے باشندہ اور وہان کے زمیندار و کاشت کار تھے، ان کو حضرت سلمانؓ سے اس قدر محبت تھی کہ ان کو لڑکیون کی طرح گھر کی چار دیواری سے نکلنے نہ دیتے تھے، آتشکدہ کی دیکھ بھال انھین کے متعلق کر رکھی تھی، چونکہ مذہبی جذبہ ان مین ابتدا سے تھا، اس لئے جب تک آتش پرست رہے اس وقت تک آتش پرستی مین سخت غلو رہا، اور نہایت سخت مجاہدات کئے، شب و روز آگ کی نگرانی مین مشغول رہتے تھے، حتیٰ کہ ان کا شمار ان پجاریون مین ہو گیا تھا جو کسی وقت آگ کو بجھنے نہین دیتے ہین،

مجوسیت سے نفرت اور عیسویت کا میلان زمین ہی ان کے باپ کے معاش کا ذریعہ تھی، اس لئے زراعت کی نگرانی وہ بذات خود کرتے تھے، ایک دن وہ گھر کی مرمت مین

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۶۸

مشغولیت کی وجہ سے کھیت خود نہ جاسکا، اور اسکی دیکھ بھال کے لئے سلمانؓ کو بھیجدیا، ان کو راستہ مین ایک گرجا ملا، اس وقت اسمین عبادت ہو رہی تھی، نماز کی آوازین سنکر دیکھنے کے لئے گرجے مین چلے گئے، نماز کے نظارہ سے ان کے دل پر خاص اثر ہوا، اور مزید حالات کی جستجو ہوئی، خصوصاً عیسائیون کا طریقۂ عبادت اس قدر بھایا کہ بیساختہ زبان سے نکل گیا کہ "یہ مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے" چنانچہ کھیتون کا خیال چھوڑکر اسی مین محو ہوگئے عبادت ختم ہونے کے بعد عیسائیون سے پوچھا کہ اس مذہب کا سرچشمہ کہان ہے، انھون نے کہا شام مین، پتہ پوچھکر گھر واپس آئے، باپ نے پوچھا اب تک کہان رہے، جواب دیا "کچھ لوگ گرجے مین عبادت کر رہے تھے، مجھکو ان کا طریقہ ایسا بھلا معلوم ہوا کہ غروب آفتاب تک وہین رہا" ، باپ نے کہا وہ مذہب تمھارے مذہب کا پاسنگ بھی نہین، جواب دیا "بخدا وہ مذہب ہمارے مذہب سے کہین برتر ہے" اس جواب سے ان کے باپ کو خطرہ پیدا ہو گیا، کہ کہین یہ خیال تبدیل مذہب کی صورت مین نہ ظاہر ہو، اس لئے بیڑیان پنھا کر مقید کر دیا، مگر ان کے دل مین تلاشِ حق کی تڑپ تھی، اس لئے عیسائیون کے پاس کہلا بھیجا کہ جب شام کے تاجر آئین تو مجھ کو اطلاع دینا، چنانچہ جب وہ آئے تو ان کو خبر کردی، انھون نے کہا کہ جب وہ واپس ہون تو مجھ کو بتانا، چنانچہ جب کاروانِ تجارت لوٹنے لگا، تو انکو خبر کی گئی، یہ بیڑیون کی قید سے نکل کے ان کے ساتھ ہوگئے، شام پہونچ کر دریافت کیا کہ یہان سب سے بڑا مذہبی شخص کون ہے، لوگون نے وہان کے بشپ کا پتہ دیا، اس سے جاکر کہا کہ مجھ کو تمھارا مذہب بہت پسند ہے، اس لئے مین چاہتا ہون کہ تمھارے پاس رہ کر مذہبی تعلیم حاصل کرون، اور مجھ کو اس مذہب مین داخل کردؤ

تبدیلِ مذہب | چنانچہ وہ مجوسیت کے آتشکدہ سے نکل کر "آسمانی بادشاہت" کی پناہ مین

آ گئے، مگر یہ بشپ بہت بدکردار اور بد اخلاق تھا، لوگون کو صدقہ کرنے کی تلقین کرتا، اور جب
اس کے قبضہ مین آجاتا تو فقراء اور مساکین کو دینے کے بجاے خود لے لیتا، حتی کہ سونے اور
چاندی کے سات مٹکے جمع ہو گئے، حضرت سلمانؓ اسکی حرص و آز کو دیکھ دیکھ کر پیچ و تاب
کھاتے تھے، مگر زبان سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے، اتفاق سے وہ مرگیا، عیسائی شان و شوکت
کے ساتھ اس کی تجہیز و تکفین کرنے کو جمع ہوئے، اس وقت انھون نے سارا اعمال نامہ
ان لوگون کے سامنے کھول کر رکھدیا، لوگون نے پوچھا تم کو کیسے معلوم ہوا، انھون نے
ان کو لیجا کر اس اندوختہ خزانہ کے پاس کھڑا کردیا، تلاشی لی گئی، تو واقعی سات مٹکے سونے
چاندی سے بھرے ہوے برآمد ہوئے، عیسائیون نے اس کی سزا مین دفن کرنے کے
بجاے اس کی نعش کو صلیب پر لٹکا کر سنگسار کیا، اسکی جگہ دوسرا بشپ مقرر ہوا، یہ بڑا
عابد و زاہد اور تارک الدنیا تھا، شب و روز عبادت الٰہی مین مشغول رہتا، سلمانؓ اس سے
بہت مانوس ہو گئے اور دلی محبت کرنے لگے، اور آخر تک اسکی صحبت سے فیض یاب
ہوتے رہے، جب اسکی موت کا وقت قریب آیا، تو اس سے کہا کہ مین آپکے پاس عرصہ
تک نہایت لطف و محبت کے ساتھ رہا، اب آپ کا وقت آخر ہے، اس لئے آیندہ
کے لئے مجھ کو کیا ہدایت ہوتی ہے، اس نے کہا میرے علم مین کوئی ایسا عیسائی نہین ہے،
جو مذہب عیسوی کا سچا پیرو ہو، سچے لوگ مرکھپ گئے اور موجودہ عیسائیون نے مذہب
کو بہت کچھ بدل دیا ہے، بلکہ بہت سے اصول تو سرے سے چھوڑ ہی دیئے ہین، ہان موصل
مین فلان شخص سے جو دین حق کا سچا پیرو ہے، تم جا کر اس سے ملاقات کرنا،

موصل کا سفر، اس بشپ کی موت کے بعد حق کی جستجو مین وہ موصل پہونچے، اور تلاش کرکے
اس سے ملے، اور اپنا واقعہ بیان کیا، کہ فلان پادری نے مجھ کو ہدایت کی تھی کہ آپکے یہان

ابھی تک حق کا سرچشمہ ابلتا ہے، اور مین آپ سے مل کر اپنی تشنگی فرو کرون اس نے اُن کو ٹھہرا لیا، پہلے پادری کی رائے کے مطابق یہ پادری درحقیقت بڑا متقی اور پاکباز تھا، اس لئے اُنھون نے اُس کے پاس مستقل قیام کر دیا، مگر تھوڑے دنون کے بعد اس کا وقت بھی آگیا، آیندہ کے متعلق حضرت سلمانؓ نے اس سے بھی وصیت کی خواہش کی، اُس نے نصیبین مین ایک شخص کا پتہ بتایا،

نصیبین کا سفر، چنانچہ اس کی موت کے بعد آپ نصیبین پہونچے، اور اس پادری سے مل کر دوسرے پادری کی وصیت بتائی، یہ اسقف بھی پہلے دونون اسقفون کی طرح بڑا عابد وزاہد تھا سلمانؓ یہان مقیم ہو کر اس سے روحانی تسکین حاصل کرنے لگے، ابھی کچھ ہی دن اس کی صحبت سے فیض اٹھایا تھا کہ اس کا وقت بھی آخر ہو گیا، حضرت سلمانؓ نے گذشتہ اسقفون کی طرح اس سے بھی آیندہ کے متعلق مشورہ طلب کیا، اس نے عموریہ مین گوہر مقصود کا پتہ بتایا،

عموریہ کا سفر، چنانچہ اس کی موت کے بعد اُنھون نے عموریہ کا سفر کیا، اور وہان کے اسقف سے ملکر پیام سنایا، اور اس کے پاس مقیم ہو گئے، کچھ بکریان خرید لین، ان سے مادی غذا حاصل کرتے تھے، اور صبر وشکر کے ساتھ روحانی غذا اسقف سے حاصل کرنے لگے، جب اس کا پیمانۂ حیات بھی لبریز ہو گیا، تو حضرت سلمانؓ نے اپنی پوری سرگذشت سنائی کہ اتنے مراتب طے کرتا ہوا آپ کے پاس پہونچا تھا، آپ بھی آخرت کا سفر کرنے کو آمادہ ہین، اس لئے میرا کوئی سامان کرتے جایئے، اس نے کہا بیٹا! مین تمھارے لئے کیا سامان کرون، آج دنیا مین کوئی شخص ایسا باقی نہین ہے جس سے ملنے کا تم کو مشورہ دون، البتہ اب اُس نبیؐ کے ظہور کا زمانہ قریب ہے، جو ریگستان عرب سے اٹھکر دین ابراہیم کو زندہ کریگا، اور کھجورون والی زمین کی طرف ہجرت کریگا، اس کی علامات یہ ہین کہ وہ ہدیہ قبول کریگا، لیکن صدقہ کو

اپنے لئے حرام سمجھے گا، اسکے دونون شانون کے درمیان مہر نبوت ہو گی، اگر تم اس سے مل سکو تو ضرور ملنا،

اسقف کی بشارت اور عرب کا سفر، اس اسقف کے مرنے کے بعد عرصہ تک عموریہ مین رہے، کچھ دنون بعد بنو کلب کے تاجر ادھر سے گذرے، آپ نے اُن سے کہا کہ اگر تم مجھ کو عرب پہونچادو تو مین اپنی گائین اور بکریان تمھاری نذر کردون گا، وہ لوگ تیار ہو گئے، اور زبان حال سے یہ شعر ؎

چلتا ہون تھوڑی دور ہر اک راہرو کیساتھ
پہچانتا نہین ہون ابھی راہبر کو مین

پڑھتے ہوئے ساتھ ہو لئے،

غلامی، لیکن اُن عربون نے وادی القریٰ مین پہونچ کر دھوکا دیا، اور ایک یہودی کے ہاتھ غلام بنا کر فروخت کر ڈالا، کھجور کے درخت نظر آئے، تو آس بندھی کہ شاید یہی وہ منزل مقصود ہو جس کا اسقف نے پتہ دیا تھا، تھوڑے دن قیام کیا تھا کہ یہ امید بھی منقطع ہو گئی، آقا کا چچا زاد بھائی مدینہ سے ملنے آیا، اس نے اُن کو اس کے ہاتھ بیچ دیا،

غلامی اور مدینہ کا سفر، وہ اپنے ساتھ مدینہ لے چلا اور سلمان غلامی در غلامی کی رسوائی سہتے ہوئے مدینہ پہونچے، مگر ہاتف غیب تسکین دے رہا تھا، کہ یہ غلامی نہین ہے،

اسی سے ہو گی ترے غمکدہ کی آبادی
تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

درحقیقت اُس غلامی پر جو کسی کے آستان ناز تک پہونچانے کا ذریعہ بنجائے، ہزارون آزادیان قربان ہین، جون جون محبوب کی منزل قریب ہوتی جاتی تھی، کشش بڑھتی جاتی تھی، اور آثار و علامات بتاتے تھے کہ شاہد مقصود کی جلوہ گاہ یہی ہے، اب ان کو پورا یقین ہو گیا، اور دیدار جمال کی آرزو مین یہان دن کاٹنے لگے،

اس وقت آفتاب رسالت مکہ پر پرتو افگن ہوچکا تھا لیکن جور و ستم کے بادلون مین چھپا
تھا، سلمان رضی کو آقا کی خدمت سے اتنا وقت نہ ملتا تھا کہ خود اس کا پتہ لگاتے، آخر انتظار کرتے
کرتے وہ روز مسعود بھی آگیا کہ مکہ کا آفتاب عالمتاب مدینہ کے افق پر طلوع ہوا، حرمان نصیب
سلمان رضی کی شب ہجر تمام ہوئی، اور صبح امید کا اجالا پھیلا یعنی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے
مدینہ تشریف لائے، سلمان رضی کھجور کے درخت پر چڑھے، کچھ درست کر رہے تھے، آقا نیچے بیٹھا ہوا تھا،
کہ اس کے چچازاد بھائی نے آکر کہا خدا بنی قیلہ کو غارت کرے، سب کے سب قبا مین ایک شخص
کے پاس جمع ہین جو مکہ سے آیا ہے، یہ لوگ اسکو نبی سمجھتے ہین، سلمان کے کانون تک اس
خبر کا پہونچنا تھا کہ یارائے ضبط باقی نہ رہا، صبر و شکیب کا دامن چھوٹ گیا، بدن مین سنسناہٹ
پیدا ہوگئی، اور قریب تھا کہ کھجور کے درخت پر سے فرش زمین پر آجائین، اسی مدہوشی مین جلد جلد درخت
سے نیچے اتر آئے، اور بدحواسی مین بے تحاشا پوچھنے لگے، تم کیا کہتے ہو، آقا نے اس سوال پر گھونسا مارکر
ڈانٹا کہ تم کو اس سے کیا غرض، تم اپنا کام کرو، اس وقت سلمان رضی خاموش ہوگئے،

اسلام، لیکن اب صبر کسے تھا، کھانے کی کچھ چیزین پاس تھین، ان کو لیکر دربار رسالت مین حاضر
ہوئے، اور عرض کیا مین نے سنا ہے کہ آپ خدا کے برگزیدہ بندے ہین اور کچھ غریب الدیار
اور اہل حاجت آپ کے ساتھ ہین، میرے پاس یہ چیزین صدقہ کے لئے رکھی تھین آپ لوگون
سے زیادہ اس کا کون مستحق ہو سکتا ہے، اسکو قبول فرمائیے، آنحضرت صلعم نے دوسرے لوگون
کو کھانے کا حکم دیا، مگر خود نوش نہ فرمایا، اس طریقہ سے سلمان رضی کو نبوت کی ایک علامت کا مشاہدہ
ہوگیا کہ وہ صدقہ نہین قبول کرتا، دوسرے دن پھر ہدیہ لیکر حاضر ہوئے، اور عرض کیا کہ کل آپ نے
صدقہ کی چیزین نہین نوش فرمائی تھین آج یہ ہدیہ قبول فرمائیے، آپ نے قبول کیا، خود بھی نوش فرمایا
اور دوسرون کو بھی دیا، اس طریقہ سے دوسری نشانی یعنی مہر نبوت کی بھی زیارت کی اور

باچشم پرنم آپ کی طرف بوسہ دینے کو جھکے، آنحضرت صلعم نے فرمایا سامنے آؤ، وہ سامنے آئے اور اپنی ساری سرگذشت سنائی، پھر آنحضرت صلعم نے یہ دلچسپ داستان اپنے تمام اصحاب کو سنوائی[1]

اسلام، حضرت سلمان رضؓ جو اپنا گوہر مقصود پا چکے تھے، اس دولت کو اپنے دل کے خزانہ میں رکھکر آقا کے گھر واپس آئے، اتنے مرحلوں کے بعد وہ دین حق سے ہم آغوش ہوئے،

آزادی غلامی کی مشغولیت کے باعث فرائض مذہبی ادا نہ کر سکتے تھے، اسی وجہ سے غزوۂ بدر و احد میں شریک نہ ہو سکے، اس لئے آنحضرت صلعم نے ان سے فرمایا کہ اپنے آقا کو معاوضہ دیکر آزادی حاصل کر لو، تین سو کھجور کے درخت اور چالیس اوقیہ سونے پر معاملہ طے ہوا، آنحضرت صلعم نے عام مسلمانوں سے سفارش فرمائی کہ اپنے بھائی کی مدد کرو، سب نے حسب حیثیت کھجور کے درخت دیئے، اس طریقہ سے تین سو درخت ان کو مل گئے، اور آنحضرت صلعم کی مدد سے ان کو بٹھایا، اور زمین وغیرہ ہموار کر کے ایک شرط پوری کر دی، اب سونے کی ادائگی باقی رہ گئی، اس کا سامان بھی خدا نے کر دیا، آنحضرت صلعم کو کسی غزوہ میں مرغی کے بیضہ کے برابر سونا مل گیا، آپ نے سلمان کو دیدیا، یہ وزن میں ٹھیک چالیس اوقیہ تھا، اس سے گلو خلاصی حاصل کی، اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں رہنے لگے،[2]

مواخاۃ، غلامی سے آزادی کے بعد مسلمانوں کے ساتھ مستقل اقامت اختیار کی، اس وقت بالکل غریب الدیار تھے، کوئی شناسا نہ تھا، آنحضرت صلعم نے دوسرے مہاجرین کی طرح ان کی اور ابو درداءؓ سے مواخاۃ کرا دی،

غزوات بدر و احد کی لڑائیاں ان کی غلامی کے زمانہ میں ختم ہو چکی تھیں، آزادی کے بعد سب سے پہلا

لہ قبول از اسلام تم آزادی تک کے کل حالات مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴ سے ماخوذ ہیں،

سلہ بخاری ج ۲ ص ۸۹۰،

غزوہ خندق پیش آیا اس مین اُنھون نے اپنے حسن تدبیر سے ان دونون لڑائیون کی تلافی کردی،
غزوۂ خندق مین تمام عرب کا ٹڈی دل مسلمانون کے خلاف امنڈ آیا تھا کہ مسلمانون کا کامل استیصال
کردے، حملہ خود مدینہ پر تھا جس کے چارون پر نہ قلعہ تھا نہ فصیل تھی، اور مقابلہ بھی سخت تھا کہ ایک
طرف کفار کی تعداد ریگستان عرب کے ذرون کے برابر تھی، اور دوسری طرف مٹھی بھر مسلمان تھے،
آنحضرت صلعم نے عام مسلمانون سے مشورہ کیا، سلمان فارسی رضؓ چونکہ ایران کی صف آرائیان
دیکھے ہوئے تھے اس لئے جنگی اصولون سے اچھی طرح واقف تھے، چنانچہ اُنھون نے مشورہ
دیا کہ اس انبوہ کا کھلے میدان مین مقابلہ کرنا مناسب نہین ہے، بلکہ مدینہ کے چارون طرف خندقین
کھود کر شہر کو محفوظ کر دینا چاہئے، یہ تدبیر مسلمانون کو بہت پسند آئی[1] اور اُسی پر عمل کیا گیا، خندق
کی کھدائی مین آنحضرت صلعم بہ نفس نفیس شریک ہوتے تھے، اور مٹی ڈھوتے ڈھوتے شکم مبارک
مٹی سے اٹ گیا تھا، اور رجزیہ اشعار زبان پر جاری تھے[2]، ذیقعدہ ۵ھ مین طرفین مین جنگ
شروع ہوئی، عربون کو اس طریقۂ جنگ سے واقفیت نہ تھی، وہ آئے تھے کہ مدینہ کی اینٹ سے
اینٹ بجادین گے، مگر یہان آکر دیکھا کہ ان کے اور مدینہ کے بیچ مین خندق کی فصیل حائل ہے[3]
۲۱، ۲۲ دن تک مسلسل محاصرہ قایم رہا، مگر شہر تک پہونچنا اُن کو نصیب نہ ہوا، اور آخر کار
ناکام واپس پھر گئے،

خندق کے علاوہ حضرت سلمان رضؓ تمام لڑائیون مین مسلمانون کے دوش بدوش رہے[4]، اور
غزوۂ خندق کے بعد سے کوئی غزوہ ایسا نہین ہوا جس مین شریک ہو کر داد شجاعت نہ دی ہو،

عہد صدیقی و عراق — آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد عرصہ تک آپ مدینہ مین رہے، اور غالباً

[1] ابن سعد جز ۲ قسم ۱ ص ۴۷، [2] بخاری ج ۲ کتاب المغازی غزوۂ خندق، [3] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۴۴۱

[4] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۳۰،

عہدِ صدیقی کے آخر یا عہدِ فاروقی کی ابتدا مین اُنھون نے عراق کی سکونت اور ان کے اسلامی بھائی ابو درداؓ نے شام کی سکونت اختیار کر لی، یہان کی اقامت کے بعد ابو درداؓ کو خدا نے مال اور اولاد کی حیثیت سے بہت نوازا، اُنھون نے سلمانؓ کو خط لکھا، کہ تم سے چھٹنے کے بعد خدا نے مجھ کو مال و دولت اور اہل و عیال سے سرفراز کیا، اور ارضِ مقدس کی سکونت کا شرف حاصل ہوا، انھون نے جواب دیا کہ یاد رکھو مال اور اولاد کی کثرت مین کوئی خیر نہین ہے، بلکہ خیر اس مین ہے کہ تھارا حلم زیادہ ہو، اور تھارا علم تم کو نفع پہونچائے، محض ارضِ مقدس کا قیام کوئی فائدہ نہین پہونچا سکتا جب تک تھارا عمل اس قابل نہ ہو، اور عمل بھی اس طرح ہو کہ گویا خدا تم کو دیکھ رہا ہے، اور تم اپنے کو مردہ سمجھو،[1]

عہد فاروقی | ایران کی فوج کشی مین مجاہدانہ شریک ہوئے، اور چونکہ خود ایرانی تھے، اس لئے فتوحات مین بہت قیمتی امداد پہونچائی، مگر اصولِ اسلام کو ہمیشہ پیش نظر رکھا، ایک ایرانی قصر کے محاصرہ کے وقت جارحانہ حملے کے پہلے محصورین کو سمجھا دیا کہ مین بھی تمھارا ہم قوم تھا، لیکن خدا نے مجھ کو اسلام سے نوازا، تم لوگ عربون کی اطاعت گذاری سے کسی طرح نہین بچ سکتے، مین تمکو سمجھائے دیتا ہون، کہ اگر تم اسلام لا کر ہجرت کر کے ہم مین ملجاؤ تو تم کو اہلِ عرب کے حقوق دیئے جائینگے، جو قانون ان کے لئے ہے، وہی تم پر جاری کیا جائیگا، اور اگر اسلام نہین قبول کرتے اور صرف جزیہ منظور کرتے ہو تو ذمیون کے حقوق تم کو ملین گے، اور ان کا قانون تم پر نافذ کیا جائیگا، تین دن تک برابر تبلیغ کا فرض ادا کرتے رہے، جب کوئی اثر نہ ہوا تو حملہ کا حکم دیدیا، اور مسلمانون نے قصر مذکور بزور شمشیر فتح کر لیا،[2]

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۳۱،

[2] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۴۴۱

فتح جلولا مین بھی شریک تھے، اور وہان مشک کی ایک تھیلی ہاتھ آئی تھی، جو وفات کے وقت کام مین لائے[1]،

گورنری | حضرت عمر رضؓ کے عہد خلافت مین مدائن کی حکومت پر سرفراز تھے، اس کی تفصیلات آیندہ عادات واخلاق مین آئین گی،

چونکہ حضرت سلمان رضؓ مقربین بارگاہ نبوی مین سے تھے اس لئے حضرت عمر رضؓ ان کا بہت احترام کرتے تھے، ایک دفعہ یہ حضرت عمر رضؓ کے پاس گئے، اس وقت آپ ایک گدے پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے سلمان رضؓ کو دیکھکر گدا ان کی طرف بڑھا دیا[2]،

علالت | حضرت عثمان رضؓ کے عہد خلافت مین بیمار پڑے، سعد بن ابی وقاص رضؓ عیادت کو گئے آپ رونے لگے، سعد رضؓ نے کہا ابو عبداللہ رونے کا کون سا مقام ہے، آنحضرت صلعم تم سے خوش خوش دنیا سے اٹھے، تم ان سے حوض کوثر پر ملوگے، بچھڑے ہوئے ساتھیون سے ملاقات ہوگی کہا خدا کی قسم مین موت سے نہین گھبراتا اور نہ دنیا کی حرص باقی ہے، رونا یہ ہے کہ رسول اللہ نے عہد کیا تھا، کہ ہمارا دنیاوی ساز وسامان ایک مسافر کے زاد راہ سے زیادہ نہ ہو، حالانکہ میرے گرد اس قدر سانپ (اسباب) جمع ہین، سعد کہتے ہین کہ کل سامان جسکو سانپ سے تعبیر کیا تھا، ایک بڑے پیالے، ایک لگن اور ایک تسلہ سے زیادہ نہ تھا، اس کے بعد سعد نے خواہش کی کہ مجھکو کوئی نصیحت کیجئے، فرمایا کہ کسی کام کا قصد کرتے وقت، فیصلہ کرتے وقت، تقسیم کرتے وقت خدا کو یاد رکھا کرو[3]، اسی بیماری کے دوران مین اور احباب نے بھی نصیحت ووصیت کی خواہش کی فرمایا، تم مین سے جس سے ہو سکے اسکی کوشش کرے کہ وہ حج عمرہ جہاد یا قرآن پڑھتے ہوئے جان دے، اور فسق وفجور اور خیانت کی حالت مین نہ مرے[4]،

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم اص ۶۶، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۹۹، [3] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۶۵ [4] ایضاً

وقت آخر ہوا تو اپنی بیوی سے وہی مشک کی تھیلی منگائی، اور اپنے ہاتھ سے پانی مین گھول کر اپنے چارون طرف چھڑکوایا، اور سب کو اپنے پاس سے ہٹا دیا، لوگ تنہا چھوڑ کر ہٹ گئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر گئے تو دیکھا کہ مرغِ روح قفسِ خاکی سے چھوٹ کر شاخِ طوبیٰ پر پہونچ چکا تھا،[1]

فضل وکمال حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے دن کا بڑا حصہ آنحضرت صلعم کی صحبت مین گذرتا تھا، اس لئے قدرۃً آپ علوم ومعارف سے کافی بہرہ ور ہوے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپکے مبلغ علم کے متعلق پوچھا گیا، تو فرمایا کہ ان کو علم اول اور علم آخر سب کا علم تھا، اور وہ ایسا دریا تھے جو پایاب سے ناآشنا رہا، وہ ہمارے اہل بیت مین تھے،[2] دوسری روایت مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ" وہ علم وحکمت مین لقمان حکیم کے برابر تھے،[3] علم اول سے مراد کتب سابقہ کا علم، اور علم آخر سے مقصود آخری کتاب الٰہی یعنی قرآن کا علم ہے، اور اہل بیت مین سے ہونا اس طرح ہے کہ آنحضرت صلعم نے قربت اختصاص کی بنا پر اور اس لئے کہ عربون مین ان کا کوئی خاندان نہ تھا ان کو یہ شرف بخشا کہ اعزازاً اپنے اہل بیت مین ان کو داخل کر لیا،

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جو خود بہت بڑے عالم اور صاحب کمال صحابی تھے، وہ بھی ان کے کمال علم کے معترف تھے، چنانچہ ایک مرتبہ اپنے ایک شاگرد سے کہا کہ چار آدمی سے علم حاصل کرنا، ان چارون مین ایک سلمان رضی اللہ عنہ کا نام بھی تھا،[4] ایک موقع پر خود زبان نبوت نے اُن کے علم وفضل کی ان الفاظ مین تصدیق کی ہے کہ" سلمان علم سے لبریز ہے"[4] صاحب اسد الغابہ لکھتے ہین کہ سلمان رضی اللہ عنہ فضلاء صحابہ مین تھے[5] آپ کی کوششون سے حدیث کا کافی حصہ اشاعت پذیر ہوا، آپ کے مرویات کی تعداد ۶۰ ہے، ان مین سے تین حدیثین متفق علیہ ہین، ان کے علاوہ

[1] ابن سعد جزو چہارم قسم ۲ ص ۶۶، [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۶۲، [3] ابن سعد جزو چہارم قسم ۱ ص ۶۱، [4] ایضاً، [5] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۳۳۱،

ایک مین مسلم اور تین مین بخاری منفرد ہین[1]،

ابو سعید خدری رضؓ، ابو الطفیل، ابن عباسؓ، اوس بن مالک اور ابن عجرہ وغیرہ آپ کے زمرۂ تلامذہ مین ہین[2]،

گو حضرت سلمان رضؓ علم اول و آخر کے مالک تھے تاہم حدیث بیان کرنے مین بہت محتاط تھے، اس لئے ان کی مرویات کی تعداد ۶۰ سے متجاوز نہ ہوئی حضرت حذیفہ رضؓ مدائن مین لوگون سے بعض ایسی باتین بیان کرتے تھے، جو آنحضرت صلعم نے غصہ کی حالت مین کسی کے متعلق فرمائی تھین، لوگ انکی تصدیق کے لئے حضرت سلمان رضؓ کے پاس آئے، آپنے صرف اس قدر جواب دیا کہ حذیفہ رضؓ خود زیادہ اچھا جانتے ہین، لوگون نے حضرت حذیفہ رضؓ سے آکر کہا کہ ہم نے آپ کی بیان کردہ حدیث سلمان رضؓ کو سنائی، وہ نہ اس کی تصدیق کرتے ہین، اور نہ تردید، حضرت ابو حذیفہ رضؓ نے سلمان رضؓ سے کہا جو کچھ تم نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے، اس کی تصدیق کیون نہین کرتے، فرمایا، بعض اوقات آنحضرت صلعم لوگون کو کچھ غصہ مین کہدیتے تھے، اور بعض اوقات خوش ہو کر کچھ فرما دیتے تھے، معلوم ہوتا ہے تم ان باتون کو بیان کرکے کسی کو کسی کا دوست اور کسی کو کسی کا دشمن بنا دوگے، کیا تمھین معلوم نہین کہ آنحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے، کہ خداوندا غصہ کی حالت مین اگر کسی کے متعلق کوئی برا کلمہ نکل جائے تو اس کو بھی اس کے حق مین خیر کردینا" پھر ان سے کہا، تم اس قسم کی باتون سے باز آؤ نہین تو مین عمر رضؓ کو آگاہ کردونگا[3]،

چونکہ وہ اسلام کے قبل عرصہ تک نصرانی رہ چکے تھے اس لئے عیسائی مذہب کے متعلق بھی کافی معلومات رکھتے تھے حضرت ابو ہریرہ رضؓ فرماتے تھے کہ "سلمان رضؓ دو کتابون کا علم رکھتے ہین، کلام اللہ اور انجیل"، مذہب عیسوی کے مسائل محض پادریون کی زبانی نہین سنے تھے،

[1] تہذیب الکمال ص ۱۴۲ [2] تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۱۳۸، [3] ابو داؤد جلد ۲ ص ۱۶۹ [4] استیعاب ج ۲ ص ۵۶۲

بلکہ خود انجیل کا مطالعہ کیا تھا چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ مین نے توراۃ مین دیکھا ہے کہ کھانے کے بعد وضو کرنے سے برکت ہوتی ہے،[1]

عام حالات، تقرب بارگاہ نبوی | حضرت سلمانؓ صحابۂ کرامؓ کے اس مخصوص زمرہ مین تھے جسکو بارگاہِ نبوی مین خاص تقرب حاصل تھا مخصوص صحابہ کرامؓ کے علاوہ کم لوگ ایسے تھے جو بارگاہِ نبوت کی پذیرائی مین حضرت سلمانؓ کی ہمسری کرسکتے ہون غزوۂ خندق کے موقع پر جب مہاجرین و انصار علیحدہ علیحدہ جمع ہوئے تو مہاجرین کہتے تھے کہ سلمانؓ ہمارے زمرہ مین ہین، انصار کہتے تھے ہماری جماعت مین ہین، آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سلمانؓ ہمارے اہل بیت مین ہین[2]، ام المومنین عایشہ صدیقہؓ فرماتی ہین کہ سلمانؓ کی شب کی تنہائی کی صحبت آنحضرت صلعم کے پاس اتنی لمبی ہوتی تھی، کہ ہم لوگون کو (ازواج) خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ کہین ہمارے حصون کی رات بھی اسی نشست مین نہ گذر جائے، انس بن مالکؓ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ جنت تین آدمیون کی مشتاق ہے، علی، عمار، اور سلمان کی[3] آپ کے تقرب کی آخری مثال یہ ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت صلعم حضرت صدیق اکبرؓ جیسے فدائی اسلام اور جلیل القدر صحابی سے حضرت سلمانؓ اور ان کے بعض رفقاء کے بارہ مین رنجیدہ ہوگئے، اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابوسفیان چند آدمیون کے ساتھ حضرت صہیبؓ، بلالؓ اور سلمانؓ کے پاس سے گذرے، ان تینون بزرگون نے کہا کہ خدا کی کوئی تلوار خدا کے دشمن (ابوسفیان) کی گردن پر نہین پڑی حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تم لوگ سردار قریش کی شان مین ایسا کلمہ زبان سے نکالتے ہو، اور آنحضرت صلعم سے آکر واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ شاید تم نے ان لوگون کو ناراض کر دیا، اگر تم نے

١؎ مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۴۱ ٢؎ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۹۸، ٣؎ جامع ترمذی مناقب سلمانؓ،

ان لوگون کو ناراض کیا تو گویا خدا کو ناراض کیا، حضرت ابوبکرؓ سخت نادم ہوئے، اور اگر ان بزرگون سے معذرت کی[1]

اخلاق و عادات — حضرت سلمانؓ فارسی مین مذہبی جذبہ کی شدت فطری تھی جس طرح آتش پرستی کے زمانہ مین سخت آتش پرست، اور نصرانیت کے زمانہ مین عابد و زاہد نصرانی تھے، اسی طرح مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد اسلام کا مکمل ترین نمونہ بن گئے، ان کے اصلی فضل و کمال کا میدان یہی ہے،

زہد و تقوی — اُن کا زہد و ورع اس حد تک پہونچ گیا تھا جس کے بعد رہبانیت کی حد شروع ہو جاتی ہے، اسکی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ عمر بھر گھر نہین بنایا، جہان کہین دیوار یا درخت کا سایہ ملجاتا پڑرہتے، ایک شخص نے اجازت چاہی کہ مین آپ کے لئے مکان بنادون، فرمایا مجھکو اس کی حاجت نہین، وہ پیہم اصرار کرتا تھا، یہ برابر انکار کرتے جاتے تھے، آخر مین اس نے کہا کہ آپ کی مرضی کے مطابق بناؤنگا، فرمایا وہ کیسا، عرض کیا اتنا مختصر کہ اگر کھڑے ہون تو سر چھت سے ملجائے اور اگر لیٹین تو پیر دیوارون سے لگین، فرمایا خیر اس مین کوئی مضایقہ نہین، چنانچہ اس نے ایک جھونپڑی بنادی،[2]

اس زہد کا اثر زندگی کے ہر شعبہ مین نمایان تھا، مزخرفات دنیاوی کو کبھی پاس نہ آنے دیتے تھے، وفات کے وقت گھر کا پورا اثاثہ بیس بائیس درہم سے زیادہ کا نہ تھا، بستر مین معمولی سا بچھونا تھا، اور دو اینٹین جنکا تکیہ بناتے تھے اس پر بھی روتے تھے، اور فرماتے تھے، کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے، کہ انسان کا ساز و سامان ایک مسافر سے زیادہ نہ ہونا چاہئے، اور میرا یہ حال ہے[3]، یہ حالت زندگی کے ہر دور مین قایم رہی جب امارت کے عہدہ پر ممتاز تھے

[1] مسلم ج ۲ ص ۳۶۲ مصر، [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۶۲، حیدر آباد [3] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۴۳۸

اس وقت بھی کوئی فرق نہ آیا حسن بیان کرتے ہین کہ سلمانؓ جب پانچ ہزار تنخواہ پاتے تھے اور تیس ہزار نفوس پر حکومت کرتے تھے، اس وقت بھی ان کے پاس صرف ایک عبا تھی، جسمین لکڑیان جمع کرتے تھے، اور اس کا آدھا حصہ اوڑھتے اور آدھا بچھاتے تھے[1]

رہبانیت سے اجتناب | اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ اسلام کی تعلیمات کے خلاف رہبانیت کی طرف مائل تھے، مذہبی تشدد کے ساتھ ساتھ دنیاوی حقوق کا بھی پورا لحاظ رکھتے تھے، اور دوسرون کو بھی اسکی تلقین کرتے تھے، ان کے اسلامی بھائی حضرت ابو درداءؓ بڑے عابد وزاہد تھے رات بھر نماز پڑھتے، اور دن بھر روزہ رکھتے تھے، ساری ساری رات عبادت مین گزار دیتے حضرت سلمانؓ ان سے ملنے کے لئے ان کے گھر جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ ابو درداءؓ کی بیوی کو بہت خراب حالت مین دیکھا، پوچھا تم نے کیا صورت بنا رکھی ہے، انھون نے کہا کس کے لئے بناؤ سنگار کرون تمھارے بھائی کو تو دنیا کی ضرورت باقی نہین رہی، حضرت ابو درداءؓ جب گھر آئے تو سلمان کے لئے کھانا منگایا، مگر خود معذرت کی کہ مین روزہ سے ہون، فرمایا جب تک تم نہ کھاؤ گے مین بھی نہ کھاؤن گا، چنانچہ ابو درداء نے کھانا کھایا رات کو حضرت سلمانؓ ان کے پاس ہی لیٹے اور انکو دیکھتے رہے، جب وہ عبادت کو اٹھے، تو روک کر فرمایا کہ "تم پر تمھارے رب، تمھاری آنکھ اور تمھاری بیوی سب کا حق ہے، روزون کے ساتھ افطار اور شب بیداری کیساتھ سونا بھی ضروری ہے" اس کے بعد دونون نے یہ معاملہ آنحضرت صلعم کے سامنے پیش کیا آپ نے ابو درداءؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سلمانؓ تم سے زیادہ مذہب کے واقف کار ہین[2]،

سادگی | حضرت سلمانؓ کی تصویر حیات مین تکلف کے آب ورنگ کے بجائے سادگی بہت غالب تھی، جو ہر زمانہ مین یکسان قایم رہی، مدائن کی امارت کے زمانہ مین جب کہ

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۶۲ [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۷۲،

شان و شوکت اور خدم و حشم کے تمام لوازم اُن کے لئے مہیا ہو سکتے تھے اس وقت بھی اُن کی سادگی مین کوئی فرق نہ آیا، لباس مین ایک عبا اور ایک معمولی سی جانگھیا ہوتی تھی، ایرانی اس ہیئت مین دیکھ کر "کرک آمد" "کرک آمد" کہتے ایک مرتبہ اسی امارت کے زمانہ مین اس شان سے نکلے کہ سواری مین بلا زین کا گدھا تھا لباس مین ایک تنگ اور چھوٹی قمیص تھی جس سے گھٹنے بھی نہ چھپتے تھے، ٹانگین کھلی ہوئی تھین لڑکے اس ہیئت کذائی مین دیکھکر پیچھے لگ گئے، لوگون نے یہ طوفان بدتمیزی دیکھا تو ڈانٹ کر ہٹایا کہ امیر کا پیچھا کیون کرتے ہو، ایک مرتبہ ایک دستۂ فوج کی سرداری سپرد ہوئی، فوجی امارت کی شان و شوکت کا کیا ذکر، یہان معمولی سپاہی کی بھی وضع نہ تھی، چنانچہ فوجی نوجوان دیکھکر ہنستے، اور کہتے کہ یہی امیر ہین[1]،

ابو قلابہ راوی ہین کہ ایک شخص سلمانؓ کے یہان گیا، دیکھا کہ وہ بیٹھے آٹا گوندھ رہے ہین، پوچھا خادم کہان ہے، کہا کام سے بھیجا ہے، مجھکو یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ وہ دو کام کا بار اس پر ڈالون[2]،

اس غیر معمولی سادگی کی وجہ سے لوگون کو اکثر مزدور کا دھوکا ہوجاتا تھا، ایک مرتبہ ایک عبسی نے جانور کے لئے چارہ خریدا، حضرت سلمانؓ کھڑے تھے، ان سے کہا اسکو گھر تک پہونچا دو، وہ اٹھا کر لے چلے، راستہ مین لوگون نے دیکھا تو کہنے لگے کہ لائیے ہم پہونچا دین، یہ حال دیکھ کر عبسی نے پوچھا، یہ کون ہین، لوگون نے کہا آنحضرت صلعم کے صحابی ہین، وہ سنکر بہت نادم ہوا، اور کہا آپ تکلیف نہ کیجئے، لیکن اُنھون نے فرمایا، "اسمین مجھے نیت کا ثواب ہے، اب مین اس بوجھ کو بغیر پہونچائے ہوئے نیچے نہین رکھ سکتا[3]"،

---

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم اول ص ۶۲ و ۶۳، [2] ابن سعد جزء ۴ قسم اول ص ۶۴، [3] ایضاً ص ۶۳ و ۶۴،

فیاضی | فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ بھی آپ کا نمایاں وصف تھا، جو کچھ آپ کو تنخواہ ملتی تھی کل کا کل مستحقین میں تقسیم کر دیتے تھے، اور خود چٹائی بُن کر معاش پیدا کرتے تھے، اور چٹائی کی آمدنی کا بھی ایک تہائی اصل سرمایہ کے لئے رکھ لیتے، ایک تہائی بال بچوں پر خرچ کرتے اور ایک تہائی خیرات کرتے تھے، اربابِ علم کے بڑے قدر دان تھے، جب کوئی رقم ہاتھ آجاتی تو حدیث نبوی کے شائقین کو بلا کر کھلا دیتے تھے[1]

صدقات سے اجتناب | صدقات سے بہت سخت پرہیز کرتے تھے، اگر کسی چیز میں صدقہ کا ادنیٰ شائبہ ہوتا، تو اس سے بھی احتراز کرتے، ایک غلام نے خواہش کی کہ مجھ کو مکاتب بنا دیجیے فرمایا تمھارے پاس کچھ ہے، کہا میں لوگوں سے مانگ کر ادا کروں گا، فرمایا تم مجھکو لوگوں کے ہاتھ کا دھووَن کھلانا چاہتے ہو[2] (حالانکہ اس کا مانگا ان کے لئے صدقہ نہ رہجاتا)،

حضرت اسامہ بن زیدؓ

نام و نسب | اسامہ نام ابو محمدؐ کنیت، جب رسول اللہ صلعم یعنی "محبوب رسول"، لقب، والد کا نام زید تھا، نسب نامہ یہ ہے، اسامہ بن زید بن حارثہ بن شرحبیل بن کعب بن عبد العزیٰ بن زید بن امرؤ القیس بن نعمان بن عامر بن عامر بن عبد ود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرہ کلبی،

پیدائش، اسلام اور ہجرت | ۴؁ بعثت میں مکہ میں پیدا ہوئے، ان کے والد زید آنحضرت صلعم کے محبوب غلام بلکہ منہ بولے بیٹے تھے اور ان کی ماں برکہ آنحضرت صلعم کی کھلائی تھیں، اس لئے ان کو ماں اور باپ دونوں کی طرف سے رسول اللہ صلعم کی محبوبیت کا شرف ورثہ میں ملا تھا،

---

[1] ابن سعد جسبنز ۴ قسم ۱ ص ۴۷، [2] ایضاً ص ۴۸

والدین مسلمان تھے، اس لئے آنکھ کھلتے ہی اسلام کا دل آویز چہرہ نظر آیا اور اسلام کے گہوارہ میں پرورش پائی، ان کی زندگی کا کوئی حصہ کفر و شرک کی آلودگیوں سے ملوث نہ ہوا، ہجرت کا شرف آنحضرت صلعم کے ساتھ حاصل کیا[1]،

غزوات، ہجرت عظمیٰ کے بعد مغازی اور سرایا کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، لیکن ابتدائی لڑائیوں میں کم سنی کے باعث شریک نہ ہو سکے، سریہ حرقہ سے میدان جنگ میں آنے کی ابتدا معلوم ہوتی ہے[2]، صحیح بخاری اور حدیث کی دوسری کتابوں میں اس مہم کا نام سریۂ حرقات لکھا ہے، اہل سیر کہتے ہیں کہ یہ وہی سریہ ہے جس کے امیر غالب لیثی تھے، اور جو ۷ھ میں واقع ہوا، لیکن حاکم نے اکلیل میں لکھا ہے کہ یہ دوسرا سریہ تھا جو ۸ھ میں ہوا، ان دونوں سریوں کے الگ الگ ہونے پر اس امر سے بھی شہادت حاصل کیجا سکتی ہے، کہ سریہ غالب کے امیر حضرت غالب تھے اور اس سریہ حرقہ میں امارت و قیادت خود حضرت اسامہ کے ہاتھ میں معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری کی روایت سے اشارۃً سمجھا جاتا ہے، اور حاکم نے اکلیل میں اسکی تصریح کی ہے[3]، یہ سریہ ۷ھ یا ۸ھ ہجری کا واقعہ ہے، اس وقت انکی عمر زیادہ سے زیادہ ۱۴، ۱۵ سال کی تھی، تاہم ان کی فطری استعداد و صلاحیت نے آنحضرت صلعم سے اس سریہ کی سرداری کا شرف حاصل کیا، مگر ناآزمودہ کار تھے، اس لئے بعض فاش غلطیاں ہو گئیں، جنکو وہ خود اپنی زبان سے بیان کرتے تھے، کہ آنحضرت صلعم نے ہم لوگوں کو حرقہ کی طرف بھیجا تھا، صبح کو دشمنوں سے مقابلہ ہوا، دشمن ہزیمت کھا کر بھاگے، میں نے اور ایک انصاری نے ایک شخص کا تعاقب کیا، جب وہ زد میں آگیا تو لا الہ الا اللہ پکار اٹھا، اس کے اس اعلان پر انصاری نے ہاتھ روک لیا،

[1] ابن سعد جزو ۴ قسم ۱ ص ۴۳، [2] گو اس کی تصریح نہیں ملتی لیکن قیاس یہی چاہتا ہے، [3] مزید تفصیل کیلئے دیکھو زرقانی ج ۲ ص ۲۸۰ و ۲۸۹،

مگر مین نے نیزہ دن سے کام تمام کر دیا، واپسی کے بعد آنحضرت صلعم کو واقعہ معلوم ہوا تو فرمایا کہ اسامہ!
تم نے ایک شخص کو کلمۂ شہادت پڑھنے کے بعد بھی قتل کر دیا! مین نے عرض کیا اس نے اپنے
بچاؤ کے لئے ایسا کیا تھا، آپ نے یہ عذر ناقابلِ قبول سمجھا، اور بار بار اس جملہ کو دہراتے رہے یہانتک کہ
مجھکو اتنی ندامت ہوئی کہ دل مین کہنے لگا، "کاش آج کے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا"،[1]
دوسری روایت مین یہ الفاظ ہین کہ "اے اسامہ تم نے اس کا دل چیر کر کیون نہ دیکھا"،[2] مقصود
یہ تھا کہ ظاہری اسلام کے لئے زبان کا اقرار کافی ہے، اس سریہ کے متعلق ایک یمانی روایت
کرتا ہے، کہ یہ اسامہ کے میدانِ جنگ مین قدم رکھنے کا پہلا موقع تھا، اس سے معلوم ہوا
کہ اس کے قبل کسی غزوہ مین نہین شریک ہوئے ور اسی سے انکی جنگ آزمائی کی ابتدا ہوئی،
فتح مکہ | فتحِ مکہ اسلام کی فتح و شکست کا آخری معرکہ تھا، اسامہ اسمین شریک تھے اور فتح مکہ
کے بعد بیت اللہ مین اس شان سے داخل ہوئے کہ آنحضرت صلعم کی سواری پر آپ کے ساتھ
سوار تھے، اور حضرت بلالؓ و عثمانؓ بن طلحہ جلو مین تھے، خانۂ کعبہ کھلنے کے بعد چارون آدمی ساتھ داخل
ہوئے، ان کے داخلہ کے بعد دروازہ بند کر لیا گیا،[3]
امارت سریہ | آنحضرت صلعم نے ایک سے زائد سریئے اسامہؓ کی سرکردگی مین بھیجے، ان مین سب سے
اہم وہ سریہ تھا جسمین انکو اجلۂ صحابہ پر شرفِ امارت عطا ہوا، اس کا واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے
سفیر حضرت حارث بن عمیر ازدی شاہِ بصری کے دربار سے سفارت کی خدمت انجام دیکر واپس
آرہے تھے کہ مقام موتہ مین شرحبیل بن عمرو غسانی نے انکو شہید کر دیا، آنحضرت صلعم نے اس کے
انتقام مین حضرت زیدؓ کی زیر امارت ایک سریہ روانہ کیا لیکن یہ بھی شہید ہوئے، اور ان کے

---

[1] بخاری جلد ۲ کتاب المغازی باب بعث النبی صلعم اسامہ بن زید [2] صحیح مسلم کتاب الایمان [3] بخاری ج ۲ کتاب المغازی باب فتح مکہ

ساتھ اکابر صحابہ میں حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نے بھی جام شہادت پیا، آنحضرت صلعم کو ان بزرگوں کی شہادت کا بڑا قلق ہوا چنانچہ اپنی وفات کے کچھ دنوں پہلے ان شہدا کے انتقام کے لئے ایک اور سریہ روانہ کیا اور چونکہ حضرت اسامہؓ کے والد حضرت زیدؓ شہید ہوئے تھے، اس لئے اس سریہ کا امیر اسامہ کو بنایا، کہ اس میں انکی دلدہی بھی مدنظر تھی اور والد کی شہادت کی وجہ سے انتقام کا جو جذبہ ان میں ہو سکتا تھا وہ دوسرے میں ممکن نہ تھا،

چنانچہ صفر ۱۱ھ میں آنحضرت صلعم نے سریہ کی تیاری کا حکم دیا، اور اسامہؓ کو بلا کر اس کے متعلق ضروری ہدایات فرمائیں، لیکن ابھی یہ سریہ روانہ نہ ہوا تھا کہ آنحضرت صلعم میں بیماری کی علامات شروع ہو گئیں لیکن آپ پر حضرت زیدؓ اور جعفرؓ کی شہادت کا اتنا شدید اثر تھا کہ اسکی روانگی ملتوی نہ فرمائی، اور اسی بیماری کی حالت میں اپنے دست مبارک سے علم مرحمت فرمایا، اور سریہ روانہ ہو گیا پہلی منزل مقام جرف میں کی، اس سریہ میں حضرت ابوبکر، عمر، ابو عبیدہ بن جراح، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، قتادہ بن نعمان رضوان اللہ علیہم اجمعین سب اسامہؓ کی ماتحتی میں گئے ہوئے تھے بعض لوگوں کو یہ ناگوار ہوا اور انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے ایک نوعمر لونڈے کو مہاجرین اولین پر امیر بنایا ہے، آپ کو اس کی خبر ہوئی تو اس سے بہت تکلیف پہونچی اور اسی بیماری کی حالت میں سر میں پٹی باندھے ہوئے نکلے اور منبر پر چڑھ کر ایک مختصر تقریر فرمائی کہ

"اسامہ بن زیدؓ کو امیر بنانے میں بعض لوگوں نے جو نکتہ چینیاں کی ہیں اسکی اطلاع مجھکو ملی، اسامہ کی امارت پر یہ اعتراض کوئی نیا واقعہ نہیں ہے، تم لوگ اس کے پہلے اس کے باپ کی امارت پر اعتراض کر چکے ہو، خدا کی قسم وہ افسری کا سزاوار تھا، اور اس کے بعد اس کا لڑکا افسری کے سزاوار ہے، وہ مجھکو بہت محبوب تھا اور یہ ہر حسن ظن کے لایق ہے اس لئے تم لوگ اس کے

---

[1] بخاری ج ۲ کتاب المغازی باب فتح مکہ،

ساتھ بھلائی سے پیش آیا کرو، کہ وہ تمھارے بہتر لوگون مین ہے"، اس تقریر کے بعد آپ کاشانۂ اقدس مین تشریف لے گئے،

اس سریہ کی پہلی منزل گاہ جرف مدینہ کے قریب ہی تھی اس لئے جانے والون کا سلسلہ برابر جاری تھا، لوگ آنحضرت صلعم کی خدمت مین آتے تھے اور رخصت ہو کر جاتے تھے، اسامہؓ آنحضرت صلعم کو بیمار چھوڑ کر گئے تھے اس لئے وہ بھی دیکھنے آجاتے تھے، اتوار کے دن آنحضرت صلعم کا مرض زیادہ بڑھ گیا، اسامہؓ منزل گاہ سے مزاج پرسی کے لئے آئے، اس وقت آپ پر غفلت طاری تھی، اسامہؓ نے آکر بوسہ دیا، آپ بالکل خاموش تھے تاہم اسامہؓ کی دعا کے لئے دست مبارک آسمان کی طرف اٹھاتے تھے، اور اسامہؓ پر رکھتے تھے، اسامہؓ دیکھکر واپس گئے، اور دوسرے دن صبح کو پھر دیکھنے آئے، اس دن افاقہ تھا، آپنے اسامہ کو روانگی کا حکم دیا، چنانچہ انھون نے فوج کو کوچ کا حکم دیدیا، لیکن قبل اس کے کہ اسامہ جرف سے روانہ ہون انکی مان ام ایمن کا آدمی ملا کہ رسول اللہ صلعم کا وقت آخر ہے، فوراً مدینہ آؤ، چنانچہ یہ عمرؓ اور ابو عبیدہؓ اسی وقت مدینہ پہونچے، اس وقت آنحضرت صلعم اس دنیائے فانی کو چھوڑ رہے تھے، آپ کی وفات کے بعد پوری فوج جرف سے مدینہ آگئی، اور یہ مہم اس وقت ملتوی ہوگئی اور اسامہؓ بن زید آنحضرت صلعم کی تجہیز و تکفین مین مشغول ہوگئے، جسم مبارک کو قبر انور مین اتارنے کا شرف بھی حاصل ہوا،[1]

چونکہ آنحضرت صلعم آخر وقت تک برابر اسامہؓ کو روانگی کی تاکید فرماتے رہے تھے، اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے مسند خلافت پر قدم رکھتے ہی اسامہؓ کو روانگی کا حکم دیا، اور بریدہ بن حصیب علم لیکر جرف پہونچ گئے، لیکن اسی درمیان مین ارتداد کا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا، لوگون نے حضرت ابوبکرؓ

[1] طبقات ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۳۶ و ۱۳۷ جسم مطہر کو قبر مین اتارنے کا واقعہ طبقات ج ۲ ق ۲ ص ۷۶ مین ہے، مختصراً اس سریہ کا ذکر بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ زید بن حارثہ باب بعث النبی صلعم اسامہ بن زید مین بھی ہے

سے کہا کہ فی الحال اس مہم کو روک دیجئے[1]، خود حضرت اسامہؓ نے عرض کیا کہ آنحضرت صلعم نے مجھ کو مطمئن حالت میں بھیجا تھا لیکن اب حالات دوسرے ہیں، اس لئے فی الحال ملتوی کر دیجئے لیکن آپ نے جواب دیا کہ خواہ مجھکو پرندے نوچ کر کھا جائیں لیکن میں رسول اللہ صلعم کے حکم کو پورا کئے بغیر نہیں رہ سکتا[2]، بہر حال آپ اس مہم کو روکنے پر آمادہ نہ ہوئے، اور فوج کو روانگی کا حکم دیدیا،

پہلی مرتبہ گو آنحضرت صلعم کی فہمائش سے لوگوں نے اسامہ کی امارت منظور کر لی تھی، لیکن دل سے سب ناپسند کرتے تھے، اس لئے دوبارہ جب حضرت ابوبکرؓ نے اسامہؓ کو روانگی کا حکم دیا تو انصار کی جماعت نے آپ کے پاس حضرت عمرؓ کو بھیجا کہ اسامہ کے بجائے کسی مسن اور معمر شخص کو امارت کا عہدہ دیا جائے، حضرت عمرؓ نے آپ کو یہ پیام سنایا تو آپ بہت برہم ہوئے اور فرمایا ابن خطاب! جس شخص کو رسول اللہ صلعم نے امیر بنایا ہے تم مجھ سے اسکے معزول کرنے کی خواہش کرتے ہو؟ اور بلا کسی قسم کی تبدیلی کے بعینہ وہی فوج روانہ کی اور تھوڑی دور خود پیادہ پا رخصت کرنے کے لئے آئے، اسامہ نے عرض کیا یا خلیفہ رسول اللہ! آپ سوار ہو کر چلیں ورنہ ہم لوگ سواریوں سے اتر پڑیں گے، فرمایا نہ مجھکو سوار ہونے کی ضرورت ہے، نہ تم کو اترنے کی، میرے پیروں کو خدا کی راہ میں غبار آلود ہونے دو[3]، غرض حضرت ابوبکرؓ نے اس شان سے جیش اسامہؓ کو رخصت کیا، اور اسامہؓ نے منزل مقصود پر پہونچ کر دشمنوں سے نہایت کامیاب مقابلہ کر کے ان سے دل کھول کر انتقام لیا، اور اپنے والد بزرگوار کے قاتل کو واصل

---

[1] تاریخ الخلفاء سیوطی، ص ۷۱،

[2] ایضاً

[3] طبری ص ۱۸۴۲ و ۱۸۵۰،

جہنم کیا، اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں فتح کا مژدہ بھیجا، آپ اس فتح سے اس قدر مسرور ہوئے، کہ مہاجرین و انصار کو لے کر مدینہ سے باہر ان کے استقبال کو نکلے، اسامہؓ نہایت شاندار طریقہ سے مدینہ میں داخل ہوئے، آگے آگے بریدہ بن حصیب پرچم اڑاتے تھے، اور اس کے پیچھے یہ اپنے والد کے سبحہ نامی گھوڑے پر سوار تھے مدینہ آتے ہی انھوں نے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی، اور نماز پڑھ کر گھر گئے،[1]

عہدِ فاروقی، حضرت اسامہؓ آنحضرت صلعم کو محبوب تھے، اس لئے آپ کے جانشین بھی اسامہؓ کا بہت لحاظ رکھتے تھے، حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ہمیشہ ان کا خیال رکھا، حتی کہ اپنے صاحبزادہ پر ان کو ترجیح دیتے رہے، جب آپ نے تمام صحابہؓ کے وظائف مقرر کئے، تو اپنے صاحبزادہ عبد اللہؓ کا ڈھائی ہزار اور اسامہؓ کا تین ہزار مقرر کیا، عبد اللہؓ نے عرض کی اس تفریق کا کیا سبب ہے، جب کہ میں تمام غزوات میں اسامہؓ کے دوش بدوش رہا، اور آپ ان کے والد زید سے کبھی پیچھے نہ رہے، فرمایا یہ سچ ہے، لیکن آنحضرت صلعم انکو تم سے، اور ان کے والد کو تمہارے باپ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے،[2]

عہدِ عثمانی، حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں فتنہ و فساد کے اشتعال کے خیال سے ملکی معاملات میں علانیہ کوئی حصہ نہیں لیا، لیکن ایک خیر خواہ کی حیثیت سے قیام نظم اور انسداد مفاسد پر حضرت عثمانؓ سے خفیہ طور پر گفتگو کرتے تھے، لوگوں نے خواہش ظاہر کی کہ آپ حضرت عثمانؓ سے فتنوں کے فرو کرنے کے متعلق گفتگو کیجئے، تو کہا تم لوگ علانیہ مجھ کو درمیان میں ڈالنا چاہتے ہو، اور میں ان سے خفیہ گفتگو کرتا ہوں، کہ مبادا میری علانیہ گفتگو سے نیا فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو، اور اسکی ساری ذمہ داری مجھ پر عائد ہو جائے،[3]

۱؎ ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۳۱، ۲؎ مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۵۹، ۳؎ بخاری جلد ۱ ص ۲۲۲

عہدِ معاویہ وعلیؓ؛ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب زیادہ شورش بڑھی، تو اسامہؓ بالکل علیحدہ ہو گئے[1]
حضرت علیؓ وامیر معاویہ کی معرکہ آرائیون مین بالکل کنارہ کش رہے، اور حضرت علیؓ کے پاس کہلا
بھیجا کہ اگر آپ شیر کی داڑھ مین گھستے تو مین بھی گھس جاتا، لیکن اس معاملہ مین حصہ لینا پسند
نہین کرتا[2]، گو وہ مسلمانون کی خون ریزی کے خوف سے ان لڑائیون مین غیر جانبدار تھے، تاہم
حضرت علیؓ کو حق پر جانتے تھے، اور آخر دم تک اس غیر جانبداری پر کفِ افسوس ملتے تھے، ابن سعد
کی روایت ہے کہ اسامہؓ حضرت علیؓ کی امداد نہ کرنے پر اس درجہ نادم تھے کہ آخر مین
توبہ کی[3]

وفات؛ امیر معاویہؓ کے آخر زمانہ امارت ۵۴ھ مین مدینہ مین وفات پائی،[4] اس وقت ساٹھ
سال کی عمر تھی،

اہل وعیال؛ اسامہؓ نے متعدد شادیان کی، اور کثرت سے اولادین ہوئین پہلی شادی
۱۴ سال کی عمر مین خود آنحضرت صلعم نے زینب بنت حنظلہ کے ساتھ کر دی تھی، مگر اسامہؓ نے
ان کو طلاق دیدی، دوسری شادی نعیم بن عبد اللہ النحام نے آنحضرت صلعم کے ایما سے اپنے
یہان کر دی، ان کے بطن سے ابراہیم بن اسامہؓ تھے، اس کے علاوہ خود اسامہؓ نے مختلف
اوقات مین متعدد شادیان کین، ان سے حسبِ ذیل اولادین ہوئین۔

نام بیوی	نام اولاد
ہند بنت فاکہہ	×
درہ بنت عدی	محمد، ہندہ

[1] اصابہ جلد ۱ ص ۲۹ [2] بخاری جلد ۲ ص ۱۰۵۳ [3] استیعاب ج ۱ ص ۲۹،
[4] ایضاً

نام بیوی	نام اولاد
فاطمہ بنت قیس	جبیر، زید، عائشہ
ام حکم بنت عتبہ	
بنت ابی ہمدان سہمی	
برزہ بنت ربعی	
.	حسن، حسین

ذریعۂ معاش | دربار خلافت سے ۳ ہزار وظیفہ ملتا تھا، اس کے علاوہ وادی القریٰ مین کچھ جائداد تھی، جس کے انتظام کے لئے اکثر جایا کرتے تھے[1]،

فضائل اخلاق | فضائل اکثر صحابہ کرام مین مشترک نظر آتے ہین، لیکن اکابر صحابہ مین منفرد طور پر بعض بعض مخصوص فضائل ایسے ہوتے ہین جو ایک کو دوسرے سے ممتاز کرتے ہین، یہی فضائل ان کی خصوصیات شمار کئے جاتے ہین، مثلاً ابن عمرؓ اور ابوذر غفاریؓ کی اکثر صفات مین اشتراک ہے، لیکن عبداللہ بن عمرؓ کا علم وفضل اور ابوذر غفاریؓ کا زہد وتقویٰ، ایک کو دوسرے سے ممتاز کرتا تھا، اور یہی صفات انکی زندگی کے روشن ابواب کہے جاسکتے ہین، اسی طرح اسامہ بن زیدؓ کی بارگاہِ نبوت مین پذیرائی، اور ان کی محبوبیت ان کا مخصوص طغرائے امتیاز تھا، جو بلا استثناء کسی صحابی کو حاصل نہ تھا،

آنحضرت صلعم نے بارہا اپنی زبانِ مبارک سے اس کا اظہار فرمایا ہے اور اسامہؓ کے ساتھ انکا طرزِ عمل بھی اسکا شاہد ہے، آنحضرت صلعم کو اپنے متعلقین مین حضرت حسنینؓ سے زیادہ کسی سے محبت نہ تھی، لیکن اسامہ بن زید وہ شخص ہین جو اس محبت مین بھی برابر کے شریک تھے آنحضرت صلعم

[1] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۵۰،

ایک زانو پر اسامہؓ کو بٹھاتے، اور ایک پر حسنؓ کو، اور دونون کو ملا کر فرماتے کہ خدایا مین ان دونون پر رحم کرتا ہون، اس لئے تو بھی رحم فرما، دوسری روایت مین ہے کہ مین ان دونون سے محبت کرتا ہون، اس لئے تو بھی محبت فرما[1] حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہین، کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اسامہؓ مجھ کو سب لوگون مین محبوب تر ہے[2]،

ابھی گذر چکا ہے کہ ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ اس کا باپ مجھ کو سب سے زیادہ محبوب تھا، اب یہ سب سے عزیز ہے[3]،

ایک مرتبہ اسامہؓ چوکھٹ پر گر پڑے، اور پیشانی پر زخم آ گیا آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اس کا خون صاف کر دو، آپ کو کراہت معلوم ہوئی، تو خود اٹھ کر صاف کر کے لعاب دہن لگایا[4]

کبھی کبھی وفور محبت مین مزاح بھی فرماتے تھے، ایک مرتبہ اسامہؓ کا شانۂ نبوی صلعم مین بیٹھے تھے، حضرت عائشہؓ بھی تشریف فرما تھین، آپ اسامہ کی طرف دیکھ کر مسکرائے، اور فرمایا کہ اگر یہ بیٹی ہوتے، تو مین ان کو خوب زیور پہناتا اور بناؤ سنگار کرتا تاکہ ان کا چرچا ہوتا، اور ہر جگہ سے پیام آتے[5]،

بارگاہِ نبوت مین اسامہؓ کے رسوخ کا اس سے اندازہ ہوگا کہ جب کوئی ایسی سفارش آنحضرت صلعم سے کرنی ہوتی جسمین ام المومنین حضرت عائشہؓ تک جھجکتین، تو وہ اسامہؓ کے سپرد کی جاتی حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی، لوگون نے کہا کہ اس کے بارے مین کون شخص آنحضرت صلعم کی خدمت مین سفارش پر آمادہ ہوتا ہے

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۰۵ [2] بخاری جلد ۲ کتاب المناقب باب مناقب اسامہ بن زیدؓ
[3] مستدرک جلد ۳ ص ۵۹۶، [4] بخاری کتاب المغازی باب بعث اسامہ [5] ابن سعد جزو ۴ قسم ۱ ص ۴۳
[5] ابن سعد جزو ۴ قسم ۱ ص ۴۴،

اسامہؓ کے علاوہ کسی کی ہمت نہ پڑی، انھون نے جاکر آپ سے گفتگو کی لیکن چونکہ حدود اللہ کا معاملہ تھا اس لئے آنحضرت صلعم نے نہ سنی، بلکہ ایک حد تک آپ کو ناگوار ہوا، اور فرمایا، اگر بنی اسرائیل مین کوئی شریف آدمی چوری کرتا تھا، تو اسکو چھوڑ دیتے تھے اور اگر معمولی آدمی اسکا مرتکب ہوتا تھا، تو اسکا ہاتھ کاٹتے تھے خدا کی قسم اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہؓ بھی ہوتی، تو مین اسکا بھی ہاتھ کاٹتا[۱]

اسامہؓ آنحضرت صلعم کے محرم راز اور معتمد علیہ تھے، اور انکی حیثیت اہل بیت مین ممبر خاندان کی تھی، آپ اہم سے اہم اور نازک سے نازک خانگی امور مین بھی ان سے مشورہ لیتے تھے، افک جیسے نازک اور اہم معاملہ مین جسمین منافقین نے ناموس نبوت پر حرف لانا چاہا تھا، اور جسکی صفائی خود زبان وحی و الہام نے دی، اسامہؓ بھی حضرت علیؓ کے ساتھ شریک مشورہ تھے، چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ جب افک والون نے اتہام لگایا، تو آنحضرت صلعم نے علیؓ اور اسامہؓ بن زید سے اپنی اہل خانہ کی علیحدگی کے بارہ مین مشورہ کیا، اور ان سے حالات دریافت کئے[۲]

چونکہ آنحضرت صلعم اسامہؓ کو محبوب رکھتے تھے، اس لئے صحابۂ کرام بھی ان کو بہت مانتے تھے حضرت عمرؓ کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے صحابۂ کرام نہ صرف اسامہ بلکہ ان کی اولاد تک کا احترام کرتے تھے، ایک دن ابن عمرؓ نے ایک شخص کو مسجد کے گوشہ مین دامن کشان دیکھا، لوگون سے کہا دیکھو کون شخص ہے، کسی نے کہا ابو عبدالرحمٰن تم اسکو نہین پہچانتے؟ یہ اسامہؓ کے بیٹے محمدؒ ہین، آپ نے یہ سنکر سر جھکا لیا، اور زمین کرید کر کہنے لگے کہ اگر آنحضرت صلعم ان کو دیکھتے تو محبوب رکھتے[۳]

---

[۱] بخاری ج۲ کتاب المناقب ذکر اسامہؓ وطبقات ابن سعد، [۲] بخاری جلد ۱ کتاب الشہادت وجلد ۲ کتاب الاعتصام باب قولہ تعالیٰ وامرھم شوریٰ بینھم [۳] بخاری ج۱ کتاب المناقب ذکر اسامہؓ،

اس غیر معمولی محبت کی وجہ سے قدرۃً کچھ منافق اسامہؓ کے حاسد بھی پیدا ہو گئے تھے، یہ لوگ اسامہ کو ذلیل اور آنحضرت صلعم کے کبیدہ خاطر کرنے کے لئے کہتے کہ اسامہؓ زید کے نطفہ سے نہین ہین، آنحضرت صلعم کو اس سے تکلیف پہونچی، لیکن ان کے خاموش کرنے کا کوئی طریقہ نہ تھا، عربون مین قیافہ شناسی کا ملکہ بہت تھا، قائف کی بات عام طور پر ہم پایۂ وحی سمجھی جاتی تھی، اتفاق سے ایک دن مجرز مدلجی جسکو قیافہ شناسی مین خاص مہارت تھی آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا، اس وقت زیدؓ اور اسامہؓ دونون سر سے پیر تک ایک چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے صرف پاؤن کھلے ہوئے تھے، اس نے دیکھکر کہا کہ یہ قدم ایک دوسرے سے پیدا ہین، یہ سنکر آنحضرت صلعم کو بہت مسرت ہوئی، آپ حضرت عائشہؓ کے پاس ہنستے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا کہ تم کو کچھ معلوم ہے، مجرز نے ابھی اسامہ کے پاؤن دیکھکر کہا کہ یہ قدم ایک دوسرے سے پیدا ہین[1]،

اس واقعہ مین یہ بات لحاظ رکھنے کے قابل ہے، کہ آنحضرت صلعم کو قائف کے کہنے پر محض اس وجہ سے مسرت ہوئی کہ اس سے دشمنون کی زبان بند ہوگئی، ورنہ شانِ نبوت اس سے بہت بلند ہے، کہ وہ کاہنون، نجومون، اور قائفون کی بات کو یقین کرے، آنحضرت صلعم کے پاس جو چیز اچھی اور بیش قیمت ہوتی، اسکو اسامہؓ کو دیدیتے، ذی یزن نے حالتِ شرک مین حکیم بن حزام کے ذریعہ سے آپ کی خدمت مین ہدیۃً ایک بیش قیمت حلہ پیش کیا، آپ نے فرمایا کہ مین مشرک کا ہدیہ نہین قبول کرتا لیکن اب چونکہ تم لا چکے ہو، اس لئے قیمتاً لے لون گا، چنانچہ پچاس دینار مین خرید لیا، اور ایک مرتبہ پہن کر اسامہ کو دیدیا[2]،

---

[1] بخاری ج ۲ کتاب الفرائض باب القائف، [2] ابن سعد جزء ۴ قسم اول ص ۴۵،

دحیہ کلبی نے کتان کا کپڑا آنحضرت صلعم کو ہدیہ دیا، آپ نے اسامہؓ کو پہنا دیا، انھوں نے اپنی بیوی کو دیدیا، ایک دن آپ نے پوچھا کتان کیوں نہیں پہنتے، عرض کیا یا رسول اللہ صلعم بیوی کو دیدیا، فرمایا، اچھا اس سے کہدو کہ نیچے سینہ بند پہن لے، ورنہ بدن دکھائی دیگا[1] مختصر یہ کہ آپ اپنے اہل وعیال اور اسامہؓ میں کوئی تفریق نہیں کرتے تھے[2]،

فضل وکمال، اس لحاظ سے کہ حضرت اسامہؓ نے آنحضرت صلعم کے دامن تربیت میں پرورش پائی تھی، آپ کو سراپا علم ہونا چاہئے تھا، لیکن آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت آپ کی عمر صرف اٹھارہ سال یا بروایت آخر زیادہ سے زیادہ بیس سال کی تھی، اس لئے بلوغ کے بعد صحبت نبوی سے فیض یاب ہونے کا زیادہ موقع نہ ملا، تاہم اس مدت میں جو کچھ بھی آپ نے حاصل کرلیا، اسکو کم نہیں کہا جاسکتا، اقوال نبوی صلعم کا کافی ذخیرہ ان کے سینہ میں محفوظ تھا، کبار صحابہؓ کو جس چیز کا علم نہ ہوتا، انہیں ان کی طرف رجوع کرتے تھے، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو جب طاعون کے متعلق کوئی حکم نہ ملا، تو آپ نے اسامہؓ سے دریافت کیا، کہ تم نے آنحضرت صلعم سے طاعون کے بارہ میں کیا سنا ہے، انھوں نے بتایا کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ طاعون ایک قسم کا عذاب ہے، جو بنی اسرائیل کے ایک خاص طبقہ پر بھیجا گیا تھا، اسلئے جب تم سنو کہ فلاں جگہ طاعون پھیلا ہے، تو وہاں نہ جاؤ، اور اگر خود تمھارے یہاں یہ وبا پھیلے تو وہاں سے بھاگنے کی نیت سے نہ نکلو[3]،

اسی علم کے باعث آپ کا عمل دوسروں کے لئے نمونہ تھا، حضرت میمونہؓ نے اپنے ایک عزیز کا ازار بہت نیچا دیکھا، تو اس کو ملامت کی، انھوں نے کہا میں نے اسامہؓ بن زید کو نیچا ازار پہنے دیکھا ہے، میمونہؓ نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو، یہ ممکن ہے کہ ان کا پیٹ بھاری تھا

[1] ابن سعد جز ۴ قسم اول ص ۴۵، [2] ایضاً، [3] بخاری جلد ۱ ص ۴۹۴،

اس لئے اس پر نہ ٹھہرتا رہا ہو اور نیچے کھسک جاتا ہو[۱]

آپ کی ذات سے حدیث کا معتد بہ حصہ اشاعت پذیر ہوا، ان کی مرویات کی تعداد ۱۲۸ ہے

جنمین سے ۱۵ متفق علیہ ہین، ان کے علاوہ مزید دو دو بخاری اور مسلم مین ہین[۲]، حسن، محمد، ابن عباس،

ابوہریرہ، کریب، ابوعثمان نہدی، عمرو بن عثمان بن عفان، ابووائل، عامر بن سعد، حسن بصری،

وغیرہم نے آپ سے روایتین کی ہین[۳]

اخلاق وعادات | چونکہ اسامہ نے آنحضرت صلعم کے دامن تربیت مین پرورش پائی تھی، اس لئے

ان پر قدرۃً تعلیمات نبوی کا خاصا اثر پڑا تھا،

خدمت رسول صلعم | کاشانۂ نبوی مین کثرت سے آتے جاتے تھے، اور اکثر سفر مین بھی ہمرکابی

کا شرف حاصل ہوتا تھا، اس لئے خدمت نبوی کا زیادہ موقع ملتا تھا، اکثر وضو وغیرہ کے وقت

پانی ڈالنے کی خدمت انجام دیتے تھے[۴]

پابندی سنت | سنت کی پابندی شدت سے کرتے تھے، آخر عمر مین جبکہ قوی ریاضت جسمانی

کے متحمل نہ تھے، اسوقت بھی مسنون روزے التزام کے ساتھ رکھتے تھے، ایک مرتبہ غلام نے

کہا کہ اب آپ کی عمر ضعف و ناتوانی کی ہے، آپ کیون دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روزہ کا التزام

کرتے ہین، کہا آنحضرت صلعم ان دنون مین روزہ رکھا کرتے تھے[۵]

اطاعت والدین | والدین کی خوشنودی کا بہت زیادہ لحاظ رکھتے تھے، اور اس مین بڑی

قربانی سے دریغ نہین کرتے تھے، محمد بن سیرین روایت کرتے ہین، کہ حضرت عثمان کے

۱۔ ابن سعد جزو ۴ قسم ۱ ص ۴۹ ۲۔ تہذیب الکمال ص ۲۷، ۳۔ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۰۸ ۴۔ بخاری ج ۱ کتاب الوضو، باب الرجل یوضی صاحبہ، ۵۔ مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۰۰،

عہدِ خلافت مین کھجور کے درختون کی قیمت ایکہزار تک پہونچ گئی تھی، اس زمانہ مین اسامہ رض نے ایک درخت کی پیڑی کھوکھلی کرکے اس کا مغز نکالا، لوگون نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہو، آجکل درختون کی قیمت اس قدر بڑھی ہوئی ہے، اور تم اس کو ضایع کرتے ہو، کہا میری ماں نے فرمایش کی تھی، اور وہ جس چیز کی فرمایش کرتی ہین، اگر اسکا حصول میرے امکان مین ہوتا ہے تو اس کو مین ضرور پوری کرتا ہون[1]،

حضرت عمرو بن العاص رض

نام ونسب، عمرو نام، ابو عبد اللہ اور ابو محمد کنیت، والد کا نام عاص اور والدہ کا نابغہ تھا، جدی سلسلۂ نسب یہ ہے، عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سلہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی بن غالب قرشی سہمی، ناہنالی نسب یہ ہے، نابغہ بنت حرملہ بن حارث بن کلثوم بن جوشن بن عمرو بن عبد اللہ بن خزیمہ بن عنزہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار،

قبل از اسلام، عمرو بن العاص رض کا خاندان "بنو سہم" زمانۂ جاہلیت سے بہت معزز چلا آتا تھا، فصل مقدمات کا عہدہ اسی خاندان مین تھا، عمرو بن العاص جب تک اسلام نہین لائے، اسلام کی دشمنی اور مسلمانون کی ایذا رسانی مین یہ بھی سب سے پیش پیش تھے، چنانچہ مسلمانون کا پہلا قافلہ جب ہجرت کرکے حبشہ گیا، تو قریش کا جو وفد ان لوگون کو حبشہ سے نکلوانے کے لئے نجاشی کے پاس گیا تھا، اس کے سب سے سرگرم رکن عمرو بن العاص ہی تھے، حبشہ پہونچ کر مسلمانون کے اخراج مین ہر قسم کی کوششین کین، پہلے بطریقون سے مل کر ان کو مسلمانون کے خلاف ابھارا، کہ یہ لوگ بھی مسلمانون کے نکالنے مین وفد قریش کی ہمنوائی کرین،

---

[1] ابن سعد جزو ۴ قسم اول ص ۴۹،

اس کے بعد شاہ حبش کی خدمت میں ہدایا وغیرہ پیش کرکے ساری امکانی کوششیں صرف کیں کہ وہ کسی طرح مسلمانوں کو پناہ نہ دے، لیکن ان کی تمام مساعی ناکام رہیں[1]،

غزوۂ خندق میں جس میں سارا عرب مسلمانوں کے خلاف اُمنڈ آیا تھا عمرو بن العاص مشرکین کے ساتھ تھے، اور مسلمانوں کی بیخ کنی میں پورا زور صرف کررہے تھے[2]،

اسلام کی طرف میلان | عمرو بن العاصؓ اگرچہ اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کے سخت ترین دشمن تھے لیکن غزوۂ خندق کے بعد سے وہ اسلام سے متاثر ہونے لگے، اور وہ دنیا اور اسکے انجام اور اسلام کی تعلیمات پر غور کیا کرتے تھے، وہ خود کہتے ہیں کہ میں اسلام پر غور کیا کرتا تھا، اس غور و فکر سے اسلام کی حقیقت مجھ پر ظاہر ہونے لگی، اور اس سے مرا دل متاثر ہونے لگا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں جو مسلمانوں کی مخالفت میں پیش پیش رہتا تھا، رفتہ رفتہ کنارہ کشی اختیار کرنا شروع کی، قریش نے اسکو محسوس کیا، اور اس کی حقیقت دریافت کرنے کے لئے ایک شخص کو بھیجا، اس نے مجھ سے بحث کرنا شروع کی، میں نے اس سے کہا بتاؤ ہم حق پر ہیں یا فارس روم والے، اس نے کہا ہم ہیں، پھر میں نے پوچھا کہ انکو عیش و تنعم میسر ہے، یا ہمکو، اس نے کہا ان کو، میں نے کہا کہ اگر اس عالم کے بعد دوسرا عالم نہیں ہے، تو ہماری حق پرستی کس کام آئے گی جب کہ ہم دنیا میں بھی باطل پرستوں کے مقابلہ میں تنگ حال رہے، اور دوسرے عالم میں بھی بدلہ کی کوئی امید نہیں ہے، اس لئے محمد صلعم کی یہ تعلیم کہ مرنے کے بعد ایک دوسرا عالم ہوگا، جہاں ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق جزا و سزا ملے گی کس قدر صحیح اور دلنشین ہے[3]، غزوہ خندق کے بعد ان کو آنحضرت صلعم کی کامیابی کا پورا یقین ہوگیا تھا، اور یہی یقین ان کے اسلام کا ذریعہ بنا، اسکی تفصیل

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھو مقدمہ سیر المہاجرین۔ [2] ابن سعد مغازی غزوہ خندق [3] اصابہ ج ۵ ص ۲،

مسند احمد بن حنبل مین خود ان کی زبانی مذکور ہے،

اسلام | بیان کرتے ہین کہ جب ہم لوگ غزوہ احزاب سے واپس ہوئے تو مین نے قریش کے ان اشخاص کو جو مجھے مانتے تھے اور میری بات سنتے تھے جمع کر کے کہا کہ خدا کی قسم تم لوگ یقین جان لو کہ محمد (صلعم) کی بات تمام باتون پر سربلند ہوگی، اسمین کسی انکار کی گنجایش نہین، میری ایک رائے ہے تم اسکو کیسی سمجھتے ہو، لوگون نے پوچھا کیا رائے، انھون نے کہا میری رائے ہے کہ ہملوگ نجاشی کے پاس چلکر قیام کرین، اگر محمد (صلعم) ہماری قوم پر غالب آگئے تو ہملوگ نجاشی کے پاس ٹھہر جائینگے، کیونکہ نجاشی کی ماتحتی مین رہنا محمد کی ماتحتی سے کہین زیادہ پسندیدہ ہے اور اگر ہماری قوم محمد (صلعم) پر غالب ہوئی تو ہم ممتاز لوگ ہین ہمارے ساتھ اسکا طرز عمل بہتر ہی ہوگا، اس رائے پر سبنے اتفاق کیا، مین نے کہا پھر کوئی چیز مہیا کرو جو اسکو تحفہ مین دیجا سکے، نجاشی کے لئے ہمارے یہان کا سب سے بہتر تحفہ چمڑا تھا چنانچہ بہت سا چمڑا لے کر ہملوگ حبشہ پہونچے اور ابھی نجاشی کے پاس تھے کہ عمرو بن امیہ ضمری آئے، انکو رسول اللہ صلعم نے جعفر اور ان کے ساتھیون کی کسی ضرورت سے نجاشی کے پاس بھیجا تھا، جب وہ آکر چلے گئے، تو مین نے اپنے ہمراہیون سے کہا کہ ہم نجاشی کے پاس چلکر اس سے عمرو بن امیہ ضمری کو مانگین اگر وہ دیدے تو اسکی گردن مار دین تاکہ قریش کو معلوم ہو جائے کہ ہم نے محمد (صلعم) کے سفیر کا سر قلم کر کے ان کا بدلہ لے لیا، یہ کہکر مین نجاشی کے دربار مین گیا اور حسب معمول سجدہ کیا اس نے خوش آمدید کہکر پوچھا میرے لئے اپنے ملک کا کوئی تحفہ لائے ہو؟ مین نے عرض کیا حضور بہت سا چمڑہ تحفہ مین لایا ہون، اور جو چمڑہ لے گیا تھا، اسکو پیش کر دیا، اس نے بہت پسند کیا، پھر مین نے عرض کی عالیجاہا، ابھی مین نے ایک آدمی کو حضور کے پاس سے نکلتے ہوئے دیکھا ہے، یہ ہمارے دشمن کا بھیجا ہوا ہے، حضور قتل کرنے کے لئے اسکو ہمارے حوالہ کر دین، اس نے

ہمارے بہت سے شرفا اور معززین کو تکلیفین پہونچائی ہین، نجاشی یہ درخواست سنکر بہت غضبناک ہوا، اور اپنا ہاتھ کھینچ کر اس زور سے اپنی ناک پر مارا کہ مین سمجھا ٹوٹ جائے گی، اس کی اس حرکت سے مین اس قدر نادم وشرمسار ہوا کہ اگر زمین شق ہوتی تو مین اسمین سما جاتا، پھر مین نے عرض کی، شاہا! اگر مین سمجھتا کہ حضور کو یہ درخواست ناگوار ہوگی تو مین کبھی نہ کرتا، وہ بولا تم چاہتے ہو کہ مین ایسے شخص کا قاصد جس کے پاس وہ ناموس اکبر آتا ہے، جو موسیٰ کے پاس آیا کرتا تھا قتل کے لئے تمھارے حوالہ کردون، مین نے عرض کی، عالیجاہا! کیا واقعی وہ ایسا ہے، وہ بولا عمرو تمھاری حالت قابلِ افسوس ہے میرا کہنا مانو اور اسکی پیروی کرلو، خدا کی قسم وہ حق پر ہے، وہ اپنے تمام مخالفون پر غالب آئیگا، جس طرح موسیٰ فرعون اور اس کے لشکر پر غالب ہوئے تھے، مین نے کہا پھر اس کی طرف سے آپ مجھ سے اسلام کی بیعت لے لیجئے، چنانچہ اس نے ہاتھ پھیلایا، اور مین نے اسلام کی بیعت کی، یہان سے جب مین ساتھیون کے پاس لوٹ کر گیا تو میرے تمام خیالات پلٹ چکے تھے لیکن مین نے انکو اپنے ساتھیون پر ظاہر نہین کیا، اور رسول اللہ صلعم کے پاس اسلام لانے کے قصد سے نکلا، راستہ مین خالد بن ولید مکہ سے آتے ہوے ملے، یہ فتح مکہ کے پہلے کا واقعہ ہے، مین نے کہا ابا سلیمان کہان کا قصد ہے، وہ بولے خدا کی قسم خوب پانسہ پڑا، خدا کی قسم یہ شخص یقیناً نبی ہے، جلد اسلام قبول کرین، آخر کب تک! مین نے کہا خدا کی قسم مین بھی اسی قصد سے چلا ہون، چنانچہ ہم دونون رسول اللہ صلعم کے پاس گئے، پہلے خالد بن ولید نے بیعت کی، پھر مین نے قریب ہوکر عرض کیا، یا رسول اللہ صلعم مین بیعت کرونگا، لیکن آپ میرے اگلے اور پچھلے گناہون کو معاف کر دیجئے، آپ نے فرمایا، عمرو! بیعت کرلو کہ اسلام اپنے ماقبل کے گناہون کو منقطع کر دیتا ہے، اور ہجرت بھی اپنے

اپنے ماقبل کے گناہون کو منقطع کردیتی ہے، چنانچہ مین نے بیعت کی، اور بیعت کرکے لوٹ گیا[1]

ہجرت | قبول اسلام کے بعد مکہ لوٹ گئے، پھر کچھ ہی دنون کے بعد ہجرت کرکے، مدینہ چلے آئے،

غزوات و سرایا | حضرت عمرو بن العاصؓ جس طرف سے انتہا پسند رہے، اسلام کے قبل اسکی بیخ کنی مین کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا، اور اسلام کے بعد کفر و شرک کے استیصال مین اسی شدومد سے جگری سے کمربستہ ہوگئے، گذشتہ مخالفتون کو یاد کرکے پشیمان ہوتے تھے، چنانچہ کہا کرتے تھے جب مین حالت کفر مین تھا تو آنحضرت صلعم کا سب سے بڑا دشمن تھا، اگر اسی حالت مین مرجاتا تو میرے لئے دوزخ کے علاوہ کوئی ٹھکانا نہ تھا، اور جب بیعت کرکے حلقہ بگوش اسلام ہوا تو کبھی آنحضرت صلعم سے آنکھین نہ چار کرسکا[2]،

ان کے مشرف بہ اسلام ہونیکے بعد متعدد غزوات ہوئے لیکن ان مین ان کی شرکت و عدم شرکت کی کوئی تصریح نہین ملتی، البتہ مختلف سرایا ان کی سرکردگی مین بھیجے گئے۔

سریہ ذات السلاسل | فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلعم نے عرب کے مختلف حصون مین دعوت اسلام کے لئے دستے روانہ فرمائے تھے، اسی سلسلہ کا ایک سریہ ذات السلاسل بھی ہے، ابن سعد نے اس سریہ کو سرے سے مدافعانہ لکھا ہے، چنانچہ ان کی روایت کے مطابق صورت واقعہ یہ ہے، کہ بنو قضاعہ کے کچھ اشخاص نے ایک جماعت فراہم کرکے مسلمانون پر حملہ کا ارادہ کیا، آنحضرت صلعم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے عمرو بن العاصؓ کو تین سو مہاجرین و انصار کی جمعیت کیساتھ روانہ کیا[3]، لیکن صحیح یہ ہے کہ پہلے یہ سریہ مدافعت کی غرض سے نہین بھیجا گیا تھا، بلکہ اس کا مقصد اشاعت اسلام تھا، علامہ ابن اثیر نے تصریح کردی ہے، کہ آنحضرت صلعم

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۹۸، [2] استیعاب ج ۲ ص ۴۴۹، [3] ابن سعد حصہ مغازی، ص ۹۵،

نے عمرو بن العاصؓ کو قبیلہ بلی اور عذرہ کی طرف دعوتِ اسلام کے لئے بھیجا تھا تاکہ وہ اعراب کو اسلام کی طرف راغب کریں، لیکن جب قریب پہونچے تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ لڑنے پر آمادہ ہین، تو انھون نے آنحضرت صلعم سے امداد طلب کی، آپ نے دو سو آدمیون کی ایک جمعیت ابو عبیدہؓ کے ساتھ روانہ کی، جسمین حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی شامل تھے، اور تاکید فرمادی کہ کسی بارہ مین باہم اختلاف نہ کرنا، ابو عبیدہؓ امدادی دستہ لے کر پہونچے، تو ان مین اور عمرو بن العاصؓ مین امامت کے بارہ مین اختلاف ہو گیا، عمرو بن العاصؓ کہتے تھے کہ امامت میرا حق ہے، کیونکہ مین فوج کا امیر ہون اور تم میری امداد کے لئے آئے ہو، اس لئے میرے ماتحت ہو، ابو عبیدہؓ نے آنحضرت صلعم کی ہدایت کے مطابق اختلاف سے گریز کیا، اور ان کی امامت قبول کر لی، اس کے بعد دونوں بلی، عذرہ اور بلقین کی آبادیون کو پامال کرتے ہوئے اس کے آخری حدود تک بڑھتے چلے گئے، راستہ مین صرف ایک جماعت سے مقابلہ ہوا، مگر وہ بھی ہزیمت کھا کر بھاگ گئی،[1]

سریہ سواع، فتح مکہ کے بعد جب کہ عرب کے اکثر قبائل مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے بعض ایسے قبائل باقی رہ گئے تھے جو صدیون کے اعتقاد کی بنا پر بتکدون کو ڈھاتے ہوئے ڈرتے تھے، اس لئے آنحضرت صلعم نے چند دستے صرف ان کے گرانے کے لئے بھیجے، تاکہ عرب کے دلون سے ان کا خوف وہراس اور ان کی عظمت جاتی رہے، سواع بنو ہذیل کا صنم کدہ تھا، آنحضرت صلعم نے عمرو بن العاصؓ کو اس کے ڈھانے پر متعین کیا، جب یہ وہان پہونچے، تو اس کے مجاور نے پوچھا کس نیت سے آئے ہو، عمرو بن العاصؓ نے کہا اسکو ڈھانے کے لئے،[2] اس جواب پر اس نے کسی قسم کی مدافعت کرنے کے بجائے جواب دیا کہ تم اسکو نہ گرا سکو گے، وہ خود اپنی حفاظت کرے گا، انھون نے کہا تم اب تک اسی وہم اور باطل پرستی مین مبتلا ہو، جسمین سننے اور دیکھنے تک کی طاقت نہین،

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۱۶، [2] ابن سعد حصہ مغازی ص ۹۵

وہ روک کیا سکتا ہے یہ کہا اور اسکو مسمار کرکے مجاور سے بولے، اسکی طاقت دیکھ لی، وہ یہ واقعہ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھکر مشرف باسلام ہو گیا،[1]

سفارت فتح مکہ کے بعد جب آنحضرت صلعم نے آس پاس کے حکمرانوں کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے، تو عمرو بن العاصؓ کو عبید و جیفر عمان کے حاکموں کے پاس خط لیجانے کی خدمت سپرد ہوئی، اسی خط پر وہ دونوں مشرف بہ اسلام ہوئے، اور عمرو بن العاصؓ تا حیات نبوی وہین مقیم رہے، آنحضرت صلعم نے آپ کو یہان کا عامل بھی مقرر کیا تھا،[2]

فتنۂ ارتداد جس وقت ارتداد اور مدعیانِ نبوت کا فتنہ اٹھا، اس وقت عمرو بن العاصؓ عمان میں تھے، حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت صلعم کی وفات اور موجودہ حالات کی اطلاع دیکر ان فتنوں کے دبانے کے لئے بلا بھیجا، چنانچہ یہ بحرین ہوتے ہوئے چلے، راستہ میں قبیلہ بنی عامر میں قرہ بن ہبیرہ کے یہان مہمان ہوئے، اس نے بڑی خاطر و مدارات کی، چلتے وقت تنہائی مین لیجا کر کہا کہ اگر عربوں سے زکوٰۃ لی گئی، تو وہ کسی کی امارت نہ قبول کرینگے، ہان اگر زکوٰۃ کا طریقہ بند کر دیا گیا، تو البتہ مطیع و فرمان بردار رہینگے، اس لئے زکوٰۃ کا قانون اٹھا دینا چاہئے، انھون نے کہا قرہ! کیا تم کافر ہو گئے ہو، مجھکو عربوں سے ڈراتے ہو، خدا کی قسم میں ایسے لوگوں کو گھوڑے کی ٹاپ سے مسل ڈالونگا، یہ شخص بعد میں جب مانعین زکوٰۃ کے سلسلہ میں گرفتار ہوا تو عمرو بن العاصؓ کی شہادت پر چھوڑ دیا گیا،[3] مدینہ پہونچ کر بنو قضاعہ کے مرتدین کی سرکوبی ان کے سپرد ہوئی اور انھوں نے اپنے حسن تدبیر سے اس کو دوبارہ اسلام پر قایم کیا، اور اس مہم کو سر کرنے کے بعد پھر عمان لوٹ گئے،[4]

[1] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۰۵، [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۸۳،

[3] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۱۷، [4] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۱۸

فتوحات شام، فتنۂ ارتداد فرو ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے عراق و شام کی طرف توجہ کی، اور سنہ ۱۳ھ میں شام کے مختلف حصوں میں علیحدہ علیحدہ فوجیں روانہ کیں عمرو بن العاص اس وقت عمان میں تھے، انکو لکھ بھیجا کہ تم کو آنحضرت صلعم نے عمان کا والی مقرر کیا تھا، اس لئے میں نے تمکو دوبارہ واپس کر دیا تھا لیکن اب میں تم کو ایسے کام میں لگانا چاہتا ہوں جو تمہاری دنیا اور آخرت دونوں کے لئے مفید ہے، انھوں نے جواب دیا، کہ میں خدا کا ایک تیر ہوں اور آپ اس کے بعد اسکے تیرانداز ہیں، اس لئے آپ کو اختیار ہے، جدھر چاہیے پھینکئے[1]، چنانچہ عمان سے واپس بلا کر فلسطین کی مہم پر مامور کیا،

اجنادین، ہرقل کو جب خبر ہوئی کہ اسلامی فوجیں شام کے چاروں طرف منڈلا رہی ہیں، تو اس نے ان سب کے مقابلہ کے لئے علیحدہ علیحدہ فوجیں روانہ کیں تاکہ اسلامی فوجیں باہم ملنے نہ پائیں، رومیوں کے مشہور سپہ سالار تذارق اور قبقلار تھے، ان دونوں نے اجنادین میں اپنی فوجیں اتاریں اجنادین فلسطین میں تھا اور عمرو بن العاص یہاں مامور تھے، یہ اس وقت عربات میں تھے چنانچہ اجنادین کی طرف بڑھے، خالد اور ابوعبیدہ رضہ بھی بصریٰ کی مہم سر کر کے انکی مدد کو روانہ ہوئے، اور اجنادین میں یہ تینوں مل گئے، رومی سپہ سالار نے ایک عرب کو سراغرسانی کے لئے بھیجا، وہ دیکھ بھال کر جب واپس گیا، سپہ سالار نے پوچھا کیا خبر لائے، اس نے کہا یہ لوگ رات کو عابد شب زندہ دار اور دن کو میدان جنگ کے شہسوار ہیں، اگر ان کا شہزادہ بھی کسی جرم کا مرتکب ہوتا ہے، تو اس پر شرعی حد جاری کرتے ہیں، اس نے کہا اگر واقعی ان میں یہ صفات ہیں، تو زمین میں دفن ہو جانا، ان کے مقابلہ سے زیادہ بہتر ہے، غرض جمادی الثانی سنہ ۱۳ھ میں دونوں کا مقابلہ ہوا، رومی سپہ سالار مارا گیا، اور رومیوں نے سخت ہزیمت اٹھائی[2]،

[1] طبری ج ۴ ص ۲۰۸۲ [2] ابن اثیر جلد ۲ ص ۳۲۰

اجنادین کے معرکہ کے بعد عمرو بن العاص رضؓ بھی خالدؓ اور ابو عبیدہؓ کے ساتھ ہو گئے، اور ایک حصہ فوج کے سردار تھے،

دمشق، اجنادین کے بعد اسلامی لشکر دمشق کی طرف بڑھا کہ یہ شام کا صدر مقام تھا، مسلمانون نے اس کا بڑے اہتمام سے محاصرہ کیا، شہر پناہ کے تمام صدر دروازون پر الگ الگ افسر متعین کئے، چنانچہ عمرو بن العاصؓ باب تو ما پر مامور تھے[1] عرصہ تک محاصرہ قائم رہا، اور آخر مین خالد بن ولیدؓ کی کوشش تدبیری سے فتح ہوا،

فحل، دمشق کی فتح کے بعد فحل کا رخ کیا، لیکن رومی پہلے سے دریا کا بند توڑ کر بیسان چلے گئے تھے، اور دونون کے درمیان دنیا سے آب رواں تھی، اس لئے مسلمانون نے یہین فوجین ٹھہرادین، اس معرکہ مین عمرو بن العاصؓ فوج کے ایک حصہ کے افسر تھے[2] مسلمان یہان مقیم تھے کہ ایک دن اچانک اسی ہزار رومیون نے عقب سے حملہ کر دیا، اور ایک شبانہ روز سخت کشت و خون کے بعد بالآخر شکست کھائی، اور جدھر راستہ ملا بھاگے، مگر مسلمانون نے تعاقب کر کر کے جہان تک مل سکے خوب کاٹا، اس سے فارغ ہو کر بیسان کی طرف ایک دن رومیون نے قلعہ سے نکل کر مقابلہ کیا مگر سب کے سب مارے گئے، باقی ماندہ آبادی نے صلح کر لی[3]،

یرموک، ان مسلسل اور پیہم شکستون سے سارے روم مین کہرام مچ گیا، اور انھون نے قیصر سے فریاد کی، کہ مسلمانون نے سارا شام ویران و تباہ کر ڈالا، وہ بھی ان کی تاخت و تاراج سے بہت تنگ آچکا تھا، اس لئے سارے ممالک محروسہ مین فرمان جاری کر دیا، کہ وہ سب ایک جگہ جمع ہو جائین، اور جہان تک آدمی مل سکین بھرتی کئے جائین، چنانچہ دو لاکھ انسانون

---

[1] فتوح البلدان ص ۱۲۷، [2] طبری ص ۲۱۵۶

[3] ایضاً ص ۲۱۵۶،

کا دل اس حکم پر امنڈ آیا[1] عمرو بن العاصؓ نے مشورہ دیا کہ ہم سب کو ایک مرکز پر جمع ہوکر متحدہ قوت سے مقابلہ کرنا چاہئے، اور دربارِ خلافت سے بھی اسی مشورہ کی تائید ہوئی، چنانچہ اسلامی فوجین ہر چہار طرف سے سمٹ کر یرموک مین جمع ہوئین، چونکہ اس معرکہ مین سارا شام اُمنڈ آیا تھا، اور مسلمانون کی تعداد ان کے چوتھائی حصہ سے بھی کم تھی اس لئے خالدؓ نے غیر معمولی توجہ سے کام لیا، اور جدید طرز پر فوج کو چھبیس حصون پر تقسیم کیا، میمنہ کے بھی کئی ٹکڑے کرکے اس پر عمرو بن العاصؓ اور شرحبیل بن حسنہ کو مقرر کیا[2]، اور دونون فوجین پوری تیاری کے ساتھ میدان مین اتریں، عرصہ تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا اور متعدد ہولناک لڑائیان ہوئین، عمرو بن العاصؓ بڑے جوش وخروش سے لڑتے تھے، اور اپنی پرجوش تقریرون سے آگ لگا دیتے تھے، ابتدا مین مسلمانون کے پیر اکھڑ گئے تھے، بلکہ بہتیرے میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے لیکن پھر سنبھل کر اس زور کا آخری حملہ کیا، کہ رومی پوری کوشش کے باوجود نہ ٹھہر سکے[3] اور یہ میدان بھی مسلمانون کے ہاتھ رہا،

بقیہ فلسطین | فلسطین کا کچھ حصہ عمرو بن العاصؓ دمشق کے قبل لے چکے تھے، لیکن درمیان مین دمشق، فحل، یرموک وغیرہ کی مہمون مین شریک ہوگئے، اس لئے پہلی مہم ناتمام رہ گئی تھی، یرموک، وغیرہ کے بعد پھر ادھر متوجہ ہوئے، چنانچہ غزہ، سبسطین، نابلس، لد، یبنی، بیت جبیرین اور عمواس، وغیرہ نہایت آسانی سے فتح کرکے یہ سلسلہ مکمل کردیا،[4]

بیت المقدس | لیکن ابھی فلسطین کا سب سے بڑا شہر ایلیا (بیت المقدس) باقی تھا، اس لئے چھوٹے چھوٹے مقامات لینے کے بعد پہلے ارطبون[5] کو خط لکھا، اس نے جواب دیا، کہ عمرو بن العاصؓ اجنادین کے علاوہ اب فلسطین کا ایک چپہ زمین بھی نہین لے سکتے،[6]

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۴۱ [2] طبری ص ۲۰۹۳ [3] ابن اثیر ج ۲ ص ۴۰۸ [4] رومی سپہ سالار [5] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۸۹،

اس اطلاع کے بعد انھون نے بیت المقدس کا محاصرہ کرلیا حضرت ابو عبیدہ رض بھی قنسرین کی مہم سر کرکے پہونچ گئے [1] لیکن ایلیا والون نے بلا مزاحمت کے اس شرط پر شہر حوالہ کردینے کا وعدہ کیا کہ خود امیر المومنین رض آکر اپنے ہاتھ سے معاہدہ لکھین، چنانچہ انکی خواہش کے مطابق حضرت عمر رض نے صلحنامہ لکھکر حوالہ کردیا، اور شام کا یہ متبرک شہر جسکو انبیا و رسل علیہم السلام کے آرام گاہ ہونے کا شرف حاصل تھا مسلمانون کے قبضہ مین آگیا اور شام پر مکمل قبضہ ہوگیا

طاعون عمواس | اسی سال شام، عراق اور مصر مین سخت طاعون پھیلا ہزارون جانین ضائع ہوگئین، عمرو بن العاص رض نے مشورہ دیا کہ یہان وبا کا زور ہے اس لئے فوجین ہٹاکر کسی محفوظ مقام پر بھیجدینی چاہئین لیکن اسلامی فوج کے امیر حضرت ابو عبیدہ رض بہت متوکل تھے، انھون نے کہا یہ خدا کی رحمت ہے، اس مین بڑے بڑے صلحا مرے ہین اس فرار کے کیا معنی چنانچہ یہ مذہبی جذبہ کے اثر سے نہ ہٹے حتی کہ خود بھی اسی مین مبتلا ہوگئے آخر وقت مین انھون نے عمرو بن العاص رض کو اپنا جانشین مقرر کیا، اور خود اسی رحمت کے جوار مین آگئے، عمرو بن العاص رض نے پیشقدمی روک کر طاعون زدہ مقامات سے فوجین ہٹالین،

فتوحات مصر | شام کا فیصلہ ہونے کے بعد بھی عمرو بن العاص رض کے بلند حوصلے پورے نہ ہوے، کیونکہ شام کی فتوحات مین خالد اور ابو عبیدہ رض کی قوتون کو زیادہ دخل تھا، اسلئے ان کو ایسے میدان کی تلاش ہوئی، جہان تنہا اپنی تلوار کے جوہر دکھالین، اور چونکہ شام کے قریب مصر بہت زیادہ زرخیز اور شاداب مقام تھا اور عمرو بن العاص رض زمانہ جاہلیت سے اسکی شادابی سے واقف تھے [2] اس لئے حضرت عمر رض سے پیشقدمی کی اجازت چاہی لیکن

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۴۵ [2] کیونکہ یہ تجارت کے سلسلہ مین مصر آیا جایا کرتے تھے

حضرت عمرؓ کو اجازت دینے مین دو وجہون سے پس وپیش ہوا، اول یہ کہ شام کی مہم سر کرنے کے بعد ابھی اسلامی فوجون نے دم نہ لیا تھا، دوسرے مقوقس شاہ مصر کی قوت کا تھوڑی فوج سے مقابلہ کرنا دشوار تھا، لیکن اخیر مین عمرو بن العاصؓ کے اصرار اور حوصلہ مندی سے مجبور ہوکر اجازت دیدی اور انکے جانے کے بعد زبیر بن عوامؓ کو ایک جمعیت کے ساتھ امداد کے لئے روانہ کردیا عمرو بن العاصؓ نے شام سے نکل کر پہلا مقام باب الیون مین کیا،

باب الیون عمرو بن العاصؓ کے پہونچنے کے قبل آپ کی آمد کی اطلاع پاکر باب الیون مین مصری فوجین لئے ہوئے پڑے تھے، ابو مریم مصر کا اسقف انکی قیادت کر رہا تھا، عمرو بن العاصؓ کے پہونچنے کیساتھ خفیف سی جھڑپ ہوئی، مگر عمرو بن العاصؓ نے لڑائی روک دی، اور ابو مریم سے تخلیہ مین گفتگو کی خواہش کی، چنانچہ وہ دونون آئے، انھون نے اسلام پیش کیا، اور آنحضرت صلعم کی وصیت سنائی[1] اور اسلام قبول نہ کرنے کی صورت مین جزیہ کی شرط کی، یہ دونون چند دن کی مہلت لیکر مقوقس کے پاس بغرض استصواب گئے، لیکن ارطبون سپہ سالار مصر نے انکار کردیا، اور اہل مصر کو اطمینان دلایا کہ تم لوگ مطمئن رہو، مین مسلمانون کو ہٹا دونگا، عمرو بن العاصؓ کئی دن تک جواب کا انتظار کیا کئے، بالآخر ارطبون مقابلہ کو نکلا، مگر فاش شکست کھائی[2]،

عریش حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاصؓ کو اجازت تو دیدی تھی، مگر دل مطمئن نہ تھا، اس لئے وہ عریش تک پہونچے تھے کہ فرمان خلافت پہونچا کہ اگر مصر کے حدود مین نہ داخل

[1] حضرت ہاجرہ حضرت ابراہیم کی بیوی مصری تھین، اس تعلق سے آپنے مسلمانون کو نصیحت فرمائی تھی کہ مصر والون کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، [2] طبری ص ۲۵۸۰ تا ۲۵۸۴، طبری کے بیان کے مطابق ارطبون بھی اسمین مارا گیا لیکن یہ غلط ہے، کیونکہ آیندہ متعدد معرکون مین وہ شریک رہا،

ہوئے ہو تو واپس آؤ اور پہونچ چکے ہو تو پیشقدمی جاری رکھو، لیکن یہ خط چونکہ عریش[1] مین ملا اس لئے واپس نہ ہوئے، اور عریش لینے کے بعد فرما کی طرف بڑھے کیونکہ اسکو جالینوس کا مدفن ہونے کی وجہ سے خاص اہمیت حاصل تھی، یہان کے لوگ مقابلہ کے لئے پوری طور پر تیار بیٹھے اس لئے جب اسلامی فوج پہونچی، تو ان لوگون نے نکل کر مقابلہ کیا، مگر آخر مین شکست کھائی[2]،

عین شمس یا فسطاط، فرما کی تسخیر کے بعد عمرو بن العاص بلبیس اور ام دنین وغیرہ فتح کرتے ہوئے، عین شمس پہونچے، عین شمس، زمانۂ قدیم مین بڑا عظیم الشان اور گنجان شہر تھا، یہان ایک ہیکل تھا، جس کی تبرک کو ہزارون آدمی آتے تھے لیکن جس زمانہ مین مسلمانون کا حملہ ہوا اس وقت تباہ ہو چکا تھا، بعد مین یہی مقام آباد ہو کر فسطاط کے نام سے مشہور ہوا[3]، عمرو بن العاص کے حملہ کے وقت اگرچہ یہان کوئی آبادی نہ تھی، بلکہ چراگاہین تھین، تاہم قصر شمع یہان ایک قلعہ تھا جہان مقوقس کی فوج رہتی تھی، اور مصر کی تسخیر کے لئے اس کا لینا ضروری تھا، اس لئے بڑے اہتمام سے محاصرہ کی تیاریان شروع کین، اسی دوران مین زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بھی دس ہزار کی جمعیت لے کر پہونچ گئے، اور دونون نے دو سمتون سے حملے شروع کر دیئے[4]، لیکن قلعہ اس قدر مستحکم تھا کہ مہینون لگ گئے، آخر مین حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام نے تنگ آکر ننگی تلوار ہاتھ مین لی، اور قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے، آپ کو دیکھکر بہت سے جان نثار سیڑھی لگاکر پہونچ گئے، اور سب لوگون نے اس زور سے تکبیر کا نعرہ لگایا کہ قلعہ والے بدحواس ہوگئے، اور سمجھے کہ مسلمان قلعہ مین آگئے، اس لئے انھون نے خود اس کے دروازے کھول دیئے اب ان کے لئے سوائے مصالحت کے کوئی چارہ کار نہ تھا اس طرح صلح کی[5]

---

[1] عریش شام کا مصر کا سرحد پر حکومت مصر کا ایک قریہ تھا، [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۰، [3] مقریزی جلد ا ص ۱۰۷، [4] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۰

[5] ایضاً دروازہ کھولنے کا واقعہ طبری مین ہے،

درخواست پیش کی مسلمانوں نے منظور کر لی، اور اتنی رعایت کی، کہ فاتحانہ داخلہ کے باوجود شرائط بہت نرم رکھے، یہی مقام بعد میں آباد ہو کر فسطاط کے نام سے موسوم ہوا،

فتح اسکندریہ | عین شمس کی فتح کے بعد عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ سے اسکندریہ کی طرف پیش قدمی کی اجازت مانگی، وہاں سے اجازت ملنے کے بعد خارجہؓ بن حذافہ کو مفتوحہ مقامات کا حاکم مقرر کر کے اسکندریہ روانہ ہو گئے، رومیوں اور قبطیوں کو پہلے سے اطلاع ہو چکی تھی، اس لئے انھوں نے آگے بڑھکر روکنا چاہا کہ مسلمان اسکندریہ نہ پہونچنے پائیں، چنانچہ اسکندریہ اور فسطاط کے درمیان مقام کریون میں دونوں کا سخت مقابلہ ہوا، اور رومی شکست کھا کر بھاگ گئے[1]، اور عمرو بن العاصؓ بڑھتے ہوئے، اسکندریہ پہونچے، اسکندریہ کے باشندے مقابلہ کے لئے ہمہ تن تیار تھے، مگر چونکہ مقوقس خود صلح کا خواہشمند تھا، اس لئے اُس نے مفاہمت کی درخواست کی لیکن عمرو بن العاصؓ نے انکار کر دیا، اب مقوقس کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہ تھا، کہ وہ رومیوں کی خواہش کے مطابق جنگ کے لئے آمادہ ہو جائے، چنانچہ قلعہ کی دیواروں پر فوجوں کی صف بندی کی، اور مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لئے عورتوں کو بھی شامل کر لیا، اور اُن کے چہرے شہر کی طرف کر دیئے تاکہ مسلمان پہچان نہ سکیں، عمرو بن العاصؓ نے کہلا بھیجا، کہ ہم یہ اہتمام سمجھتے ہیں، لیکن یاد رکھو، ہم نے فوج کی کثرت کے بل پر میدان نہیں سر کئے ہیں تمہارے بادشاہ ہرقل کا جو زور و قوت میں تم سے کہیں بڑھکر ہے، کیا انجام ہوا، مقوقس نے جو ہر موقعہ پر صلح کا پہلو ڈھونڈھتا تھا، اسکندریہ والوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ واقعی ہمارے شہنشاہ ہرقل کو ان لوگوں نے اُس کے

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۷، ۲۲۸،

دار السلطنت سے بھاگ کر قسطنطنیہ پہونچا دیا، تو ہم لوگ کس شمار مین ہین، اس کے جواب مین اسکندریہ والون نے اسکو بہت برا بھلا کہا اور لڑائی کی تیاریان ہونے لگین[1] مقوقس ابتدا سے اس جنگ کا مخالف تھا، مگر محض ہرقل کے خوف سے جس کا وہ باج گذار تھا علی الاعلان لڑائی سے کنارہ کش نہین ہو سکتا تھا، لیکن درپردہ وہ برابر مسلمانون سے صلح کی کوشش کرتا رہا، اسکی اطلاع جب ہرقل کو ہوئی تو وہ بہت برہم ہوا، اور اسی وقت اسکندریہ فوجین روانہ کر دی تھین، لیکن مقوقس نے عمرو بن العاصؓ سے پہلے ہی خفیہ معاہدہ کر لیا تھا، کہ یہ جنگ ہماری مرضی کے خلاف ہو رہی ہے، اور ہم بدرجہ مجبوری اسمین شریک ہین، اس لئے قبطیون اور رومیون مین امتیاز رکھنا اور قبطیون کے ساتھ وہ سلوک نہ کرنا جس کے رومی مستحق ہین، اس معاہدے کے بعد قبطی ہر طرح سے مسلمانون کے مددگار رہے، اور ان کے لئے راستہ صاف کرتے اور گذرگاہون کے پلون کی مرمت کرتے تھے[2]

غرض اسکندریہ والون کی تیاری کے بعد مسلمانون نے بھی تیاریان شروع کین اور اسکندریہ کا محاصرہ کر لیا، لیکن قلعے اس قدر مضبوط اور مستحکم تھے، کہ دو مہینہ تک کوئی نتیجہ نہ نکلا، اس درمیان مین صرف ایک واقعہ قابل ذکر پیش آیا، ایک دن قلعہ کے آڑ سے کچھ سوار برآمد ہوئے اور مسلمانون سے مڈبھیڑ ہو گئی جسمین بارہ مسلمان شہید ہوئے رومیون کے لئے اس حیثیت سے یہ معرکہ بہت اہم تھا کہ اسکندریہ مین ان کا سب سے بڑا کنیسہ تھا، اس کے نکل جانے کے بعد انکی مرکزیت بالکل فنا ہوئی جاتی تھی، اس لئے خود قیصر روم نے جنگ مین شرکت کی تیاریان شروع کین، مگر بدقسمتی سے سازوسامان مکمل کرنے کے بعد خود چل بسا، اس کی موت سے رومیون کی ہمتین پست ہو گئین، اور بہتون نے جو اسکے

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۰، [2] مقریزی جلد ا ص ۲۶۳

ساتھ تیاریان کررہے تھے، ارادہ فسخ کردیا، کہ بغیر بادشاہ کے لڑنا بے سود ہے البتہ اسکندریہ
کی فوجین برابر مدافعت مین مشغول تھین، اور کبھی کبھی باشندگان اسکندریہ اور مسلمانون سے
دوچار ہاتھ کا تبادلہ بھی ہوجاتا تھا، لیکن رومی برابر قلعہ مین رہتے تھے، ایک دن کچھ لوگ
قلعہ سے نکلے، اور حملہ کرکے ایک مسلمان کا سر کاٹ لیا، اور اسکو ساتھ لیتے گئے، مقتول
کے قبیلہ کے لوگ بہت غضبناک ہوئے، اور بغیر سر کی نعش دفنانے پر تیار نہ ہوئے عمرو بن العاصؓ
نے کہا کہ اس غیظ و غضب سے کیا فائدہ اگر سر واپس لینا چاہتے ہو تو تم بھی کسی رومی کا سر کاٹکر
اسکو رومیون کی طرف پھینکدو، چنانچہ ایک پادری ہاتھ آگیا، اس کا سر قلم کرکے کسی طرح
رومیون تک پہونچادیا، اسکے جواب مین انھون نے اس مقتول مسلمان کا سر پھینک دیا،
چونکہ لڑائی طول پکڑتی جاتی تھی، اس لئے ایک شخص نے مشورہ دیا کہ منجنیق نصب کرکے قلعہ
پر سنگباری کیجائے، لیکن عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ ایسی نازک حالت مین صف بندی توڑنا
مناسب نہین ہے، ابھی تک جم کر دست بدست لڑائی کی نوبت نہین آئی تھی، البتہ کبھی کبھی قلعہ والے
نکل آتے تھے، اور دوچار ہاتھ ردوبدل کے بعد قلعہ بند ہوجاتے، ایک دن قلعہ سے نکل کر
لڑرہے تھے، کہ رومیون کی صف سے آواز آئی، کون مسلمان میرے مقابلہ مین آتا ہے، حضرت
مسلمہ بن مخلدؓ بڑھے مگر چونکہ بھاری بھرکم آدمی تھے، اس لئے حملہ کرتے وقت گھوڑے پر نہ سنبھل
سکے، اور رومی نے پچھاڑ دیا، مگر قبل اسکے کہ وہ قتل کرتا، مسلمانون نے بڑھکر بچالیا،
عمرو بن العاصؓ کو غصہ آگیا، انھون نے متانت و سنجیدگی کو بالاے طاق رکھکر کہا کہ ایسے نامردون
کو میدان جنگ مین آنے کی کیا ضرورت تھی، مسلمہؓ کو بہت ناگوار ہوا لیکن مصلحت وقت کے
خیال سے خاموش رہے، اور لڑائی کا بازار گرم ہوگیا، مسلمان رومیون کو جوش مین دباتے
ہوئے قلعہ کے اندر تک چلے گئے، اور دیر تک قلعہ کے اندر لڑتے رہے، لیکن پھر رومیون

نے سنبھل کر جوابدیا، اور مسلمانون کو قلعہ کے باہر ہو جانا پڑا، ان کے نکلنے کے بعد رومیون نے قلعہ کا دروازہ بند کرلیا، اتفاق سے چار آدمی جنمین ایک عمرو بن العاصؓ اور دوسرے مسلمہؓ تھے قلعہ ہی مین رہ گئے، رومیون کی نظر پڑی، تو کہا کہ اب تم ہمارے بس مین ہو، اس لیے بہتر یہی ہے کہ اپنے کو ہمارے حوالہ کردو، بیکار جان دینے سے کیا فائدہ، عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ یہ نہین ہو سکتا، البتہ اگر تم ہمکو چھوڑ دو تو تمہارے قیدی واپس کر دیے جائینگے، رومی اسپر آمادہ نہ ہوئے، اور رہائی کی یہ شرط ٹھہری کہ ان چارون محصورین مین سے کوئی ایک کسی رومی کا مقابلہ کرے، اگر مسلمان فتحیاب ہو تو سب چھوڑ دیے جائینگے، ورنہ حوالہ کر دینا ہوگا، عمرو بن العاصؓ راضی ہو گئے، اور خود مقابلہ مین آنا چاہتے تھے، مگر مسلمہؓ نے سمجھایا کہ آپ امیر ہین، اگر خدانخواستہ آپ کو کوئی صدمہ پہونچا تو فوج کا کیا حشر ہوگا، لہذا مجھکو نکلنے دیجیے، انکی سمجھ مین یہ بات آگئی، اور مسلمہؓ مقابلہ مین آئے، خوش قسمتی سے دو ہی ایک ہاتھ مین رومی کو گرادیا، اور اس طرح سے ان لوگون کی جان بچ گئی، چھوڑ دینے کے بعد رومیون کو معلوم ہوا کہ ان مین اسلامی لشکر کے سپہ سالار عمرو بن العاصؓ بھی تھے، لیکن اس وقت سوائے پشیمانی کے اور کیا ہو سکتا تھا، اس لئے ہاتھ مل کر رہ گئے، عمرو بن العاصؓ مسلمہؓ کو ڈانٹنے پر بہت نادم تھے، اس لئے رہائی کے بعد سب سے پہلے ان سے معافی مانگی، مسلمہؓ نے نہایت خوش دلی سے معاف کر دیا، اور پھر بدستور محاصرہ مین مشغول ہو گئے، محاصرہ کئے ہوئے قریب قریب دو سال ہو چکے تھے لیکن ہنوز روز اول تھا، حضرت عمرؓ اس تاخیر سے بہت پریشان تھے، چنانچہ انھون نے لکھ بھیجا کہ تم لوگ دو سال سے جمے ہوئے ہو لیکن ابھی تک کوئی نتیجہ نہ نکلا، معلوم ہوتا ہے رومیون کی طرح تم بھی عیش و عشرت اور رہوا و ہوس مین پڑکر اپنے غرض اور خلوص نیت کو بھول گئے، جب وقت تم کو میرا خط ملے لوگون کے

سامنے جہاد پر تقریر کردو، اور جن چار آدمیون کو مین نے بھیجا تھا، اُن کو فوج کے آگے کرکے جمعہ کے دن حملہ کردو، عمرو بن العاص رض نے فوج کو یہ خط سنا دیا، اس سے لوگون کا دبا ہوا جوش پھر اُبھر آیا، اور فوج کو مرتب کرکے حضرت عبادہ بن صامت رض کا جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے نیزہ لیا، اور اس پر اپنا عمامہ لٹکا کر اُن کے حوالہ کیا، کہ یہ علم لیجئے، اور آپ اس فوج کے سردار ہین، حضرت عبادہ رض نے نہایت جوش سے ایسا زبردست حملہ کیا، کہ پہلے حملہ مین رومیون کے پیر اُکھڑ گئے، اور بری و بحری راستہ سے جدھر راہ ملی بھاگ نکلے، عمرو بن العاص رض نے ایکہزار آدمی اسکندریہ پر متعین کرکے خشکی مین رومیون کا تعاقب کیا، عمرو بن العاص رض ادھر تعاقب مین مصروف تھے، اُدھر بحری راستہ سے لوٹ کر پھر رومیون نے حملہ کر دیا، اور جس قدر مسلمان ملے بیدریغ قتل کر ڈالے، عمرو بن العاص رض کو معلوم ہوا تو تعاقب چھوڑ کر لوٹ پڑے، چونکہ رومیون کا یہ حملہ صرف انتقاماً تھا، ورنہ ان کی قوت ٹوٹ چکی تھی، اسلئے عمرو بن العاص رض کو دوبارہ کوئی زحمت نہ پیش آئی، اور آسانی سے واپس لے لیا، اور معاویہ رض بن خدیج کو دار الخلافہ روانہ کیا، کہ وہ جلد سے جلد امیر المومنین رض کے کانون تک فتح کا مژدہ پہونچا دین، معاویہ رض بن خدیج بسرعت تمام ٹھیک دوپہر کے وقت مدینہ پہونچے، اور سیدھے مسجد نبوی مین چلے گئے، اتفاق سے اس وقت حضرت عمر رض کی لونڈی اس طرف گذری اسنے ان سے مسافرانہ شکل مین دیکھکر پوچھا تم کون ہو؟ کہا معاویہ بن خدیج، عمرو بن العاص رض کا قاصد، اُس نے حضرت عمر رض کو اطلاع دی، آپ نے فوراً طلب کیا، ان کے پہونچتے پہونچتے وہ خود آنے کو تیار ہو رہے تھے، دیکھنے کے ساتھ پھر پوچھا کیا خبر لائے، عرض کیا خدا نے کامیاب کیا، یہ مژدہ سنکر حضرت عمر رض نے اسیوقت منادی کرائی اور مسجد نبوی مین تمام مسلمانون کے سامنے خود معاویہ رض کی زبان سے فتح کے حالات سنوائے، پھر پوچھا کہ تم سیدھے مسجد مین کیون

چلے گئے، عرض کیا دوپہر کا وقت تھا، مین نے خیال کیا کہ آپ آرام فرماتے ہون گے، جواب دیا
کیا مین ون کو سو کر رعایا کو تباہ کرتا[1]،

اگرچہ اسکندریہ کو بزور شمشیر فتح کیا تھا لیکن شہر کے امن و امان مین کوئی خلل نہ آیا
اور عام آبادی مین سے کسی کو قتل یا قید نہین کیا گیا[2]، بلکہ جزیہ اور خراج تشخیص کرنے کے بعد
کامل امن و امان ہو گیا،

مصر کی تسخیر کے بعد اگرچہ وہان رومیون کی قوت پاش پاش ہو چکی تھی، تاہم منتشر طور
پر جا بجا ابھی انکی آبادیان باقی رہ گئی تھین اسلئے عمرو بن العاصؓ نے ہر طرف تھوڑی تھوڑی فوجین
روانہ کردین تاکہ آیندہ بغاوت کا خطرہ نہ باقی رہے، چنانچہ خارجہؓ بن حذافہ نے فیوم،
اشمونین، البشرودات، اخیم اور صعید مصر کے تمام مواضعات لئے اور عمیر بن وہبؓ نے
تنیس، دمیاط، تونہ، دمیرہ، شطا، دقہلہ، بوصیر وغیرہ پر قبضہ کرلیا اور یہان کی کل آبادی نے
فسطاط کے شرائط پر صلح کرلی، اور عقبہ بن عامر یا وردان نے مصر کی نشیبی آبادیون پر قبضہ
کیا، اور مصر و اسکندریہ پر پورا تسلط ہو گیا،

فتوحات مغرب برقہ| عمرو بن العاصؓ کی فتوحات کا سیلاب اسکندریہ پر بھی نہ رکا، بلکہ اُس سے بھی
آگے بڑھکر برقہ کی طرف مڑا، برقہ فسطاط سے بیس پچیس منزل کی مسافت پر اسکندریہ اور طرابلس
کے درمیان ایک زرخیز سیر حاصل اور آباد رقبہ زمین تھا یہان کی آبادی بہت مرفہ الحال

---

[1] یہ تمام تفصیلات مقریزی ج ۱ ص ۲۷۳ تا ۲۷۷ سے ماخوذ ہین، اور بعض بعض واقعات طبری سے
لئے گئے ہین،

[2] فتوح البلدان ص ۲۲۰،

[3] ایضاً ص ۲۲۴،

تھی، یہ قطعہ متعدد شہرون پر مشتمل تھا، اطرابلس یہان کا بڑا شہر تھا[1]، یہ لوگ حکومت مصر کے باجگذار تھے، عمرو بن العاصؓ نے پہونچ کر اسکا محاصرہ کر لیا، برقہ والے بہت نرم خو اور اطاعت شعار تھے اس لئے بلا کسی مزاحمت کے جزیہ قبول کر لیا، اور تیرہ ہزار دینار سالانہ پر صلح ہو گئی[2]

زویلہ| برقہ سے فارغ ہو کر عقبہؓ بن نافع کو زویلہ روانہ کیا تھا، یہ سوڈان کی ابتدائی سرحد پر ایک آباد شہر تھا، برقہ اور زویلہ کی درمیانی آبادیون نے بلا کسی جارحانہ کارروائی کے نہایت خوش دلی سے اطاعت قبول کرلی[3]، زویلہ والون نے بھی بخوشی جزیہ منظور کر لیا،

طرابلس الغرب| پھر زویلہ سے طرابلس کا رخ کیا، طرابلس بحر روم کے ساحل پر آباد ہے، یہ مقام اس زمانہ مین افریقہ کے ممتاز ترین مقامات مین تھا، عمرو بن العاصؓ نے طرابلس کے مشرقی سمت مین فوجین اتارین، اور نہایت اہتمام سے اس کا محاصرہ کیا، اور دو مہینہ تک برابر محاصرہ جاری رہا، لیکن کہین سے داخلہ کا راستہ نہ ملتا تھا، ایک دن کچھ مسلمان شکار کو نکلے، واپسی مین دھوپ بہت سخت تھی، اس لئے یہ لوگ دریا کے کنارے کنارہ واپس ہوئے، شہر کے قریب پہونچ کر دیکھا کہ شہر اور دریا کے درمیان کوئی فصیل یا شہر پناہ وغیرہ نہین ہے، اور دریا کے گھٹاؤ کی وجہ سے درمیان مین خشک راستہ بھی چھوٹا ہوا ہے، انھون نے آکر فوراً عمرو بن العاصؓ کو اطلاع دی، مسلمان اسی وقت حملہ کے لئے تیار ہو گئے اور اسی راستہ سے دفعۃً حملہ کر دیا، اس ناگہانی حملہ سے شہر والے بالکل بدحواس ہو گئے، بحری راستہ سے بھاگنا آسان نہ تھا، کیونکہ درمیان مین مسلمان حائل تھے، اس لئے

---

[1] معجم البلدان "برقہ"، [2] بلاذری ص ۲۳۱، [3] ایضاً ص ۲۳۲

شہر ہی مین کشت وخون ہوا، چونکہ مسلمانون کا حملہ بالکل اچانک تھا طرابلس والے پہلے سے تیار نہ تھے، اس لئے تسخیر مین زیادہ دشواری نہ ہوئی، اور آسانی سے زیر کرلیا[۱]،

سبرہ، | طرابلس سے آگے بڑھکر سبرہ ایک شہر پڑتا تھا، طرابلس کی تسخیر کے بعد عمرو بن العاص خود وہین رہے، اور تھوڑی فوج سبرہ بھیجدی، یہ لوگ علی الصباح سبرہ پہونچ گئے، اہل شہر طرابلس کے واقعہ سے لاعلم تھے، اس لئے حسب معمول صبح سویرے شہر کا پھاٹک کھول کر اپنے اپنے کاروبار مین لگ گئے، مسلمانون نے یلغار کرکے زبردستی شہر مین داخل ہوکر قبضہ کرلیا، اور کشت وخون کی نوبت نہ آئی[۲] ان مہمون کے بعد عمرو بن العاص رض نے حضرت عمر رض کو لکھا کہ طرابلس فتح ہوچکا ہے، افریقیہ (ٹیونس اور الجزائر وغیرہ) یہان سے صرف نو دن کی مسافت پر ہین، اگر امیر المومنین مناسب سمجھین تو آگے پیش قدمی کیجائے لیکن وہان سے امتناعی حکم آگیا کہ افریقیہ کے باشندے شورش پسند ہین، اپنے حکمرانون سے ہمیشہ بغاوت کرتے رہتے ہین، اس لئے آگے بڑھنے کی ضرورت نہین، اس کے بعد آگے پیش قدمی روک دی گئی[۳]،

مصر کی گورنری اور اسکندریہ کی بغاوت، | جنگی پیشقدمی روکنے کے بعد حضرت عمر رض نے عمرو بن العاص رض کو مصر کی حکومت پر سرفراز کیا، کچھ دنون کے بعد ان کا انتقال ہوگیا، اور حضرت عثمان رض سریر آرائے خلافت ہوئے، اسی زمانہ مین اسکندریہ والون نے بغاوت کردی، اسکا سبب یہ ہوا، کہ رومی، اسکندریہ نکل جانے کے بعد ہمیشہ اس کے واپس لینے کی فکر مین رہتے تھے، کیونکہ اسکندریہ انکی سلطنت کا اہم ترین حصہ تھا، اس کے نکل

---

[۱] معجم البلدان ج ۶ ص ۳۵، و ابن اثیر ج ۳ ص ۱۹، [۲] ابن اثیر ج ۳ ص ۲۰،
[۳] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۳۳،

جانے کے بعد انکی پوری سلطنت خطرہ مین پڑگئی تھی، چنانچہ انھون نے اسکندریہ کی رومی آبادی سے خط وکتابت کر کے اسکو بغاوت پر آمادہ کردیا، اور ان کی مدد کے لئے قسطنطنیہ سے عظیم الشان لشکر چلا، لیکن قبطی آبادی نے اسمین کوئی حصہ نہ لیا، اور مقوقس اپنی سابق صلح پر قایم رہا، عمرو بن العاص رضؓ کو معلوم ہوا تو وہ مقابلہ کو نکلے، اور دونون مین سخت معرکہ ہوا، رومیون نے شکست کھائی، اور اسکندریہ کے اندر داخل ہوگئے، لیکن مسلمانون نے وہان بھی پیچھا نہ چھوڑا، اور شہر کے اندر داخل ہوکر جہان تک ہوسکا مارا، منویل خصی رومی سپہ سالار مارا گیا، جب یہان بھی امان نہ ملی، تو اسکندریہ سے نکل کر کے بھاگے، اور چونکہ قبطیون نے ساتھ نہین دیا تھا اس لئے جذبۂ انتقام مین انکی آبادیون کو لوٹتے ہوے نکل گئے، بدحواسی مین اپنے حامیون کو بھی تاخت وتاراج کردیا، جب مسلمانون کا کامل تسلط ہوگیا، تو قبطی عمرو بن العاص رضؓ کے پاس فریاد لے کر آئے کہ رومیون نے ہمارا سارا مال ومتاع لوٹ لیا ہی، اور چونکہ ہم نے مسلمانون سے بغاوت نہین کی ہے اس لئے ہمکو واپس دلایا جائے، انھون نے شناخت کراکے جن جن لوگون کا مال تھا واپس کرادیا، اور آیندہ بغاوت کے خطرہ سے بچنے کے لئے اسکندریہ کا شہر پناہ تڑوا دیا[1]،

معزولی، سنہ ۲۶ھ مین حضرت عثمان رضؓ نے انکو مصر کی گورنری سے علیحدہ کردیا، بظاہر اتنے بڑے سپہ سالار اعظم کی معزولی جس نے مصر، اسکندریہ اور طرابلس کا تختہ الٹ دیا تھا غیر دانشمندانہ معلوم ہوتی ہے، لیکن درحقیقت حضرت عثمان رضؓ انکی معزولی پر مجبور ہو گئے تھے، حضرت عثمان رضؓ نے کبھی کسی عامل کو بلاوجہ معزول نہین کیا، طبری کے یہ الفاظ ہین،

---

[1] ابن اثیر ج ۳ ص ۶۲

وکان لا یعزل احدًا الا عن شکاۃ او استغاثۃ[1] یعنی حضرت عثمانؓ کبھی کسی کو بغیر شکایت یا استغاثہ کے معزول نہین کرتے تھے، واقعہ یہ ہے کہ پیہم اس قسم کے حالات پیش آتے گئے، کہ حضرت عثمانؓ کو انکی معزولی کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ نظر آیا، مصر کی فتح کے بعد سے برابر عمرو بن العاصؓ ہی یہان کے حکمران رہے، البتہ حضرت عمرؓ نے اپنے آخر عہد خلافت مین مصر کے ایک چھوٹے حصہ کا جو صعید مصر کے نام سے موسوم ہے عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو والی بنایا تھا لیکن یہ تقرر بھی عمرو بن العاصؓ پر بار تھا اور وہ مصر مین کسی کو بھی اپنے سوا نہ دیکھنا چاہتے تھے لیکن حضرت عمرؓ کی زندگی مین ان کی ہیبت سے عبد اللہ کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکے، آپ کی وفات کے بعد ہی حضرت عثمانؓ سے عبد اللہؓ کی معزولی کی درخواست کی، لیکن آپ نے قبول نہ کی[2]

مصر نہایت زرخیز اور شاداب ملک ہے لیکن عمرو بن العاصؓ کے زمانہ مین اسکی شادابی کے تناسب سے خراج نہ ملتا تھا، اور حضرت عمرؓ ہی کے زمانہ سے برابر خراج کی کمی کی شکایت چلی آتی تھی، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس بارہ مین انکو نہایت سخت خط لکھا تھا، یہ خط اور اسکا جواب مقریزی مین موجود ہے[3] حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین بھی یہ شکایت برابر قایم رہی، انھون نے بھی انکو لکھا، مگر عمرو بن العاصؓ نے صاف جواب دیدیا کہ "گاے اس سے زیادہ دودھ نہین دیسکتی"، اس جواب پر حضرت عثمانؓ نے خراج کا عہدہ ان سے نکال کر عبد اللہ بن ابی سرح کے متعلق کر دیا، عمرو بن العاصؓ عبد اللہ بن سعد کا تعلق صعید مصر ہی سے بمشکل برداشت کئے ہوئے تھے، اس جدید تقرر نے دونون کے تعلقات اور زیادہ کشیدہ کر دیئے، اور دونون ایک دوسرے کے خلاف

[1] طبری ج ۵ ص ۱۸، [2] کتاب لولاۃ کندی ص ۱۰، [3] مقریزی ج اول ص ۱۲۵،

دربارِ خلافت میں شکایات بھیجنے لگے، عبداللہ بن سعد لکھتے کہ عمرو بن العاص خراج کی
وصولی میں رخنہ انداز ہوتے ہیں اور عمرو بن العاصؓ لکھتے کہ عبداللہ جنگی تدبیروں میں رکاوٹ
پیدا کرتے ہیں[1] غرض یہ دوعملی عرصہ تک نہ چل سکی، اور حضرت عثمانؓ نے عمرو بن العاصؓ کو
مصر سے معزول کرکے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مستقل والی بنا دیا، یہ طبری اور
ابن اثیر کی روایت ہے لیکن کتاب الولاۃ اور حسن المحاضرہ کی روایت کے مطابق عمرو بن العاص
اسکندریہ کی بغاوت کے پہلے ہی معزول ہوچکے تھے، اور انھیں کی معزولی سے اسکندریہ
والوں میں بغاوت کا حوصلہ پیدا ہوا تھا، اور بغاوت برپا ہونے کے بعد پھر حضرت عثمانؓ
کو مجبور ہو کر ان کو اسکے فرو کرنے پر مامور کرنا پڑا، جب یہ بغاوت کا خاتمہ کرچکے تو حضرت عثمانؓ
نے ان کو امارتِ جنگ کے عہدہ پر بحال کرنا چاہا، لیکن انھوں نے قبول نہ کیا اور یہ جواب
دیا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ "سینگ میں پکڑوں اور دودھ دوسرا دُہے" اس روایت کے
مطابق عمرو بن العاصؓ کی معزولی کا واقعہ ۲۵ھ میں پیش آیا، عمرو بن العاصؓ اپنی معزولی سے
حضرت عثمانؓ سے حد درجہ برہم ہوئے، چنانچہ جب معزولی کے بعد مصر سے مدینہ آئے اور
حضرت عثمانؓ سے ملاقات ہوئی تو وہ انکی باتوں کا ٹھیک جواب بھی نہ دیتے تھے، جس
وقت ان سے اور حضرت عثمانؓ سے پہلی مرتبہ ملاقات ہوئی اس وقت یہ لبادہ پہنے ہوئے
تھے، حضرت عثمانؓ نے پوچھا اس لبادہ میں کیا بھرا ہے، جواب دیا عمرو بن العاص، حضرت
عثمانؓ نے کہا یہ تو میں بھی جانتا ہوں[2] میرا مطلب ہے کہ روئی ہے یا کوئی اور چیز، پھر
پوچھا تم نے عبداللہ بن سعد کو مصر میں کس حالت میں چھوڑا، کہا جس حال میں تم چاہتے
تھے، پوچھا اس کا کیا مطلب، کہا اپنے نفس کے لئے قوی اور خدا کے لئے ضعیف فرمایا

۱؎ ابن اثیر ج ۳ ص ۳۵۳، ۲؎ ایضاً ص ۶۸،

مین نے ان کو تمھارے نقشِ قدم پر چلنے کی ہدایت کی تھی، جواب دیا تم نے ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بار ڈالا[1] اس وقت عبداللہ بن سعد کا بھیجا ہوا خراج پہونچ چکا تھا، اور اس کی تعداد عمرو بن العاص کے زمانہ کے خراج سے بہت زیادہ تھی حضرت عثمانؓ نے ان سے کہا دیکھو اونٹنی نے دودھ دیا، انھون نے کہا ہان لیکن بچے بھوکے رہ گئے ہین[2]

لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے، کہ عمرو بن العاصؓ کو حضرت عثمانؓ کے ساتھ کوئی عناد تھا، بلکہ معزولی کے بعد وہ حضرت عثمانؓ کے اسی طرح خیرخواہ رہے، جس طرح معزولی کے قبل تھے، چنانچہ جب مصر سے باغیون کا گروہ چلا اور حضرت عثمانؓ کو اسکی اطلاع ہوئی تو آپ نے عمرو بن العاصؓ کو سمجھانے کے لئے بھیجا، انھون نے اپنے سابق اثر سے سمجھا کر واپس کیا، اور شہر کے لوگون کو جمع کرکے حضرت عثمانؓ کی طرف سے صفائی پیش کی[3]

حضرت عثمانؓ کو جب کبھی مشکلات پیش آتی تھین، تو عمرو بن العاصؓ سے مشورہ کرتے تھے، یہ نہایت خیرخواہی سے مشورہ دیتے تھے، سازش کے زمانہ مین جب باغیون نے اپنے مطالبات پیش کئے، تو آپ نے ایک مجلس شوریٰ منعقد کی، اس کے ایک رکن عمرو بن العاصؓ بھی تھے، تمام ارکین سے مشورہ کرنے کے بعد عمرو بن العاص سے خاص طور پر ان کی رائے پوچھی، انھون نے کہا آپ ضرورت سے زیادہ نرمی کرتے ہین گرفت کے موقعون پر چشم پوشی کر جاتے ہین عمرؓ سے زیادہ آپ نے لوگون کو آزادی دے رکھی ہے، میرا مشورہ یہ ہے کہ ملکی انتظام مین اپنے پیشرو ابوبکرؓ و عمرؓ کے نقشِ قدم پر چلئے اور نرمی کے موقع پر نرمی اور سختی کے موقع پر سختی سے کام لیجئے[4]

---

[1] یعقوبی ج ۲ ص ۱۸۶، [2] ایضاً، [3] یعقوبی ج ۲ ص ۲۰۲ و ۲۰۳، [4] طبری ص ۲۹۴۵،

عہدِ علیؓ و معاویہؓ| معزولی کے بعد عمرو بن العاصؓ نے سیاسی زندگی سے کنارہ کش ہو کر فلسطین کی اقامت اختیار کر لی تھی، اور گاہے گاہے مدینہ آتے تھے حضرت عثمانؓ کے محصور ہونے کے وقت مدینہ مین موجود تھے لیکن جب دیکھا کہ فتنہ و فساد کے شعلے قابو سے باہر ہو گئے، تو یہ کہکر کہ عثمانؓ کے قتل مین جس کا ہاتھ ہوگا، اسکو خدا ذلیل کریگا جو شخص انکی مدد نہ کر سکتا ہو، اس کو مدینہ چھوڑ دینا چاہیے، مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے، مگر دل برابر ان مین لگا رہا، اور ہر آنے جانے والے سے حالات پوچھ لیا کرتے تھے[1] اس کے بعد حضرت عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ کبریٰ پیش آیا پھر جنگ جمل کا قیامت خیز معرکہ ہوا، مگر انھون نے اپنے دائرہ عزلت سے باہر قدم نہین نکالا،

پھر جب حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ مین اختلاف شروع ہوا، اور حضرت علیؓ نے جریر بن عبداللہ بجلی کو بیعت کے لئے امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا کہ یا بیعت کرو، ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ، تو معاویہؓ نے اپنے خاندان والون سے مشورہ طلب کیا، عتبہ بن ابی سفیان نے رائے دی کہ عمرو بن العاصؓ کو بلا کر ان سے مشورہ لو، عمرو بن العاصؓ اس وقت فلسطین مین تھے، بلا کر آئے، معاویہؓ نے کہا اس وقت کئی مہمین درپیش ہین، محمدؐ بن حنفیہ قیدخانہ توڑ کر اپنے ساتھیون سمیت فرار ہو گئے ہین، قیصر روم علیحدہ چڑھائی پر آمادہ ہے تیسرا اور سب سے اہم معاملہ یہ ہے کہ علیؓ نے بیعت کا مطالبہ کیا ہے، اور انکار کی صورت مین جنگ پر آمادہ ہین، انھون نے مشورہ دیا کہ محمدؐ بن حنفیہ کا تعاقب کراؤ، مل جائین تو خیر ورنہ کوئی حرج نہین، قیصر روم کے قیدی چھوڑ کر اس سے مصالحت کر لو،

[1] طبری ص ۳۲۵۰، [2] طبری کی ایک روایت ہے کہ عمرو بن العاصؓ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر سنکر خود آئے تھے،

علیؓ کا معاملہ البتہ بہت اہم ہے مسلمان کبھی بھی تم کو اُن کے برابر نہ سمجھیں گے، معاویہؓ نے کہا وہ عثمانؓ کے قتل میں معاون تھے، امت اسلامیہ میں پھوٹ ڈال کر فتنہ پیدا کیا، عمرو بن العاصؓ نے کہا لیکن تم کو سبقت اسلام اور قرابت نبوی کا شرف حاصل نہیں ہے، اور میں تمھارے مقصد کے حصول کے لئے خواہ مخواہ کیوں تمھاری مدد کروں، امیر معاویہ نے کہا آخر کیا چاہتے ہو، عمرو بن العاصؓ نے کہا، مصر، معاویہ کو پس و پیش ہوا، بولے اگر چاہوں تو تم کو دھوکا دے سکتا ہوں، عمرو بن العاصؓ نے کہا میرے جیسا آدمی فریب نہیں کھا سکتا، معاویہ نے کہا ادھر آؤ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں، عمرو قریب آگئے، معاویہ نے کہا، دیکھو تم قریب میں آگئے، اس وقت یہاں میرے تمھارے سوا تیسرا کون شخص ہے کہ مجھکو کان میں کہنے کی ضرورت ہو، معاویہ نے کہا تم مصر چاہتے ہو اور مصر کسی طرح عراق سے کم نہیں عمرو نے کہا ہاں لیکن مصر کا مطالبہ اس وقت ہے جب تم علیؓ کو مغلوب کر چکے ہوگے اور دنیا تمھارے زیر نگین ہوگی، اس گفتگو کے بعد عمرو بن العاص اپنی قیام گاہ پر چلے گئے عتبہ نے معاویہ سے پھر اصرار کیا کہ مصر دیکر کیوں نہیں فائدہ اٹھاتے، جب انکا اصرار بہت بڑھا، تو معاویہ راضی ہوگئے، اور دوسرے دن صبح کو مصر دینے کا تحریری وعدہ کر لیا[1]،

عمرو بن العاصؓ نے مشورہ دیا کہ پہلے عمائد شام کے دلوں میں یہ بٹھا دو کہ عثمانؓ کی شہادت میں علیؓ کا ہاتھ تھا، پھر ان کو ان کی مخالفت پر آمادہ کرو، ورنہ کامیابی ناممکن ہے، اور سب سے پہلے شرجیل بن سمط کندی کو جو شام کے با اثر آدمی ہیں یقین دلا کر اپنا ہمخیال بناؤ، غرض امیر معاویہ نے ان کی بتائی ہوئی تدبیروں سے عمائد شام کو یقین دلا دیا

[1] یعقوبی جلد ۲ ص ۲۱۷

کہ عثمانؓ کے خونِ بے گناہی سے علی کا ہاتھ بھی رنگین ہے، شرحبیل کو پورا یقین ہوگیا، اور انھون نے شام کا دورہ کرکے لوگون کو حضرت علیؓ کے خلاف ابھارنا شروع کیا[1]، اور معاویہ نے خلیفۂ مظلوم کے خون آلود پیراہن، اور حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیون کی نمایش کرکے سارے شام مین آگ لگادی، لوگ آتے تھے اور یہ المناک نظارہ دیکھ دیکھ کر روتے تھے، تاآنکہ لوگون نے قسم کھائی کہ جب تک قاتلینِ عثمان کو قتل نہ کرین گے اس وقت تک نہ بستر پر لیٹین گے نہ عورتون کو چھوین گے[2]،

اس کے بعد طرفین نے جنگی تیاریان شروع کردین، اور عمرو بن العاصؓ شامی فوج کے امیر العسکر مقرر ہوئے، اور وہ ہولناک جنگ شروع ہوئی جو تاریخ اسلام مین جنگ صفین کے نام سے مشہور ہے، اس جنگ کا سلسلہ مدتون رہا، آخری فیصلہ کن معرکہ کے بعد جب عمرو بن العاصؓ کو یقین ہوگیا کہ اب شامی زیادہ دنون تک میدان مین نہین ٹھہر سکتے، تو یہ تدبیر کی کہ نیزون پر قرآن اٹھوادیے کہ "کتاب اللہ سے جو فیصلہ ہو جائے اس پر ہم راضی ہین،" قرآن پاک کے اٹھتے ہی کوفیون نے جنگ سے ہاتھ روک لیا، حضرت علیؓ لاکھ سمجھاتے رہے کہ یہ محض فریب ہے لیکن کسی نے نہ سنا جب اختلاف کا خطرہ بڑھا تو آپ بھی چارہ و ناچار آمادہ ہوگئے،

دوسرے دن امیر معاویہ کے پاس آدمی بھیجا کہ تحکیم کا طریقہ کیا ہوگا، انھون نے کہا ایک حکم تمھارا ہو اور ایک ہمارا دونون کتاب اللہ کی رو سے جو فیصلہ کردین وہ دونون کے لئے واجب التسلیم ہوگا، غرض عمرو بن العاصؓ شامیون کی جانب سے اور ابوموسیٰ کوفیون کی جانب سے حکم مقرر ہوئے، اور ثالثی نامہ مرتب ہوا کہ حکمین اختلاف

---

[1] اخبار الطوال ص ۱۶۷ و ۱۶۹، [2] طبری ج ۷ ص ۳۲۵۷،

امت کا خیال رکھتے ہوئے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم کی رو سے عدل و انصاف کے ساتھ جو فیصلہ کر دین گے، طرفین کے لیے واجب التسلیم ہوگا، اور جو فریق اس کو نہ مانے گا، اس کے خلاف دونون حکم مدد دین گے، اگر درمیان مین کوئی حکم مر گیا تو اس فریق کو دوسرا حکم منتخب کرنے کا اختیار ہوگا، اس ثالثی کے بعد دونون نے اپنی اپنی فوجین ہٹا لین، اور عمرو بن العاصؓ ابو موسی اشعریؓ سے تبادلۂ خیالات شروع ہوا جس کا خلاصہ یہ ہے،

عمرو بن العاصؓ، آپ کو معلوم ہے کہ عثمانؓ مظلوم شہید کئے گئے،

ابو موسیؓ، بیشک،

عمرو بن العاصؓ، آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ معاویہ اور آلِ معاویہ ان کے طرفدار ہین،

ابو موسیؓ، یہ بھی صحیح ہے،

عمرو بن العاصؓ، ایسی صورت مین قرآن کا یہ حکم ہے، من قتل فقد جعلنا لولیہ سلطانا فلا یسرف فی القتل انہ کان منصورا، اس کے علاوہ نسباً بھی وہ قریشی ہین، ہان سابقین اولین مین نہین ہین، یہ کوئی ایسا مانع نہین ہے، پھر اس کے علاوہ ان مین اور بہت سے اوصاف موجود ہین، انھون نے خلیفۂ مظلوم کی حمایت کی، حسنِ تدبیر اور حسنِ سیاست مین یگانہ ہین، ام المومنین ام حبیبہؓ کے بھائی ہین، آنحضرت صلعم کے صحابی ہین،

ابو موسیٰؓ، عمرو بن العاصؓ! خدا کا خوف کرو، تم نے معاویہ کے جو فضائل بیان کئے ان مین سے کوئی بھی ایسے نہین ہین، جو ان کو خلافت کا مستحق بناتے ہون، اگر محض شرافت پر استحقاقِ خلافت کا انحصار ہوتا تو آل ابرہہ ان سے زیادہ مستحق ہوتے، خلافت محض

اہل دین اور صاحب فضل افراد کا حق ہے، اگر شرف کی بنیاد پر مین کسی کو خلافت دیتا تو سب سے زیادہ علیؓ مستحق تھے، اور تمھاری یہ دلیل کہ انھون نے عثمانؓ کے خون کے بدلہ کا بار اٹھایا ہے، ایسی نہین ہے جس سے انکو مہاجرین اولین پر فضیلت حاصل ہوجائے، تم مانتے ہو تو مانو لیکن مین کسی حالت مین اس کو نہین مان سکتا، رہی یہ طمع کہ معاویہ کے نزدیک میری قدر و منزلت بڑھ جائے گی، یا ان سے مجھکو مالی فائدہ حاصل ہوگا، تو یہ مجھ پر کوئی اثر نہین ڈال سکتی، خدا کے معاملہ مین مین رشوت ستانی گوارا نہین کرسکتا، ہان اگر تم چاہو تو عمر بن الخطابؓ کا نام زندہ کردین،

عمرو بن العاصؓ، اگر آپ ابن عمرؓ پر راضی ہین، تو میرے لڑکے مین کیا خرابی ہے، اس کے فضائل سے آپ اچھی طرح واقف ہین،

ابو موسیٰؓ، تمھارا لڑکا یقیناً بہت سچا ہے، مگر تم نے اسکو اس فتنہ مین مبتلا کر کے محفوظ نہ چھوڑا،

عمرو بن العاصؓ، خلیفہ ایسے شخص کو ہونا چاہیئے جس کے دو داڑھ ہون، ایک سے خود کھائے، دوسرے سے لوگون کو کھلائے،

ابو موسیٰؓ، مسلمانون نے بڑی جنگ و جدل کے بعد یہ کام ہمارے سپرد کیا ہی، خدارا اب دوبارہ ان کو فتنہ مین نہ ڈالو،

غرض دونون باہمی تبادلۂ خیالات کے بعد اس نتیجہ پر پہونچے کہ علیؓ اور معاویہؓ دونون کو معزول کر کے نئے سرے سے خلیفہ کا انتخاب کیا جائے، تاکہ یہ کشت و خون کسی طرح بند ہو، چنانچہ مقررہ تاریخ پر دومۃ الجندل مین فریقین جمع ہوئے، جب فیصلہ سنانے کا وقت آیا، تو عمرو بن العاصؓ نے ابو موسیٰؓ سے کہا کہ آپ میرے بزرگ اور آنحضرت صلعم

کے مقرب صحابی ہین، اس لئے ابتدا آپ کیجئے، ابوموسیٰؓ کھڑے ہوئے اور لوگون کو مخاطب کرکے کہا، کہ صاحبو! بہت غور وفکر کے بعد ہم دونون اس نتیجہ پر پہونچے ہین کہ بغیر علیؓ اور معاویہ دونون کو معزول کئے ہوئے، امت کی اصلاح نہین ہوسکتی، اس لئے مین نے ان دونون کو معزول کیا، اب آپ لوگون کو اختیار ہے، کہ جس کو خلافت کا اہل سمجھین اس کو اپنا خلیفہ بنائین، ابوموسیٰؓ کے فیصلہ سنانے کے بعد عمرو بن العاصؓ نے کھڑے ہوکر کہا،

"آپ لوگون نے ابوموسیٰ کا فیصلہ سن لیا، انھون نے علی اور معاویہ دونون کو معزول کیا، مین بھی علی کو معزول کرتا ہون، لیکن معاویہ کو برقرار رکھتا ہون،"

عمرو بن العاص کے اس فیصلہ سے مجمع مین سناٹا چھا گیا، ابوموسیٰ نے ان کو برا بھلا کہنا شروع کیا، اور قریب تھا کہ تلوارین میان سے نکل آئین، لیکن شامیون نے فوراً حضرت ابوموسیٰؓ کو اونٹ پر بٹھا کر مکہ روانہ کردیا، اور عمرو بن العاصؓ بھی ہٹ گئے،

مصر پر حملہ، اس فیصلہ کے بعد عمرو بن العاصؓ کو مصر لینے کی فکر دامن گیر ہوئی، کیونکہ اسی کے لئے انھون نے سب کچھ کیا تھا، چنانچہ انھون نے مسلمہ بن مخلد انصاری اور معاویہ بن خدیج کندی سے خط وکتابت شروع کی، یہ دونون حضرت عثمانؓ کی شہادت سے بہت متاثر اور حضرت علیؓ کے مخالف تھے، اسلئے دونون ساتھ دینے پر آمادہ ہوگئے، اس کے بعد عمرو بن العاصؓ چھ ہزار فوج لے کر روانہ ہوگئے، اس وقت محمدؓ بن ابی بکر حضرت علیؓ کی طرف سے مصر کے گورنر تھے عمرو بن العاصؓ نے انکو خط لکھا کہ مصر والے تمھارے مخالف ہین، لڑائی مین ایک شخص بھی تمھارا

ساتھ نہ دیگا، لہٰذا تم مصر چھوڑ دو، میں خواہ مخواہ تمھارے خون سے اپنا ہاتھ نہیں رنگنا چاہتا، محمدؓ نے یہ خط حضرت علیؓ کے پاس بھیجدیا، وہاں سے مقابلہ کرنے کا حکم آیا، محمد بن ابی بکر نے عمرو بن العاص کو مقابلہ کی اطلاع دیدی، عمرو بن العاصؓ دو ہزار آدمی لیکر بڑھے، محمدؓ بھی میدان میں آئے، اور ایک خون ریز معرکہ کے بعد مصری فوج کے قوتِ بازو کنانہ مارے گئے، ان کا گرنا تھا کہ مصریوں کے پیر اکھڑ گئے، عمرو بن العاصؓ محمدؓ بن ابی بکر کی طرف بڑھے، مگر وہ شکست کے آثار دیکھکر پہلے نکل گئے تھے، عمرو بن العاص نے ہر طرف آدمی دوڑ لئے، اور وہ گرفتار کرکے لائے گئے، اس وقت یہ بہت پیاسے تھے، لیکن شامیوں نے پانی تک نہ دیا، اور یہ تشنہ لب حوضِ کوثر پر پہونچ گئے، اور مصر پر عمرو بن العاصؓ کا قبضہ ہو گیا،

عمرو بن العاص پر قاتلانہ حملہ نہروان میں خارجیوں کی شکست اور قتلِ عام سے ان کے بقیہ افراد میں انتقام کا جذبہ بہت ترقی کر گیا تھا، اس لئے ابن ملجم، برک بن عبد اللہ، اور عمرو بن بکر التمیمی نے مشورہ کیا کہ سارا فساد علی، معاویہ، اور عمرو بن العاص کی وجہ سے ہے، اس لئے انکا قصہ پاک کر دینا چاہئے، چنانچہ ایک مقررہ شب کو تینوں نے تینوں اشخاص پر خفیہ حملہ کیا، ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو شہید کیا، برک بن عبد اللہ نے معاویہ پر حملہ کیا، مگر زخم اوچھا لگا، اس لئے بچ گئے، عمرو بن بکر، عمرو بن العاصؓ پر متعین تھا، مگر اتفاق سے اُس دن عمرو بن العاص کی طبیعت کچھ ناساز تھی، اس لئے ان کے بجائے خارجہ بن حذافہ نماز پڑھانے نکلے، عمرو نے انھیں کو عمرو بن العاصؓ سمجھکر قتل کر دیا،[1]

---

[1] یہ تمام تفصیلات طبری سے ماخوذ ہیں،

مصر کی گورنری، مصر اور شام پر امیر معاویہ کے مستقل تسلط کے بعد انمین اور عمرو بن العاص
مین مصر کے معاملہ مین شکر رنجی ہو گئی، مگر معاویہ بن خدیج نے درمیان مین پڑکر صلح
کرادی، اور عمرو بن العاصؓ کو چند شرائط کے ساتھ مصر کا والی بنادیا، ان شرائط
مین ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ ہمیشہ معاویہ کے اطاعت گذار رہین گے، مزید توثیق
کے لیے عہدنامہ لکھا گیا، اور اس پر شاہدون سے دستخط لئے گئے[1]

وفات، عمرو بن العاصؓ بہ اختلاف روایت ۴۳ھ یا ۴۷ھ یا ۵۱ھ مین مصر ہی مین
اپنے عہدِ حکومت مین بیمار ہوئے، عمر کافی پا چکے تھے، زندگی کی زیادہ امید نہ تھی، اسلئے
مرض الموت مین اپنی گذشتہ لغزشون پر بہت نادم تھے،

ابن عباسؓ عیادت کو آئے، سلام کے بعد پوچھا، ابا عبد اللہ! کیا حال ہے؟
جواب دیا کیا پوچھتے ہو، دنیا کم بنائی، مگر دین زیادہ بگاڑا، اگر اسکو بگاڑے ہوتا جس کو بنایا
ہے، اور اسے بنایا ہوتا جسکو بگاڑا ہے، تو یقیناً کامیاب ہوتا، اگر اس وقت کی آرزو
فائدہ مند ہوتی تو ضرور آرزو کرتا، اگر بھاگنے سے بچ سکتا تو ضرور بھاگتا، مگر اب منجنیق
کی طرح زمین و آسمان کے درمیان معلّق ہون، نہ ہاتھون کے سہارے اوپر چڑھ سکتا
ہون، نہ پاؤن کے سہارے نیچے اتر سکتا ہون، اے بھتیجے! مجھکو کوئی ایسی نصیحت کرکہ
اس سے فائدہ اٹھاؤن" ابن عباس نے کہا افسوس اب وہ وقت کہان، اب وہ
بھتیجا بوڑھا ہوکر آپ کا بھائی ہوگیا ہے، اگر آپ رونے کے لئے کہین تو مین رونے
کو تیار ہون مقیم سفر کا کیسے یقین کرسکتا ہے، عمرو بن العاصؓ نے کہا اس وقت اسّی برس سے
کچھ اوپر میری عمر ہے، اور تو مجھ کو پروردگار کی رحمت سے ناامید کرتا ہے، خدایا یہ ابن عباس

---

[1] طبقات ابن سعد قسم ۲ ج ۴ ص ۶،

مجھ کو تیری رحمت سے نا امید کر رہا ہے، ابھی تو مجھے یہان تک تکلیف دے کہ راضی ہو جائے
ابن عباس نے کہا ہیہات ابو عبد اللہ جو چیز لی تھی، وہ تو نئی تھی اور جو دے رہے ہو، وہ پرانی
ہے، عمرو بن العاصؓ نے کہا ابن عباس! تم کو کیا ہو گیا ہے، جو بات مین کہتا ہون تم اس کا
الٹا کہتے ہو۔[1]

ابن شماسہ مہری کہتے ہین کہ ہم عمرو بن العاصؓ کے مرض الموت مین ان کی عیادت
کو گئے، وہ دیوار کی طرف منہ پھیر کر رونے لگے، ان کے بیٹے عبد اللہ نے دلاسا دیا کہ ابا کیا
آپ کو آنحضرت صلعم نے فلان فلان بشارتین نہین دی ہین؟ جواب دیا "میرے پاس
افضل ترین دولت" لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت ہے، مجھ پر زندگی کے تین دور گذرے
ہین، ایک وہ دور تھا، جسمین آنحضرت صلعم کا سخت ترین دشمن تھا، اور میری بڑی تمنا یہی تھی
کہ کسی طرح قابو پا کر آپ کو قتل کر دون، اگر اس حالت مین مرجاتا تو میرے لیے دوزخ یقینی
تھی، پھر اللہ عزوجل نے میرے دل مین اسلام ڈالا، مین نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین
حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ہاتھ پھیلایئے، مین بیعت کرون گا، آپ نے ہاتھ بڑھایا
تو مین نے سمیٹ لیا، فرمایا عمرو بن العاص تم کو کیا ہو گیا، مین نے عرض کیا "مین ایک
شرط چاہتا ہون"، فرمایا وہ کون سی شرط ہے، مین نے عرض کیا میری مغفرت ہو جائے،
فرمایا عمرو بن العاص کیا تم کو معلوم نہین کہ اسلام اپنے پہلے کے تمام گناہون کو کالعدم کر دیتا
ہے، ہجرت اپنے پہلے کے گناہون کو مٹا دیتی ہے، حج اپنے پہلے کے گناہون کو گرا دیتا ہے،
اس کے بعد یہ حالت ہو گئی کہ رسول اللہ صلعم سے زیادہ نہ میرا کوئی محبوب رہا، اور نہ ان سے
زیادہ میری نگاہ مین کوئی بزرگ باقی رہا، مین آپ کی انتہائی عظمت و ہیبت کی وجہ سے آپ کو

[1] استیعاب ج ۲ ص ۴۴۹،

نظر بھر کر نہین دیکھ سکتا تھا، اگر کوئی مجھ سے آپ کا حلیہ پوچھے، تو مین نہین بتا سکتا، کہ مین نے نظر بھر کر کبھی دیکھا ہی نہین، اگر اس حالت مین مرجاتا تو جنت کی امید تھی، پھر تیسرا دور آیا جسمین مین نے مختلف قسم کے اعمال کئے، اب مین نہین جانتا کہ میرا کیا حال ہوگا، جب مین مرجاؤن تو نوحہ کرنے والیان میرے ساتھ نہ جائین، نہ جنازہ کے پیچھے آگ جائے دفن کرتے وقت مٹی آہستہ آہستہ ڈالنا، دفن کرنے کے بعد اتنی دیر تک قبر کے پاس رہنا جب تک جانور ذبح کرکے اس کا گوشت تقسیم ہوجائے، تاکہ مین تمھاری وجہ سے مانوس ہوجاؤن اور یہ غور کرلون، کہ اپنے رب کے قاصدون کو کیا جواب دون[1]،،

موت کے وقت اپنے نگہبان دستے کو بلا بھیجا اور پوچھا کہ مین تمھارا کیسا ساتھی تھا، جواب ملا کہ آپ ہمارے نہایت سچے ساتھی تھے، ہماری عزت کرتے تھے، ہمکو دل کھول کر لیتے دیتے تھے، یہ سلوک کرتے تھے، وہ کرتے تھے، کہا مین یہ سب سلوک اس لئے کرتا تھا کہ تم مجھ کو موت سے بچاؤگے، یہ موت سامنے کھڑی ہوئی کام تمام کرنا چاہتی ہے، اسکو کسی طرح سے میرے سامنے سے دور کرو، یہ عجیب فرمایش سنکر ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھنے لگے کچھ دیر کے بعد بولے ابا عبد اللہ! خدا کی قسم ہمکو آپ سے ایسی فضول بات سننے کی امید نہ تھی، آپ جانتے ہین کہ موت کے مقابلہ مین ہم آپ کے کچھ کام نہین آسکتے، عمرو بن العاص نے کہا کہ مین نے یہ جانتے ہوئے تم سے ایسی فرمایش کی تھی، کہ تم موت کے مقابلہ مین میری کوئی مدد نہین کرسکتے، کاش مین نے تم مین سے کسی کو اپنی حفاظت کے لئے نہ رکھا ہوتا، افسوس ابن ابی طالب رض سچ کہتے تھے کہ "انسان کی محافظ خود اسکی موت ہے" خدایا مین بری نہین ہون، کہ معذرت کرون طاقتور نہین ہون کہ غالب آجاؤن،

---

[1] مسلم کتاب الایمان باب کون الاسلام یھدم ما قبلہ،

اگر تیری رحمت نے دستگیری نہ کی، تو مین ہلاک ہو جاؤنگا"[۱]

عمرو بن العاصؓ زندگی مین کہا کرتے تھے کہ مجھکو لوگون پر حیرت ہوتی ہے، کہ جب انکو موت آتی ہے تو عقل وحواس کے ہوتے ہوئے بھی وہ اسکی حقیقت نہین بیان کر سکتے اس وقت ان کے لڑکے نے کہا کہ ابا آپ کہا کرتے تھے کہ مجھکو لوگون پر تعجب آتا ہے کہ جب لوگون کو موت آتی ہے تو عقل وحواس کے ہوتے ہوئے، اسکی کیفیت نہین بیان کر سکتے آپ کی موت آچکی ہے عقل بھی موجود ہے، ذرا اسکی کیفیت بیان کیجئے، کہا بیٹا موت کی صفت ناقابل بیان ہے، اسکی تھوڑی حقیقت بیان کرتا ہون، مجھکو معلوم ہوتا ہے کہ جبل رضوی میری گردن پر ٹوٹا پڑتا ہے، کھجور کے کانٹے میرے پیٹ مین بھرے ہین گویا میری جان سوئی کے ناکے سے نکل رہی ہے[۲]،

اس کے بعد اپنے صاحبزادہ سے وصیت کی کہ جب مین مرجاؤن تو پہلے معمولی پانی سے نہلا کر کپڑے سے خشک کرنا پھر تازہ اور صاف پانی سے نہلانا تیسری مرتبہ کافور آمیز پانی سے غسل دینا، اور کپڑے سے خشک کرنا، کفناتے وقت ازار کس کے باندھنا، کہ مین مخاصم ہون گا، جنازہ درمیانی چال سے لے چلنا، لوگون کو جنازہ کے پیچھے پیچھے رکھنا، کہ اس کے آگے ملائکہ چلتے ہین اور پچھلا حصہ بنی آدم کے چلنے کے لئے ہے، قبر مین رکھنے کے بعد مٹی آہستہ آہستہ دینا، پھر دعا مین مصروف ہو گئے، کہ الہٰا تو نے حکم دیا، مین نے عدول حکمی کی، تو نے ممانعت کی، مین نے نافرمانی کی، مین بری نہین ہون کہ معذرت کرون، طاقتور نہین ہون کہ غالب آجاؤن، ہان لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ یہی کہتے کہتے، جان جان آفرین کے سپرد کر دی،

---

[۱] ابن سعد جزو ۴ ق ۲ ص ۷ [۲] ایضاً،

انا للہ انا الیہ راجعون۱؎

یکم شوال ۴۳ھ بعد نماز عید الفطر آپ کے صاحبزادہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مقطم مین سپرد خاک کیے گئے۲؎

اولاد دو لڑکے تھے، عبد اللہ اور محمد دونون خولہ بنت حمزہ کے بطن سے تھے،

فضل وکمال اسلام کے بعد عمرو بن العاصؓ کی عمر کا زیادہ حصہ میدان جنگ مین گذرا اسلئے اس سرچشمۂ علم وعرفان سے فائدہ اٹھانے کا کم موقع ملا پھر بھی علم کی دولت سے بالکل تہی دامن نہ تھے،

قراۃ قرآن، مسلمانون کے لئے قرآن تمام علوم ومعارف کا گنجینہ ہے، اسکی قراۃ اور اسکی تفسیر ہر ایک مستقل فن ہے، عمرو بن العاصؓ کو قراۃ قرآن سے خاص ذوق تھا، اور قرآن بہت صاف وواضح پڑھتے تھے۳؎

علم حدیث اور اسکی اشاعت، اگرچہ عمرو بن العاصؓ کو لڑائیون کی شرکت کی وجہ سے آنحضرت صلعم کے ساتھ رہنے کا موقع کم ملا، تاہم جو لمحات بھی میسر آئے ان مین خوشہ چینی سے غافل نہ رہے اور اقوال نبوی صلعم کی خاصی تعداد ان کے حصے مین آئی، ان کی مرویات کی تعداد ۹ ہے، ان مین تین متفق علیہ ہین اور ایک مین بخاری اور تین مین مسلم منفرد ہین۴؎ حدیث کے اس سرمایہ کو تنہا اپنی ذات تک محدود نہ رکھا، بلکہ دوسرے مسلمانون تک پہونچایا، آپ کے مستفیدین کی تعداد بھی کافی ہے، ان مین آپ کے صاحبزادہ عبد اللہ، غلام ابو قیس اور قیس بن ابی حازم، ابو عثمان نہدی، علی بن رباح لخمی، عبد الرحمن بن شماسہ، عروہ بن زبیر، محمد بن کعب،

۱؎ ابن سعد جز ۴ ق ۲ ص ۸ ۲؎ اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۱۷ ومستدرک ج ۳ ص ۴۵۴،

۳؎ اصابہ ج ۵ ص ۲، ۴؎ تہذیب الکمال ص ۲۹۰،

عمارہ بن خزیمہ وغیرہ قابلِ ذکر ہین[1]،

تعلیم وتلقین۔ عمرو بن العاصؓ جنگی مصروفیتون کے سلسلہ مین تعلیم وتلقین کا فرض بھی انجام دیتے تھے، سریۂ ذات السلاسل مین کامیابی کے بعد وہین مقیم ہوکر تو مسلمون کو تعلیم دیتے تھے، آنحضرت صلعم کے بعد جب لوگون کو دنیا طلبی کی ہوس زیادہ ہوگئی تھی، اس وقت لوگون کے سامنے تقریر کرتے، اور ان کو اسوۂ نبوی کے اتباع کی ہدایت کرتے تھے، علی بن رباح روایت کرتے ہین کہ ایک دن عمرو بن العاصؓ برسر منبر تقریر کر رہے تھے، کہ "آج تم لوگون کا یہ حال ہورہا ہے کہ آنحضرت صلعم جن چیزون سے احتراز فرماتے تھے، تم ان کی طرف راغب ہورہے ہو، تم لوگ دنیا کی تمنا کرتے ہو، حالانکہ رسول اللہ صلعم اس سے کنارہ کشی اختیار فرماتے تھے[2]"،

اجتہاد، تمام مسائل مین علی الترتیب قرآن وحدیث سے کام لیتے تھے لیکن جہان ان دونون سے رہنمائی نہ ہوتی، اور ان کے حل کرنے کا کوئی تیسرا ذریعہ ہوتا تو اجتہاد سے کام لیتے، سریۂ ذات السلاسل مین ایک شب نہانے کی ضرورت پیش آگئی جاڑا بہت سخت تھا، نہانے مین بیماری کا خطرہ تھا، اور نہ نہانے کی صورت مین نماز جاتی تھی، لہذا اس موقعہ پر انھون نے غسل کی حالت کو وضو پر قیاس کیا، کہ پانی نہ ملنے یا بیماری کے خطرہ کی صورت مین تیمم جائز ہوجاتا ہے، چنانچہ تیمم کرکے نماز پڑھ لی، واپس ہوکر آنحضرت صلعم سے بیان کیا، آپ نے فرمایا کہ عمرو بن العاصؓ تم نے جنابت کی حالت مین نماز پڑھ لی، عرض کی یا رسول اللہ صلعم رات بہت ٹھنڈی تھی، نہانے کی صورت مین ہلاکت کا خوف تھا، اس

---

[1] تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۵۶،

[2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۰۴،

موقعہ پر مجھ کو قرآن کی یہ آیت یاد آگئی کہ لاتقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما اس لئے مین نے تیمم کر لیا، آنحضرت صلعم ہنس کر خاموش ہوگئے[1]

ادب وانشا | عمرو بن العاص نے ادب وانشا مین خاص ذوق سلیم پایا تھا یہ اپنے عہد کے بہترین انشا پردازون مین تھے، اختصار، جامعیت اور بدیع تشبیہات ان کی انشا پردازی کی خصوصیات تھین، تاریخ کی کتابون مین انکی ادبیت کی بہت سی مثالین ہین، ہم چند بطور نمونہ نقل کرتے ہین، مشہور عام الرمادہ مین یعنی جس سال عرب مین قحط پڑا تھا عمرو بن العاصؓ کو مصر سے غلہ بھیجنے مین تاخیر ہوئی، تو حضرت عمرؓ نے ان کو لکھا کہ:-

جب تم اور تمھارے ساتھی شکم سیر ہون تو تم اسکی پروا نہین کرتے کہ مین اور میرے ساتھی ہلاک ہوجائین، المدد! المدد! انھون نے فوراً جواب دیا،

لبیک، لبیک مین اتنا بڑا اونٹون کا قافلہ بھیجتا ہون کہ اس کا اگلا سرا آپکے پاس ہے اور پچھلا سرا میرے پاس[2]

حضرت عثمانؓ کے عہد مین انکی معزولی کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے، معزولی کے اسباب مین ایک سبب یہ بھی تھا کہ ایک مرتبہ مصر کے خراج کی رقم کم وصول ہوئی، ان کی جگہ عبداللہ بن ابی سرح کا تقرر ہوا، تو وہ کمی کی شکایت جاتی رہی، مصر سے واپسی کے بعد اس بارہ مین ان سے اور حضرت عثمانؓ سے جو گفتگو ہوئی وہ طنزیات کا ایک دل آویز نمونہ ہے،

عثمانؓ، تم عبداللہ بن ابی سرح کو کس حال مین چھوڑ آئے،

عمرو، جیسا آپ چاہتے تھے،

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۰۴، [2] حسن المحاضرہ سیوطی ص ۷۰،

عثمانؓ ۔ وہ کیا ۔

عمروؓ ، اپنے نفس کے لئے قوی اور خدا کے لئے کمزور ،

عثمانؓ ، مین نے تو انکو تمھارے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت کی تھی ،

عمروؓ ، تو آپ نے ان پر انکی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالا ،

عثمانؓ ، دیکھو اونٹنی نے دودھ دیا (یعنی خراج زیادہ وصول ہوا)

عمروؓ ، لیکن بچے بھوکے رہ گئے[1]

اسی طریقہ سے جب امیر معاویہؓ نے حضرت عمرؓ سے قبرس پر حملہ کی اجازت مانگی، تو حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاصؓ سے سمندر کے حالات پوچھ بھیجے، انھون نے جواب لکھا،

انی رایت خلقا عظیما یرکبہ خلق صغیر ان رکد خرق القلوب وان تحرک ازاغ العقول ... مین نے ایک بڑی مخلوق (سمندر) دیکھی جس پر چھوٹی مخلوق اس طرح سوار ہوتی ہے جیسے لکڑی پر کیڑا کہ اگر لکڑی ذرا بھی پلٹا کھائے، تو کیڑا ڈوب جائے، اور اگر صحیح سلامت نکل جائے تو خوفزدہ اور ہراسان رہ جائے،

حلیہ ، پستہ قد، فربہ اندام، بالون مین سیاہ خضاب کرتے تھے، ایک مرتبہ اس قدر گہرا خضاب کیا کہ بال کوے کے پر کی طرح کالے ہو گئے، حضرت عمرؓ نے دیکھا تو پوچھا ابا عبد الرحمن یہ کیا؟ عرض کی امیر المومنین مین چاہتا ہون کہ مجھکو آپ کسی قابل شمار کرین" اس کے بعد پھر انھون نے کوئی اعتراض نہین کیا[3]،

---

[1] یعقوبی ج ۲ ص ۱۸۹ [2] طبری ۲۸۲۱ ، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۵۴ ۔

اخلاق و عادات، عمرو بن العاص کو ابتلا و آزمائش کے مختلف دوروں سے گذرنا پڑا، اور انہیں وہ ایک صحابی رسول کی حیثیت سے اپنا دامن نہ بچا سکے، اور بعض اس قسم کی لغزشیں سرزد ہوگئیں، جو کسی طرح بھی ایک صحابی کے شایان شان نہیں کہی جا سکتیں، تاہم وہ بارگاہ نبوی کے جلیس اور آپ کے صحبت یافتہ تھے، اس لئے ان لغزشوں کے باوجود بھی آپ کے وہ فضائل نظر انداز نہیں کئے جا سکتے، جو فیضان نبوت نے تمام صحابہ کرام میں پیدا کر دیئے تھے، اسی لئے ایک دقیقہ رس نگاہ ان کے دامن عفاف میں خفیف بدنما دھبوں کے ساتھ ساتھ وہ اخلاقی نقوش بھی دیکھتی ہے، جس سے ہر صحابی گل بدامن تھا،

قوت ایمان، قوت ایمان تمام فضائل کا سرچشمہ ہے، کہ اسی سے تمام فضائل کا ظہور ہوتا ہے، اسی لئے قرآن نے اعمال صالحہ کے قبل ایمان کا مطالبہ کیا ہے، عمرو بن العاص کی ایمانی قوت کا خود زبان رسالت صلعم نے اعتراف کیا ہے، کہ اسلم الناس وامن عمرو بن العاص[1] ایک دوسرے موقع پر فرمایا کہ ابنا العاص مومنان یعنی ھشام و عمرؓ[2]۔

یہ صرف آنحضرت صلعم کا حسن ظن نہ تھا بلکہ واقعات اسکی لفظ بہ لفظ تصدیق کرتے ہیں، ایک مرتبہ عمرو بن العاصؓ کو آنحضرت صلعم نے بلا بھیجا کہ لباس بدل کر ہتھیار لگا کر آئیں، یہ حسب الحکم حاضر خدمت ہوئے، آنحضرت صلعم وضو فرما رہے تھے، نظر اٹھا کر دیکھا پھر نظر نیچی کرکے فرمایا کہ میں تم کو امیر بنا کر بھیجنا چاہتا ہوں، انشاء اللہ تم محفوظ رہوگے اور مال غنیمت بھی ہاتھ آئیگا، اس سے تمکو بھی وافر حصہ ملے گا، عرض کیا یا رسول اللہ صلعم! میں مال کی طمع میں اسلام نہیں لایا، بلکہ اس کو دلی رغبت کے ساتھ قبول کیا، فرمایا مال صالح مرد صالح کے لئے بہتر ہے[3]، ایک موقع پر آپ نے فرمایا عمرو بن العاصؓ قریش کے صالح اشخاص میں ہیں۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۵۵، [2] ایضاً ج ۴ ص ۳۵۳، [3] ایضاً ص ۱۹۷،

عبد اللہ اور ابو عبد اللہ (عمرو بن العاص) کیا اچھے گھرانے کے لوگ ہین[1]،

حق پسندی، اگو عمرو بن العاص رضی کی زندگی مین ایسے واقعات ملتے ہین جن کو کوئی حق پسند آدمی گوارا نہین کرسکتا، لیکن اس کے اسباب دوسرے تھے، ورنہ طبعاً وہ حق پرست تھے، امیر معاویہ اور حضرت علیؓ کی لڑائیون مین گو یہ امیر معاویہ کے طرفدار تھے، اور لوگون کو بھی ان کی طرفداری پر آمادہ کرتے تھے لیکن سیاسی معاملات کے علاوہ انھون نے کسی ناحق بات مین ان کی حمایت نہین کی، ذیل کے واقعہ سے اس کی تصدیق ہوسکتی ہے، ایک دن خانہ کعبہ کے سایہ دیوار کے تلے بیٹھے لوگون کو حدیث سنا رہے تھے، کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جس نے خلوص دل سے کسی امام کے ہاتھ پر بیعت کرلی، اس کو مقدور بھر اسکی حمایت کرنی چاہیے، اور اگر کوئی دوسرا شخص اس کے مقابلہ کے لئے کھڑا ہو تو اسکی گردن اڑا دینی چاہئے، عبد الرحمن بن عبد رب کعبہ (اس حدیث کے راوی) نے کہا کہ خدا آپ کو خوش رکھے کیا یہ حدیث آپ نے آنحضرت صلعم سے سنی ہے، عمرو بن العاصؓ نے اپنے کانون اور قلب کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ میرے دونون کانون نے سنی اور قلب نے محفوظ رکھی، اس پر عبد الرحمن نے کہا کہ تمھارے ابن عم معاویہ ہم لوگون کو ناجائز طور پر ایک دوسرے کے مال کھانے اور جانین ضایع کرنے کا حکم دیتے ہین، حالانکہ خدا فرماتا ہے، کہ یا ایھا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما، یہ سنکر عمرو بن العاصؓ چپ ہوگئے، اور کہا کہ جسمین خدا کی نافرمانی نہ ہوتی ہو، اسکو مانو، اور جسمین ہوتی ہو اسکو نہ مانو[2]،

اوپر کے واقعات سے معلوم ہوا ہوگا کہ آنحضرت صلعم نے متعدد مواقع پر عمرو بن العاصؓ کی تعریفین کین لیکن ان مین زیادہ وہ ہین جو کسی خاص واقعہ کے سلسلہ مین تھین، ان کے علاوہ

---

[1] کنز العمال ج ۶ فضائل عمرو بن العاصؓ، [2] مسلم ج ۲ ص ۱۵۰ مطبوعہ مصر،

بار ہا بلا کسی خاص سبب کے بھی آپنے مدح کا شرف بخشا ایک موقعہ پر فرمایا کہ عمرو بن العاصؓ قریش کے صالح لوگون مین ہین[1] زبانی تعریف کے ساتھ ان کو دل سے بھی محبوب رکھتے تھے، حسن روایت کرتے ہین کہ ایک شخص نے عمرو بن العاصؓ سے کہا کہ کیا وہ شخص نیک خصلت نہین ہے جسکو آنحضرت صلعم نے آخر دم تک محبوب رکھا ہو، یہ بولے اسکی سعادت مین کس کو شک ہو سکتا ہے کہا، آنحضرت صلعم آخر دم تک تم سے محبت کرتے رہے[2]،

تدبیر و سیاست، عقل و دانش اور تدبیر و سیاست کے لحاظ سے عمرو بن العاصؓ کا شمار ان چند مخصوص اشخاص مین تھا جو اس زمانہ کے عربون مین ارباب تدبیر و سیاست کہلاتے تھے[3] ان کی اصابت رائے کا خود آنحضرت صلعم نے اعتراف فرمایا کہ تم اسلام مین صائب رائے کے آدمی ہو[4]، فاروق اعظم جیسا مدبر کہتا تھا کہ عمرو بن العاصؓ حکومت کے لئے موزون ہین، اور جب کسی خام کار اور ضعیف الرائے شخص کو دیکھتے تو تعجب فرماتے اس شخص اور عمرو بن العاصؓ کا خالق ایک ہے[5]، ؟!! اسی تدبیر و شجاعت کی بنا پر آنحضرت صلعم اکثر مہمات انھین کے سپرد فرماتے تھے[6]، اور بعض مرتبہ ابو بکرؓ و عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابہ پر امیر بناتے تھے

جنگ صفین مین امیر معاویہ حضرت علیؓ کے مقابلہ مین سپر ڈالنا چاہتے تھے، لیکن محض عمرو بن العاصؓ کی تدبیر نے دفعۃً ہوا کا رخ بدل دیا، اور اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ ان کی بے نظیر سیاست کا کرشمہ تھا انکی زندگی کا ہر صفحہ تدبیر و سیاست کے واقعات سے پر ہے، مغیرہ بن شعبہ تدبیر و سیاست مین انکا جواب تھے، اس لئے کبھی کبھی دونون مین چشمک ہو جایا کرتی تھی

[1] اصابہ ج ۵ ص ۳، [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۰۳ [3] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۵۶، و استیعاب و اسد الغابہ وغیرہ [4] کنز العمال ج ۶ ص ۱۸۷، [5] اصابہ ج ۵ ص ۳،

[6] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۵۶،

امیر معاویہ نے انکو مصر کی حکومت پر سرفراز کرنے کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ کو کوفہ کا والی مقرر کیا، مغیرہ کو معلوم ہوا تو انھون نے امیر معاویہ سے کہا کہ ان دونون باپ بیٹون کو مصر اور کوفہ کا والی بنا کے تم نے اپنے کو شیرون کے جبڑے کے درمیان دیدیا، امیر معاویہ نے بھی خطرہ محسوس کیا چنانچہ عبداللہ کو معزول کر کے ان کی جگہ مغیرہ کو مقرر کیا، عمرو بن العاص کو اس شکایت کی خبر ہوئی، تو انھون نے امیر معاویہ سے کہا کہ تم نے ایسے شخص کو کوفہ کی حکومت سپرد کی ہے کہ اگر وہ خراج کھا جائے، تو وصول بھی نہ ہو سکے، مغیرہ واقعی بہت مفلس و نادار تھے، اس لئے امیر معاویہ کی سمجھ مین آگیا، چنانچہ انھون نے خراج کا عہدہ نکال کر صرف امامت کے فرائض باقی رکھے، مغیرہ نے عمرو بن العاص سے کہا کہ یہ تمھاری شکایت کا نتیجہ ہے، انھون نے کہا نہین، بلکہ تمھاری شکایت کا جواب ہے،[1]

جہاد فی سبیل اللہ، عمرو بن العاص کے صحیفۂ حیات مین جہاد فی سبیل اللہ کا عنوان بہت نمایان ہے، تمام مغازی مین مشہور مجاہد خالد بن ولید کے دوش بدوش رہے، چنانچہ فرماتے ہین، کہ "ابتدائے اسلام سے آنحضرت صلعم نے کسی کو مغازی مین میرے اور خالدؓ کے برابر نہین کیا"[2] شام مصر اور طرابلس وغیرہ کی فتوحات اوپر تفصیل سے گذر چکی ہین، مدینہ مین ذرا بھی کوئی خطرہ پیدا ہوتا، فوراً ان کی تلوار میان سے نکل آتی تھی، ایک مرتبہ کسی سبب سے ایک بیک لوگون مین کچھ انتشار پیدا ہو گیا، اور عام بھاگڑ پڑ گئی، البتہ حضرت سالمؓ ابو حذیفہ کے غلام مسجد مین تلوار چھپائے کھڑے رہے، عمرو بن العاص نے دیکھا تو یہ بھی تلوار لگا کر انھین کے پاس کھڑے ہو گئے، یہ عام سراسیمگی دیکھکر آنحضرت صلعم نے خطبہ دیا، اور فرمایا کہ تم لوگ خدا اور رسول کی پناہ مین کیون نہ آئے، اور عمرو بن العاصؓ اور سالمؓ کو کیون نہ نمونہ بنایا،[3]

---

[1] طبری [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۵۵، [3] اصابہ ج ۵، ص ۳،

صدقات وخیرات، | خدا کی راہ مین بہت فراخدلی کے ساتھ صدقہ دیتے تھے، جس کا اعتراف خود آنحضرت صلعم کی زبان مبارک نے بارہا کیا ہے، علقمہ بن رمثہ بلوی بیان کرتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے ایک سریہ مین عمرو بن العاصؓ کو بحرین بھیجا، اور خود ایک دوسرے سریہ مین نکلے ہملوگ بھی ہمرکاب تھے، آپ پر کچھ غنودگی طاری ہوگئی، بیدار ہوئے تو فرمایا کہ خدا عمرو پر رحم کرے، یہ دعا سنکر ہم مین سے ہر شخص اس نام کے اشخاص کا ذکر کرنے لگا، دوبارہ پھر آنکھ جھپک گئی، پھر ہوشیار ہوکر فرمایا، کہ خدا عمرو پر رحم کرے، جب تیسری مرتبہ آپنے پھر اسکو دہرایا، تو ہم لوگون سے ضبط نہ ہوسکا، اور پوچھا آپ کا ارشاد کس عمرو کے متعلق ہے، فرمایا عمرو بن العاص، ہم لوگون نے سبب پوچھا فرمایا، کہ مجھکو وہ وقت یاد آگیا جب مین لوگون سے صدقہ منگواتا تھا، تو وہ بہت وافر صدقہ لاتے تھے، اور جب پوچھتا کہ کہان سے لاتے ہو تو کہتے خدا نے دیا،[1] ایک موقع پر آپ نے ۳ مرتبہ فرمایا، خدایا عمرو بن العاص کی مغفرت فرما، مین جب انکو صدقہ کے لئے بلاتا تھا، تو وہ صدقہ لاتے تھے،[2]

حضرت خالد بن ولیدؓ

نام ونسب، | خالد نام، ابو سلیمان کنیت سیف اللہ لقب، سلسلہ نسب یہ ہے، خالد بن ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی، ماں کا نام لبابہ تھا، یہ ام المومنین حضرت میمونہؓ کی قریبی عزیزہ تھین،

خاندانی حالات، | خالد کا خاندان زمانۂ جاہلیت سے معزز چلا آتا تھا، قبہ اور اعنہ یعنی فوج کی سپہ سالاری اور فوجی کیمپ کے انتظام کا عہدہ انھین کے خاندان مین تھا،[3] اور ظہور اسلام کے

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۵۵، [2] کنز العمال ج ۷ فضائل عمرو بن العاص،

[3] عقد الفرید ج ۲

وقت خالدؓ اس معزز عہدہ پر ممتاز تھے[1] چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کا جو دستہ مسلمانون کی نقل و حرکت کا پتہ لگانے آیا تھا اس کے سردار خالدؓ ہی تھے[2] غزوۂ احد مین مسلمانون کے خلاف بڑی شجاعت سے لڑے اور مشرکین مکہ کے اکھڑے ہوئے پیر انھین کی ہمت سے دوبارہ جمے،

اسلام | ان کے اسلام کے بارہ مین مختلف روایتین ہین لیکن سب مین مستند روایت مسند احمد بن حنبل کی ہے، جو عمرو بن العاصؓ کے اسلام کے سلسلہ مین اوپر لکھی جاچکی ہے، اسکی رو سے ان کے اسلام کا زمانہ ۵ھ اور ۸ھ کے درمیان ہے، عمرو بن العاصؓ جب اسلام لانے کے قصد سے حبشہ سے چل کر عرب آئے، اور اسی غرض سے مدینہ کا رخ کیا، تو راستہ مین قریش کا ایک اور خوش قسمت ہیرو اسی غرض سے مدینہ کا رہ نورد نظر آیا یہ خالد بن ولیدؓ تھے، وہ بھی اسلام ہی لانے کی نیت سے مدینہ جارہے تھے، عمرو بن العاصؓ نے انکو راستہ مین دیکھکر پوچھا کہان کا قصد ہے؟ بولے خدا کی قسم خوب پانسہ پڑا، یہ شخص (آنحضرت صلعم) یقیناً نبی ہے، چلو اسلام کا شرف حاصل کرین، آخر کب تک؟ چنانچہ یہ دونون ساتھ آئے اور پہلے خالدؓ پھر عمرو بن العاصؓ مشرف باسلام ہوئے[3]،

ہجرت | اسلام کے بعد عمرو بن العاص مکہ لوٹ گئے، مگر خالد بن ولید مدینہ ہی مین مستقل قیام پذیر ہو گئے،

غزوات | ابھی اوپر گذرچکا ہے کہ ظہور اسلام کے وقت خالد اپنے خاندانی عہدہ پر ممتاز تھے اسلام کے بعد بھی آنحضرت صلعم نے انکا یہ اعزاز قایم رکھا، اس سے فتوحات اسلامی مین

[1] استیعاب ج اول ص ۱۵۰، [2] بخاری کتاب المغازی باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب، [3] تفصیل کے لئے دیکھو مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۹۸

بڑی مدد ملی[۱]، خالدؓ جب تک اسلام نہین لائے تھے، مسلمانون کے لئے سخت خطرہ تھے اور اسلام کے بعد مشرکون کے لئے سخت ترین خطرہ بن گئے، چنانچہ اکثر غزوات مین ان کی بے پناہ تلوار سے کفر کا شیرازہ بکھیرتی رہی،

غزوۂ موتہ اسلام لانے کے بعد اول اول غزوۂ موتہ مین شریک ہوے، اس کا واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعوتِ اسلام کے سلسلہ مین حارث بن عمیر ازدی کے ہاتھ ایک خط شاہ بصری کے پاس بھیجا تھا، یہ بزرگ خط لیکر مقام موتہ تک پہونچے تھے، کہ شرجیل بن عمرو غسانی نے شہید کر دیا، آنحضرت صلعم اور عام مسلمانون پر اسکا سخت اثر ہوا، چنانچہ آپ نے اس خون بے گناہی کے انتقام کے لئے ۳ ہزار کی جمعیت زید بن حارثہ کی سرکردگی مین روانہ کی[۲]، اور ہدایت فرمائی، کہ اگر زیدؓ شہید ہون تو جعفر ان کی جگہ لین، اگر یہ بھی شہید ہون، تو عبد اللہؓ بن رواحہ قائم مقامی کرین، چنانچہ اسی ترتیب سے تینون بزرگون نے میدانِ جنگ مین جامِ شہادت پیا، آخر مین خالدؓ نے علم سنبھالا[۳]، مگر مسلسل تین افسرون کی شہادت سے مسلمانون کے دل ٹوٹ چکے تھے، اسلئے وہ دوبارہ شکست تو نہ دے سکے تاہم خالدؓ اپنی جنگی قابلیت سے باقی ماندہ فوج کو بچا لائے، اسی جنگ مین خالدؓ کے ہاتھ سے ۹ تلوارین ٹوٹی تھین، اور آنحضرت صلعم نے اس کے صلہ مین "سیف اللہ" کا معزز لقب ان کو عطا فرمایا تھا[۴]،

فتح مکہ فتحِ مکہ مین میمنہ کے افسر تھے[۵]، لیکن جنگ کی نوبت نہین آئی، رؤسائے قریش نے بلا مزاحمت ہتھیار ڈال دیئے، صرف چند مشرک مارے گئے، وہ بھی اس وجہ سے کہ آنحضرت صلعم نے خالدؓ کو حکم دیا تھا، کہ وہ اپنے دستہ کو مکہ کے بالائی حصہ کدا کی جانب سے لے کر آئین چنانچہ

---

۱ اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۱، ۲ ابن سعد حصہ مغازی ص ۹۲،

۳ بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ موتہ، ۴ ایضاً، ۵ مسلم ج ۲ ص ۷۶ طبع مصر،

یہ آرہے تھے، کہ راستہ مین مشرکون کا ایک جتھا مزاحم ہوا، اور پیہم تیر باری شروع کر دی، خالدؓ نے بھی جوابی حملہ کیا، اس مین چند مشرک مرے، آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی، تو آپ نے بازپرس کی، انھون نے کہا، کہ ابتدا انھین کی جانب سے ہوئی تھی، آپ نے فرمایا خیر مرضی الٰہی بہتر ہے[1]

غزوۂ حنین، فتحِ مکہ کے بعد بنو ثقیف و ہوازن، اوطاس کے میدان مین جمع ہوئے آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو آپ بارہ ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کو نکلے، قبیلون کے اعتبار سے فوج کے مختلف حصے تھے، بنو سلیم کا قبیلہ مقدمۃ الجیش تھا، اس کی کمان خالدؓ کے سپرد تھی[2]، اس جنگ مین بھی یہ نہایت شجاعت و شہامت سے لڑے، اور بہت سے وار جسم پر کھائے، آنحضرت صلعم عیادت کے لئے تشریف لائے، زخمون کو دم کیا، اور خالدؓ جلد شفایاب ہوگئے[3]،

طائف، حنین کی مشرکون کی شکست خوردہ فوج بڑھکر طائف کے قلعہ مین قلعہ بند ہوگئی، اور جیسے ہی مسلمان ادھر سے گذرے اس نے قلعہ کے اندر سے تیر برسانا شروع کر دیئے اسمین کافی مسلمان شہید ہوے، مسلمانون نے بھی مدافعانہ حملہ کیا، اس فوج کا مقدمۃ الجیش بھی خالدؓ کی ماتحتی مین تھا[4]

تبوک، ۹ سنہ ہجری مین آنحضرت صلعم کو خبر ملی کہ رومیون نے مسلمانون کے خلاف شام مین فوج جمع کی ہے، اور اسکا مقدمۃ الجیش بلقا رتک پہونچ چکا ہے، چنانچہ آپ ۳۰ ہزار فوج لے کر مقابلہ کو نکلے لیکن خبر غلط نکلی، اس لئے کوئی معرکہ نہ پیش آیا، تاہم احتیاطاً ۲۰ دن مقام تبوک مین آپ نے قیام فرمایا[5]، اس نواح کے عربی النسل عیسائی روسار قیصر روم کے ماتحت تھے، انھین کے ذریعہ سے رومی ریشہ دوانیان کیا کرتے تھے، اس لئے ان کا مطیع کرنا ضروری تھا، چنانچہ ایلہ اور اذرح کے رئیسون نے اطاعت قبول کر لی[6] صرف دومۃ الجندل

[1] ابن سعد حصہ مغازی ص ۹۸ و بخاری باب فتح مکہ، [2] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۰۸، [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۳، [4] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۱۴، [5] ایضاً، [6] زرقانی ج ۳ ص ۸۲،

کا رئیس اکیدر بن عبد الملک باقی رہگیا، آنحضرت صلعم نے خالدؓ کو ۴ سو آدمیون کے ساتھ اسکو مطیع بنانے پر امور کیا، اس کے بھائی حسان نے مقابلہ کیا، مگر مارا گیا، اور بقیہ ساتھی بھاگ کے قلعہ مین پناہ گزین ہوگئے، خالدؓ نے اکیدر کو گرفتار کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر کیا، یہان آکر اس نے بھی جزیہ دیکر اطاعت قبول کر لی، اور آپ نے اسکو جان و مال کا امان نامہ عطا فرمایا[1]،

سریۂ بنو جذیمہ اسی سنہ مین دعوت اسلام کے سلسلہ مین آنحضرت صلعم نے خالد کو ۳ سو مہاجرین والضار کے ساتھ بنو جذیمہ کی طرف بھیجا، انھون نے آنحضرت صلعم کی ہدایت کے مطابق انکو اسلام کی دعوت دی، مگر ناواقفیت کی وجہ سے وہ صحیح الفاظ مین اسلام کا اظہار نہ کر سکے اور بجاے ،،اسلمنا،، کے یعنی ہم ایمان لائے ،صبانا، کہا یعنی ہم بے دین ہوگئے، مشرکین سے وہ مسلمانون کو ،،صابی،، بے دین کہتے ہوئے سنتے تھے، اس لئے انھون نے بھی انھین الفاظ مین اسلام کا اظہار کیا، حضرت خالدؓ اسکو نہ سمجھ سکے، اور سب کی گردنین اڑانے کا حکم دیدیا، بہت سے مہاجرین والضار نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا، پھر بھی بہترے لوگ مارے گئے، واپسی پر آنحضرت صلعم نے واقعہ سنا تو بہت متاسف ہوئے، اور ہاتھ اٹھا کر تبری ظاہر کی کہ خدایا! مین خالدؓ کے اس فعل سے بری ہون[2]، پھر حضرت علیؓ کو ان سب کی دیت دیکر بھیجا، چنانچہ حضرت علیؓ نے سب کو جان و مال کا معاوضہ دیا[3]، حتی کہ کتون کا خون بہا بھی ادا کیا، اور اس کے بعد جتنا کچھ بچا سب انھین لوگون مین تقسیم کر دیا[4]،

سریۂ نجران اس سلسلہ کا ایک اور سریہ سنہ ۱۰ھ مین حضرت خالدؓ کی سرکردگی مین بنو عبد المدان نجرانی

---

[1] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۲۰، [2] بخاری کتاب المغازی باب سریۂ بنو جذیمہ [3] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۰۷، [4] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۲،

کی طرف بھیجا گیا، چونکہ ایکمرتبہ تلخ تجربہ ہو چکا تھا اس لئے اس مرتبہ آنحضرت صلعم نے خاص طور پر یہ ہدایت فرمادی، کہ محض اسلام کی دعوت دینا تلوار نہ اٹھانا چنانچہ حضرت خالدؓ نے اس کی پوری پابندی کی، اور میدان جنگ کے سپاہی دفعتہً مبلغ اسلام کے قالب میں آگئے بنو عبدالمدان نے اسلام قبول کرلیا، اور سیف اللہ نے معلم مذہب بنکر ان کی تعلیم و تربیت شروع کر دی جب یہ لوگ اسلامی مسائل سے واقف ہو گئے، تو آنحضرت صلعم کو اطلاع دی، آپ نے سبکو طلب فرمایا چنانچہ یہ لوگ حاضر ہوئے، اور دیدار جمال نبوی سے فیضیاب ہو کر واپس گئے[1]

سریۂ یمن | اسی سنہ میں آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کی امارت میں ایک سریہ یمن بھیجا، اسی سمت میں دوسری جانب سے حضرت خالدؓ کو روانہ فرمایا، اور حکمدیا، کہ جب دونوں ملیں تو امارت علی کے متعلق رہے گی، اور چلتے چلتے یہ ہدایت فرمادی کہ جنگ کا آغاز تمھاری جانب سے نہ ہو البتہ اگر یمنی خود ایسے پیشقدمی کریں تو تم مدافعت کر سکتے ہو چنانچہ ان لوگوں نے یمن پہونچ کر اسلام پیش کیا، لیکن اس کے جواب میں تیر اور پتھر چلے تب مسلمانوں نے جوابی حملہ کیا، اور یمنی پسپا ہوئے مگر ان کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہیں کی گئی، بلکہ پھر دوبارہ اسلام پیش کیا گیا، اور انھوں نے بلا جبر و اکراہ قبول کرلیا،

سریۂ عزیٰ | عزیٰ قریش و کنانہ کا صنم کدہ تھا، اسکی یہ لوگ بڑی عظمت کرتے تھے، آنحضرت صلعم نے خالدؓ کو اس کے انہدام پر مامور فرمایا، انھوں نے گرا کر آپ کو اطلاع دی، آپ نے پوچھا، تم نے وہاں کچھ دیکھا بھی تھا، عرض کی نہیں، فرمایا پھر جاؤ، گرانے کا اعتبار نہیں، چنانچہ دوبارہ واپس گئے، اس مرتبہ یہاں ایک بھیانک شکل کی عورت نکلی[2] خالدؓ نے اس کا کام تمام

[1] زرقانی ج ۳ ص ۱۱۶ [2] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۲۲،

[3] یہی عورتیں صنم کدوں میں بد اخلاقیوں کی بنیاد ہوتی تھیں،

کرکے آنحضرت صلعم کو اطلاع دی، فرمایا ہان جاؤ، اب تم نے کام پورا کیا[1]،

مدعیان نبوت کا استیصال | عہد صدیقی مین جب مدعیان نبوت کا فتنہ اٹھا، اور اس سلسلہ مین فوجین روانہ کی گئین، تو خالد طلیحہ کی سرکوبی پر مامور ہوئے، انھون نے اسکا نہایت کامیاب مقابلہ کرکے اس کے اعوان و انصار کو قتل کیا، اور اس کے بڑے دست و بازو عیینہ بن حصین کو ۳۰ آدمیون کے ساتھ گرفتار کرکے پا بجولان دربار خلافت مین حاضر کیا[2]،

یمامہ مین شرحبیل بن حسنہ مشہور کذاب مسیلمہ سے برسر پیکار تھے، خالدؓ طلیحہ سے فارغ ہوکر ان کی مدد کو بڑھے، راستہ مین مجاعہ ملا اس کے ساتھیون سے لڑکر اسکو گرفتار کئے ہوئے یمامہ پہونچے، اور مسیلمہ مشہور قاتل حمزہؓ وحشی کے ہاتھ سے مارا گیا[3]،

مرتدین کی سرکوبی | مدعیان نبوت کی مہم سے فارغ ہوکر منکرین زکوٰۃ اور مرتدین کی طرف بڑھے، اور سب سے پہلے اسد و غطفان سے نبرد آزما ہوئے، ان مین کچھ جان سے مارے گئے، اور کچھ گرفتار ہوئے، جو باقی بچے وہ تائب ہوگئے[4]، ان معرکون کے علاوہ ارتداد کے سلسلہ مین جس قدر لڑائیان ہوئین، ان سب مین خالدؓ پیش پیش تھے، طبری کے یہ الفاظ ہین:-

ان الفتوح فی اھل الردۃ کلھا کانت لخالد بن ولید وغیرہ[5] | یعنی ارتداد مین جتنی فتحین ہوئین وہ خالد بن ولیدؓ وغیرہ کا کارنامہ ہے،

عراق پر فوج کشی اور اس کے اسباب | جزیرۃ العرب اس عہد کی دو عظیم الشان سلطنتون کے درمیان گھرا ہوا تھا، ایک طرف شام مین رومی چھائے ہوئے تھے، دوسری طرف عراق پر کیانی خاندان قابض تھا، یہ دو سلطنتین ہمیشہ عربون کی آزادی سلب کرنے کی فکر مین رہتی تھین گو ویسے طور پر عربون پر انکا قابو

[1] ابن سعد حصہ مغازی، ص ۱۰۵، [2] یعقوبی جلد ۲ ص ۱۲۵، [3] ایضاً ص ۱۴۸، [4] تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۷۲، [5] طبری واقعات سنہ ۱۱ھ،

نہ چلا تاہم جب بھی ان کو موقعہ ملا، انھون نے عرب پر تسلط جمانے کی کوشش کی، یمن کے حمیری خاندان
کا خاتمہ ایرانیون کے ہاتھون ہوا گو برائے نام حمیری حکمران تھے لیکن اسکا سیاہ وسپید تمامتر ایرانیون
کے ہاتھ مین تھا، بحرین اور عمان بھی ان کے زیر اثر تھے، ان کے علاوہ مختلف اوقات مین عرب کے
سولہ مقامات ایرانی مرزبانون کے قبضہ مین رہ چکے تھے[1]، عراق لخمی خاندان کو بھی ایرانیون ہی نے
مٹایا، ایرانیون کا یہ استبداد ظہور اسلام کے وقت تک باقی تھا، چنانچہ جنگ ذی قار مین
جب ایرانیون نے عربون سے شکست کھائی، تو آنحضرت صلعم نے فرمایا، آج عرب نے عجم سے اپنا
منصفانہ بدلہ لیا[2]،

یہی حال قیصری حکومت کا تھا، جب اسکو موقعہ ملتا رہا، شام کی جانب سرزمین عرب مین
قدم بڑھاتی رہی، شام مین جو عرب خاندان آباد تھے، ان پر آل جفنہ قیصر کی جانب سے حکومت کرتے
تھے، اگو آل جفنہ عربی النسل تھے لیکن ان کا تقرر قیصری حکومت کرتی تھی[3]، حبشہ کے عیسائیون نے
رومیون کے اشارے سے عرب کی مرکزیت توڑنے کے لئے یمن کو فتح کرکے صنعا مین ایک کعبہ
بنایا، کہ خانہ کعبہ کے پجاری تقسیم ہوجائین[4]،

ظہور اسلام کے بعد جب عرب متحد ہو کر ایک مرکز پر جمع ہوگئے، توان دونون سلطنتون
کے لئے عرب کا سوال اور زیادہ اہم ہوگیا، اگر پہلے ملک گیری کی ہوس تھی، تو اب عربون
سے پولٹیکل خطرہ نظر آرہا تھا، چنانچہ جب آنحضرت صلعم نے خسرو پرویز کو دعوت اسلام کا خط لکھا
تو اس نے چاک کرڈالا اور بولا، "میرا غلام مجھکو یون لکھتا ہے"، اور فوراً آپ کی گرفتاری کا
فرمان جاری کیا[5]، اسی طرح شرحبیل بن عمرو نے جو قیصر کی جانب سے بصری کا حاکم تھا، آنحضرت صلعم

---

[1] تاریخ ملوک حمزہ اصفہانی ص ۹۰ مطبوعہ برلن، [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۰۱، [3] تاریخ ملوک ص ۶۷،
[4] سیرة ابن ہشام ج ۱ ص ۶۹ [5] طبری ص ۱۵۶۲،

کے قاصد کو قتل کرادیا، غرض ان حالات میں عرب کی خودمختاری کو باقی رکھنے کے لئے ضروری تھا، کہ ان دونوں حریفوں کو اچھی طرح بتا دیا جائے، کہ اب عربوں سے کھیلنا آسان کام نہیں ہے، تاہم حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس وقت تک کوئی پیش قدمی نہیں کی،

لیکن وہ قبائل جو ہمیشہ ایرانی حکومت کی حرص و آز کا شکار رہتے تھے، انتقام کے جذبات سے لبریز تھے، چنانچہ عہد صدیقی میں جب ایران میں بدنظمی پیدا ہوئی، اور ایرانیوں نے کسریٰ بن ہرمز کی لڑکی کو ایران کے تخت پر بٹھایا، تو ان قبائل کے جذبات انتقام سے دفعۃً بھڑک گئے، اور مثنیٰ بن حارث شیبانی نے اپنا جتھا لیکر عراق عجم کی سرحد پر تاخت و تاراج شروع کردی، لیکن بغیر خلیفۂ وقت کی سرپرستی کے کامیابی موہوم تھی، اس لئے حضرت ابوبکرؓ سے باضابطہ اجازت حاصل کی، آپ نے خالد بن ولیدؓ کو باقاعدہ ان کی امداد پر مامور کیا، نیز شرف امارت بھی عطا کیا[1]،

عراق کی فوج کشی

چنانچہ حضرت خالدؓ فتنۂ ارتداد کی مہموں سے فارغ ہوکر عراق کی طرف بڑھے، اور مقام نباج میں مثنیٰ سے مل گئے، اور بانقیا اور بارسوما کے حاکموں کو مطیع کرتے ہوئے ایلہ کی طرف بڑھے، یہ مقام جنگی نقطۂ نظر سے بہت اہم تھا، یہ وہ نقطۂ اتصال تھا، جہاں عرب و ہندوستان کے بری اور بحری خطوط آکر ملتے تھے، چنانچہ یہاں کا حاکم ہرمز انھیں راستوں سے دونوں مقامات پر حملے کیا کرتا تھا[2]، ہرمز کو مسلمانوں کی پیش قدمی کی خبر ہوئی، تو فوراً اردشیر کو دربار ایران اطلاع بھیجی اور خود مقابلہ کے لئے بڑھا، کاظمہ میں دونوں کا مقابلہ ہوا، ایرانیوں نے اپنے کو زنجیروں میں جکڑ دیا تھا، کہ پاؤں نہ اکھڑنے پائیں، لیکن قعقاع بن عمرو کی شجاعت نے زنجیر آہن کے ٹکڑے کردیئے، اور ایرانیوں نے بری طرح شکست کھائی،

---

[1] فتوح البلدان، فتوح عراق، [2] ابن خلدون ج ۲ ص ۷۹،

جنگ مذار، ابھی یہ معرکہ ختم ہوا تھا کہ ایرانیون کی امدادی فوج کو جو قارن بن قریانس کی ماتحتی مین ہرمز کی مدد کو آرہی تھی، مذار مین ہرمز کے قتل اور ایرانیون کی شکست کی خبر ملی، چنانچہ قارن نے اسی جگہ اپنی فوج کی تنظیم کی، اور شکست خوردہ فوج کے سردار قباذ اور انوشجان کو امیر العسکر بنا کر نہر کے قریب پڑاؤ ڈالا، خالدؓ کو اطلاع ہوئی تو فوج لیکر مذار کی طرف بڑھے، لب جو دونون کا مقابلہ ہوا معقل نے قارن کو اور عاصم نے نوشجان کو، اور عدی نے قباذ کو ختم کیا، اور اس شدت کی جنگ ہوئی کہ تیس ہزار ایرانی کام آئے، یہ تعداد اس کے علاوہ ہے، جو نہر مین ڈوب کر مرے،[1]

جنگ کسکر، جنگ مذار کے انجام کی خبر ایران پہونچی تو اردشیر نے اندرزغر اور بہمن کو یکے بعد دیگرے مسلمانون سے انتقام لینے کے لئے روانہ کیا، اندرزغر مدائن از کسکر ہوتا ہوا ولجہ پہونچا، حیرہ اور کسکر کے تمام دہقانی اور آس پاس کے عرب بھی ایرانیون کی حمایت مین، اپنی اپنی فوجین لیکر اندرزغر کے قریب آکر خیمہ زن ہوئے، اس درمیان مین بہمن بھی پہونچ گیا، خالدؓ کو خبر ملی، تو سوید بن مقرن کو ایک دستہ پر مامور کر کے آیندہ ضرورت کے لئے ضروری ہدایات دے کر پیچھے چھوڑا، اور خود بڑھکر مورچہ بندی مین مصروف ہوگئے، ساحل کی قربت سے انھون نے فائدہ اٹھا کر نشیبی زمین مین تھوڑی تھوڑی فوج چھپا دی، کہ وہ عین ہنگامہ کارزار مین نکل کر حملہ آور ہو جائے، اس ضروری تدبیر کے بعد جنگ چھڑ گئی، دیر تک گھمسان کا رن پڑتا رہا، جب فریقین تھکنے لگے، تو مسلمان کمین گاہون سے نکل کے ٹوٹ پڑے، اس اچانک حملے نے ایرانیون کے پاؤن اکھاڑ دیئے، جدھر بھاگتے تھے مسلمان پیس دیتے تھے، اس لئے جو سپاہی جہان تھا وہین ختم ہوگیا، اندرزغر نکل بھاگا، لیکن پیاس کی شدت سے وہ بھی مرگیا، جنگ کے بعد مسلمانون

---

[1] طبری، ۲۰۲۷ و ۲۰۳۰ و ابن خلدون ج ۲ ص ۹۷،

نے عام آبادی سے کوئی تعرض نہین کیا، اور ان کو پوری آزادی دیدی[1]،

جنگ الیس | گذشتہ جنگ مین عربی النسل عیسائی قبائل بھی ایرانیون کی حمایت مین مارے گئے تھے اس لئے جنگ کسکر کے بعد یہ لوگ پورے طور پر ایرانیون کے ساتھ ہو گئے، اردشیر نے بہمن کو عربی قبائل سے ملجانے کا حکم دیا، چنانچہ بہمن الیس کی طرف بڑھا، اور یہان کے حاکم جابان کو یہ ہدایت کر کے کہ، میری واپسی تک جنگ کا آغاز نہ کرنا، الیس روانہ کر دیا، اور خود اردشیر سے پاس مشورہ کے لئے چلا گیا، وہان سے لوٹا، تو اور بقیہ عربی قبائل اور عربی چھاونی کی ایرانی سپاہ اکٹھا ہو چکی تھی، اسی درمیان مین خالدؓ بھی پہونچ گئے، ان کے پہونچتے ہی جنگ شروع ہو گئی، دیر تک کشت وخون کا سلسلہ جاری رہا، خالدؓ نے منادی کرادی، کہ لڑائی روک کر صرف گرفتار کرو، چنانچہ مسلمان دارو گیر مین مصروف ہو گئے، اور زندہ گرفتار کر کے نہر کے کنارے قتل کرنا شروع کر دیا، تاآنکہ نہر حقیقی معنون مین جوے خون بنگئی، اور ایرانی بری طرح مفتوح ہوئے[2]،

الیس سے فارغ ہو کر خالدؓ امغیشیا کی طرف بڑھے لیکن یہان کے باشندے مسلمانون کا رخ دیکھکر پہلے ہی شہر خالی کر چکے تھے، اس لئے جنگ کی نوبت نہین آئی،

امغیشیا، | امغیشیا کے قریب ہی حیرہ تھا، یہان کے حاکم آزادبہ کو خطرہ پیدا ہوا، کہ مسلمان امغیشیا کی طرف بڑھین گے، اس لئے حفظ ماتقدم کے طور پر اپنے لڑکے کو خالدؓ کے روکنے کے لئے آگے بھیجدیا، اور پیچھے سے خود بھی مدد کے لئے پہونچ گیا، امغیشیا اور حیرہ کے درمیان نہر فرات تھی، آزادبہ کے لڑکے نے اس کا بند باندھ دیا، اس سے مسلمانون کی کشتیان رک گئین، ملاحون نے جواب دیدیا کہ ایرانیون نے نہر کا رخ پھیر دیا ہے، اس لئے

---

[1] طبری ص ۲۰۳۱ [2] ابن خلدون ج ۲ ص ۸۰ و طبری ص ۲۰۳۱ تا ۲۰۳۴،

کشتیان نہین چل سکتین، مسلمان کشتیون سے اتر پڑے، اور گھوڑون پر ابن آزادبہ کی طرف بڑھے فرات کے دہانہ پر دونون کا مقابلہ ہوا، ابن آزادبہ مارا گیا، اور فوج بھی تباہ ہوگئی[1]

حیرہ کی صلح اس کے بعد دریا کا بند کھول کر مسلمان حیرہ کی طرف بڑھے، لیکن ان کے پہونچنے کے قبل آزادبہ حیرہ چھوڑ چکا تھا، مسلمان مقام غریئین مین ٹھہر گئے، حیرہ مین جو لوگ باقی رہ گئے تھے، وہ اس عرصہ مین قلعہ بند ہو گئے، خالدؓ نے ان کا محاصرہ کر لیا، پہلے صلح کی گفت و شنید ہوتی رہی، لیکن بے نتیجہ رہی، اور ایرانیون نے قلعہ کے اوپر سے سنگباری شروع کر دی، مسلمانون نے پیچھے ہٹ کے تیرون سے جواب دیا، اور قلعہ اور محلات کی دیوارین چھلنی کر دین، جب شہری آبادی محاصرہ سے گھبرا گئی، تو قسیسون اور راہبون نے قلعہ والون سے فریاد کی، کہ اس خونریزی کی ساری ذمہ داری تم پر ہے، اسکو بند کرو، آخر مین جب قلعہ والے بھی عاجز ہوگئے، تو انھون نے خالدؓ سے صلح کی گفتگو کر کے ایک لاکھ نوے ہزار سالانہ خراج پر صلح کر لی، اور خالدؓ نے ایک مفصل صلحنامہ لکھکر حوالہ کیا[2]،

ملحقات حیرہ حیرہ کی صلح کے بعد اطراف کے کاشتکارون اور دیہی آبادی نے بھی جو حیرہ کے شرائط کی منتظر تھی، ۲۰ لاکھ سالانہ پر صلح کر لی[3]، حیرہ اور ملحقات حیرہ کی کامل تسخیر کے بعد خالدؓ نے محافظین سرحد مین سے ضرار بن ازور، ضرار بن خطاب، قعقاع بن عمرو، مثنی بن حارثہ اور عتبہ بن شماس افسران سرحد کو دجلہ کی ترائی مین بڑھنے کا حکم دیا، یہ لوگ ساحل تک بڑھتے ہوئے چلے گئے،

انبار کی تسخیر اس وقت گو اردشیر مر چکا تھا، اور ایرانیون مین اندرونی اختلافات کا طوفان برپا تھا، لیکن مسلمانون کے مقابلہ مین سب متحد تھے، طبری کے یہ الفاظ ہین، وکان اھل

---

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۲۹۸، [2] طبری ص ۲۰۳۷ تا ۲۰۴۱، [3] ابن خلدون ج ۲ ص ۸۱،

فارس بموت اردشیر مختلفین فی الملک مجتمعین علی قتال خالد متساندین، یعنی ایرانی اردشیر کی موت کی وجہ سے بادشاہت کے بارے مین مختلف تھے لیکن خالد سے جنگ کے بارے مین سب متحد اور ایک دوسرے کے معاون تھے، چنانچہ انھون نے اپنی مرکزیت قایم کرنے کے لئے فرخزاد کو عنانِ حکومت سپرد کر دی تھی، اور انکی فوجین عین التمر، انبار اور فراض تک پھیلی ہوئی تھین، اس لئے خالدؓ حیرہ کے بعد انبار کی طرف بڑھے لیکن ان کے پہونچنے سے پہلے یہان کے باشندے قلعہ بند ہو چکے تھے، چنانچہ ان کے پہونچتے ہی جنگ شروع ہو گئی لیکن ایرانی قلعہ کے اندر سے تیر باری کر رہے تھے، اس لئے مسلمانون کا جوابی حملہ کامیاب نہ ہوتا تھا، خالدؓ نے قلعہ کے چارون طرف چکر لگا کر ان کے استحکامات کا اندازہ لگا کر حکم دیا، کہ آنکھون پر تاک تاک کر تیر مارو، اس تدبیر سے دن بھر مین ایکہزار آنکھین بیکار کر دین، اس مصیبت سے انبار کے باشندے چیخ اٹھے، اور فوج بدحواس ہو گئی، شیرزاد ایرانی سپہ سالار نے فوج کی ابتری دیکھی تو صلح کا پیام دیا لیکن شرائط ایسے پیش کئے، کہ خالدؓ انکو منظور نہ کر سکے، اور خندق کا جو حصہ زیادہ تنگ تھا، اسکو بیکار اونٹون سے ذبح کر کے پاٹ دیا، اور مسلمان اس سے اتر کے قلعہ تک پہونچ گئے، ایرانی سمٹ کے قلعہ کے اندر داخل ہو گئے یہ آنکھون کی نشانہ بازی سے پہلے ہی گھبرا گئے تھے مسلمانون کی اس غیر متوقع آمد سے اور ہمت چھوٹ گئی، اور شیرزاد نے بہمن کو فوج کی تباہ حالت جتا کر صلح پر آمادہ کر لیا، اس نے مجبور ہو کر صلح کر لی، اس کے بعد انبار کے باشندون نے صلح کی خواہش کی، چنانچہ پہلے بوافیج والون پھر اہل کلواذی نے صلح کر لی[1]،

عین التمر، خالدؓ انبار کی مہم مین مصروف تھے کہ بہرام چوبین کا لڑکا مہران، مسلمانون کے مقابلہ کیلئے

[1] طبری ص ۲۰۵۹ تا ۲۰۶۱ و فتوح البلدان بلاذری ص ۲۵۵،

عین التمر پہونچ گیا، عربی قبائل مین نمر و تغلب، اور ایاد عقہ بن عقہ کے ساتھ علیحدہ مقابلہ پر آمادہ
تھے[1] اس لئے خالد رضہ انبار کے بعد عین التمر کی طرف بڑھے، ایرانیون نے ایرانی سپاہ قلعون مین
محفوظ کر دی، اور عربی قبائل کو مسلمانون کے مقابلہ کے لئے بڑھا کر ان پر جاسوس متعین کر دیئے
کہ اگر ان مین قومی عصبیت نظر آئے تو فوراً تدارک ہو سکے، بعض حق پسند ایرانی اس پر معترض
ہوئے، ان کو جواب دیا، کہ انھین کی قوم نے ہمارا ملک تباہ کیا ہے، اس لئے انکو آپس مین
کٹا دینا چاہیئے، عقہ مقام کرخ مین اپنی فوج مرتب کر رہا تھا کہ خالد رضہ پہونچ گئے، اور اسکو گرفتار کر لیا
سردار فوج کی گرفتاری سے فوج گھبرا گئی، اور میدان چھوڑ دیا، جو بچ گئے، وہ گرفتار ہوئے
خالد رضہ انکی قوم فروشی سے بہت جلے ہوئے تھے اس لئے پہلے عقہ کا کام تمام کرایا، پھر سب کی
گردنین اڑا دین، مہران کو عربون کی حالت کی خبر ملی، تو وہ قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا، لیکن جب شکست خوردہ
عرب پہونچے، تو پھر اسکی ہمت بندھی، اور ایرانی قلعہ بند ہو گئے، خالد رضہ سیدھے قلعہ تک بڑھتے
چلے گئے، ایرانیون نے نکل کے مقابلہ کیا، اور تھوڑے مقابلہ کے بعد پھر قلعہ مین داخل ہو گئے
مسلمانون نے محاصرہ کر لیا، بالآخر ایرانیون نے صلح کی درخواست کی لیکن خالد رضہ نے انکار
کر دیا، اور بزور شمشیر قلعہ فتح کیا[2] لیکن فتح کے بعد پھر کوئی سختی نہین کی، اور معمولی خراج کے سوا
زمین پر کوئی ٹیکس نہین لگایا،

دومۃ الجندل مین ہمیشہ سے مسلمانون کے خلاف سازشین ہوا کرتی تھین، چنانچہ
عہد رسالت مین بھی اسی قسم کی ایک سازش ہوئی تھی، اسی لئے غزوہ دومۃ الجندل ہوا تھا[3]
عہد صدیقی مین پھر اسکا ظہور ہوا، حضرت ابوبکر رضہ نے اسکے تدارک کے لئے، عیاض بن غنم کو

---

۱ ابن اثیر ج ۲ ص ۲۹ ۲ طبری ص ۲۰۶۴ ۳ فتوح البلدان بلاذری ص ۲۵۵ ۴ ایضاً ص ۲۵۶

۵ ابن خلدون ج ۲ ص ۷۹،

روانہ کیا، لیکن کلب، غسان اور تنوخ کے سب قبائل متحد تھے، اس لئے تنہا عیاض کا مقابلہ کرنا دشوار تھا، انھون نے خالدؓ کو مدد کے لئے بلایا، یہ عراق کی مہم چھوڑ کر عیاض کی مدد کو چلے گئے، اس وقت یہان دو حکمران تھے، اکیدر، اور جودی، اکیدر کو خالدؓ عہدِ رسالت مین مطیع کر چکے تھے، اس لئے اس مرتبہ خالدؓ کی آمد کی خبر سنکر خوف کی وجہ سے جودی کی حمایت سے کنارہ کش ہوگیا، اور جب جودی ہمہ تن جنگ کے لئے آمادہ ہوگیا، تو اکیدر دومۃ الجندل چھوڑ کے ہٹ گیا، مگر چونکہ پہلے اسکا شریک تھا، اس لئے گرفتار کرا کے قتل کر دیا گیا، خالدؓ اور عیاض نے دو سمتون سے دومۃ الجندل کا محاصرہ کرلیا، جودی کی فوج متعدد جرنلون پر تقسیم تھی، جودی، ودیعہ کلبی، ابن روانس، ابن ایہم، ابن حدرجان، چنانچہ ان لوگون نے متحدہ حملہ کیا، جودی اور ودیعہ گرفتار ہوئے، بقیہ فوج قلعہ مین گھس گئی، جب قلعہ بھر گیا، تو اندر سے اس کا دروازہ بند ہوگیا، اور فوج کا کافی حصہ باہر رہ گیا، اگر مسلمان چاہتے تو ان مین سے ایک بھی نہ بچ سکتا، لیکن حضرت عاصمؓ نے بنو کلب کو امان دیدی،[1] اور خالدؓ نے جودی کو قتل کرادیا، اور قلعہ کا پھاٹک اکھاڑ کے اندر گھس گئے، اور قلعہ پر قبضہ ہوگیا،

جنگ حصید وخنافس حضرت خالدؓ کے عراق چھوڑ کر شام چلے آنے سے وہان کا میدان صاف ہو رہا تھا، ایرانی اور عرب دونون موقعہ کے منتظر رہتے تھے، چنانچہ جزیرہ کے عربون نے ایرانیون کو عراق کی واپسی پر توجہ دلائی، ایرانی عربون کا اشارہ پاتے ہی آمادہ ہوگئے، اور زرمہر اور روزبہ نے خنافس اور حصید کی طرف فوجین بڑھادین، زبرقان بن بدر حاکم انبار نے قعقاع حاکم حیرہ کو اطلاع دی، انھون نے اسی وقت الگ الگ دو فوجین اعبد بن فدکی اور عروہ بن جعد کی قیادت مین دونون مقامون پر روانہ کردین، کہ ایرانیون کو آگے بڑھنے سے روک دین، چنانچہ انھون نے

---

[1] طبری ص ۲۰۶۶ و ابن اثیر ج ۲ ص ۳۰۳،

ریف مین روکدیا، روزبہ اور زرمہر یہان عربون کا انتظار کررہے تھے کہ خالدؓ دومۃ الجندل سے حیرہ واپس آگئے، اور امرء القیس بن کلبی نے اطلاع بھیجی کہ ہذیل بن عمران مصیخ مین، اور ربیعہ بن بجیر ثنی اور بشر مین روزبہ اور زرمہر کی امداد کے لئے فوجین لئے پڑے ہین، یہ خبر سنکر خالدؓ نے عیاض کو حیرہ مین چھوڑا، اور خود قعقاع اور ابولیلی کی مدد کو خنافس روانہ ہوگئے، یہ دونون عین التمر مین تھے، خالدؓ یہین آکر ملے، اور قعقاع کو حصید اور ابولیلی کو خنافس روانہ کیا، روزبہ اور زرمہر اپنی جگہ سے نہ ہلتے تھے، چنانچہ قعقاع خود بڑھے، روزبہ نے زرمہر سے مدد طلب کی، یہ آیا اور حصید مین دونون کا مقابلہ ہوا، زرمہر اور روزبہ دونون مارے گئے، اور فوج ہٹ کر خنافس مین جمع ہوگئی، ابولیلی تعاقب کرتے ہوئے خنافس پہنچے تو ایرانی خنافس چھوڑکر مصیخ چلے گئے، خالدؓ کو اسکی اطلاع دیگئی، انھون نے قعقاع، ابولیلی، اعبد اور عروہ کو ایک خاص مقام پر شب مین جمع ہونے کا حکم دیا، اور خود بھی معینہ شب مین وہان پہونچ گئے، اور سب نے مل کر متحدہ شب خون مارا، ایرانی بالکل بے خبر تھے اس لئے مدافعت بھی نہ کرسکے، اور سب کے سب مارے گئے[1]،

جنگ ثنی و بشر،	ربیعہ بن بجیر ثنی اور بشر مین بدستور فوجین لئے ہوئے پڑا تھا مصیخ کے بعد خالدؓ

نے قعقاع اور ابولیلی کو ثنی پر شبخون مارنے کا حکم دیا، چنانچہ ایک مقررہ شب کو تینون نے مل کر تین سمتون سے حملہ کیا، صرف ہذیل امیر العسکر باقی بچا، اور کل فوج کھیت رہی، یہ ثنی سے بھاگ کر بشر پہونچا، یہان بھی عربون کا ایک جتھا موجود تھا خالدؓ اس کو صاف کرتے ہوئے رضاب پہونچے، یہان عقہ کا لڑکا بلال مسلمانون کا منتظر تھا، مگر خالدؓ کے آتے آتے یہ بھاگ نکلا،

[1] طبری ص ۲۰۶۷ تا ۲۰۷۰،

جنگِ فراض، اور خالدؓ رضاب ہوتے ہوئے فراض کی طرف بڑھے، یہ مقام جنگی نقطہ نظر سے بہت اہم تھا، یہان شام عراق اور جزیرہ کی سرحدین ملتی تھین، شام کی سرحد کی وجہ سے رومی بھی ایک فریق بن گئے، اور انھون نے ایرانیون کی چھاؤنی اور تغلب وایاد (عرب) سے مدد مانگی، یہ سب پہلے سے برسرِ پیکار تھے ان کو کیا عذر ہوسکتا تھا، فوراً آمادہ ہوگئے، اب ایک طرف تنہا مسلمان تھے، دوسری طرف عرب ایرانی اور رومی، اس لئے خالدؓ نے بھی نہایت اہتمام سے اسلامی فوج کو ازسرِ نو منتظم کیا، فرات کے ایک جانب مسلمان تھے، اور دوسری جانب اتحادی، اتحادیون نے پیام دیا کہ یا تم عبور کرکے بڑھو، یا ہمین بڑھنے دو، خالدؓ نے ان کو بڑھنے کی اجازت دیدی، چنانچہ یہ آئے، اور لبِ فرات دونون کا مقابلہ ہوا، مسلمان نہایت پامردی سے لڑے اور اتحادیون کی فوجین پسپا ہونے لگین، خالدؓ نے للکارا، کہ ہر طرف سے گھیر لو، نکلنے نہ پائین مسلمان شہسوارون نے گھیر گھیر کر مارنا شروع کیا، اتحادی دو طرف سے گھرے ہوئے تھے پیچھے ہٹتے تھے، تو فرات کا لقمہ بنتے تھے، اور آگے بڑھتے تھے، تو تلوار سامنے تھی، اسی کشمکش مین سب کے سب کام آگئے، فتح کے دس دن بعد تک مسلمان یہان مقیم رہے، اور پھر حیرہ لوٹ گئے، اس معرکہ کے بعد عراق کی پیش قدمی رک گئی،[1] اور خالدؓ خفیہ حج کو چلے گئے،

فتوحاتِ شام، ہم عراق کی فوج کشی کی تمہید مین لکھ چکے ہین، کہ مسلمانون کا ایرانیون اور رومیون سے نبرد آزما ہونا ناگزیر امر تھا، اور مسلمان ان سے لڑنے پر مجبور تھے، چنانچہ عراق کے ساتھ ساتھ شام پر بھی فوج کشی ہوئی تھی، اور ہر ہر صوبہ پر علحدہ علحدہ فوجین بھیجی گئی تھین، خالدؓ عراق کی مہمین سر کر چکے تھے کہ دربارِ خلافت سے حکم پہونچا کہ عراق کو چھوڑ کر شام مین اسلامی فوجون سے مل جائین، چنانچہ اس حکم کے مطابق حج سے واپس ہوکر عراق کا انتظام مثنی کے سپرد کرکے، شام روانہ ہوگئے،

[1] طبری ص ۲۰۷۳ و ۲۰۷۴،

راستہ مین صدر داار ک، سوی، حوارین، قصم مرج راہط وغیرہ سے نپٹتے ہوئے شام پہونچے اور پہلے بصریٰ کی طرف بڑھے[1]،

بصری | یہان اسلامی فوجین پہلے سے ان کی منتظر تھین، خالدؓ نے آتے ہی بصریٰ کے بطریق پر حملہ کرکے پسپا کر دیا، اوراس شرط پر صلح ہوگئی کہ مسلمان رومیون کی جان و مال کی حفاظت کرین گے، اور وہ اس کے عوض جزیہ دین گے[2]،

اجنادین | اس وقت مسلمان شام کے مختلف حصون مین پھیلے ہوئے تھے ہرقل نے الگ الگ دستے ان کے مقابلہ کے لئے بھیجے تھے تاکہ یہ سب ایک مرکز پر جمع نہ ہوسکین فلسطین عمرو بن العاصؓ کے متعلق تھا، چنانچہ بصری کے بعد تذارق اور قبقلار نے اجنادین (فلسطین) مین اپنی فوجین ٹھہرائین، خالدؓ اور ابوعبیدہؓ بصری سے فارغ ہو کر عمرو بن العاصؓ کی مدد کو روانہ ہوئے اور مقام اجنادین ۱۳ھ مین دونون کا مقابلہ ہوا تذارق اور قبقلار دونون کام آئے،

دمشق | اجنادین کے بعد دمشق کی طرف بڑھے، کیونکہ یہ شام کا صدر مقام تھا، ابوعبیدہؓ امیر العسکر تھے، انھون نے تین سمتون سے اسکا محاصرہ کیا، ایک سمت پر خالدؓ مامور ہوئے، ۱۴ مہینے تک کامل محاصرہ قایم رہا، لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا، اس درمیان مین ایک دن دمشق کے پادری کے گھر لڑکا پیدا ہوا، اس کے جشن مین دمشق کے بے فکرے بادۂ احمر کے خم کے خم لنڈھا کر بدمست ہو کر سو رہے، خالدؓ دوران جنگ مین اکثر راتون کو سوتے نہ تھے، بلکہ فوجی انتظامات اور دشمنون کی سراغ رسانی مین لگے رہتے تھے[3] ان کو اس واقعہ کی اطلاع ہوگئی، چنانچہ فوج کو یہ ہدایت دیکر کہ جیسے ہی تکبیر کی آوازین سننا فوراً شہر پناہ کے پھاٹک پر حملہ کر دینا، چند آدمیون کو ساتھ لیا، اور کمند ڈال کے شہر پناہ کی دیوار کے اس پار اتر گئے، پہلے پھاٹک کے چوکیدار کو قتل

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۱۴، [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۱۹ [3] طبری ص ۲۱۵۲،

کیا، اور دروازہ کا قفل توڑ کر تکبیر کا نعرہ لگایا، تکبیر کی آواز سنتے ہی فوج ریلا کرکے اندر داخل ہوگئی، دمشق والے ابھی تک غافل سو رہے تھے، اس ناگہانی حملہ سے گھبرا گئے، اور ابو عبیدہؓ سے صلح کی التجا کی، اور شہر پناہ کے تمام دروازے خود کھول دیئے، ایک طرف سے خالدؓ فاتحانہ داخل ہوئے، اور دوسری طرف سے ابو عبیدہؓ مصالحانہ، وسط شہر مین دونون سے ملاقات ہوئی،[1] گو نصف حصہ بزور شمشیر فتح ہوا، لیکن شرائط سب مصالحانہ رکھے گئے،[2]

فحل، دمشق کی فتح نے رومیون کو بہت برہم کردیا، اور وہ بڑے جوش و خروش کے ساتھ مقابلہ[3] کے لئے آمادہ ہوگئے، سقلار رومی فحل مین فوجین لیکر خیمہ زن ہوا، مسلمان دمشق کے بعد ادھر بڑھے، خالدؓ مقدمۃ الجیش کی کمان کر رہے تھے، اس معرکہ مین بھی رومیون نے بری طرح شکست کھائی،

دمشق کا دوسرا معرکہ، فحل کے بعد ابو عبیدہؓ اور خالدؓ حمص کی طرف بڑھے، یوحنا کے کنیسہ ہونے کی وجہ سے یہ مقام بھی رومیون کا ایک اہم مرکز تھا، ہرقل کو خبر ہوئی، تو اس نے توذر بطریق کو فوج کے ساتھ مقابلہ کے لئے بھیجا، اس نے دمشق کے مغربی سمت مرج روم پر پڑاؤ ڈالدیا، مسلمان بھی آگے بڑھکر مرج روم کے دوسری سمت ٹھہرے، اس درمیان مین رومیون کی ایک اور فوج شنس کی سرکردگی مین پہونچ گئی، چنانچہ خالدؓ توذر کے مقابلہ کو بڑھے، اور ابو عبیدہؓ شنس کے، توذر نے مقابلہ نہین کیا، بلکہ دمشق واپس لینے کو آگے بڑھا، خالدؓ بھی عقب سے اسکے ساتھ ہو لئے، دمشق مین یزید بن ابی سفیان موجود تھے، ان کو شنس کی آمد کی خبر ملی، تو اس کے روکنے کو نکلے، اور دمشق کے باہر طرفین مین سخت معرکہ ہوا، ابھی جنگ کا سلسلہ جاری تھا کہ پیچھے سے خالدؓ پہونچ گئے، چنانچہ ایک طرف سے انھون نے، اور دوسری طرف سے یزید نے ملکر

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۲۹، [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۳۰، [3] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۳۰،

درمیان مین رومیون کو پیس دیا، اور معدودے چند کے علاوہ کوئی رومی باقی نہ بچا،[1]

حمص، ابوعبیدہؓ نے شیزر، معرۃ حمص اور لاذقیہ وغیرہ کو لے کر بعلبک اور حمص فتح کیا،

یرموک، ان پیہم شکستون نے رومیون مین آگ لگادی، اور دو لاکھ کا ٹڈی دل مسلمانون کے مقابلہ کو امنڈ آیا،[2] رومی سپہ سالار ماہان اس مواج سمندر کو لیکر یرموک کے میدان مین اترا، اس وقت مسلمان شام کے مختلف حصون مین منتشر تھے، یہ سب ایک مرکز پر جمع ہو گئے، اور طرفین مین جنگ کی تیاریان ہونے لگین، رومیون کے جوش و خروش کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ گوشہ نشین راہب و قسیس اپنی اپنی خانقاہون سے نکلکر، مذہب کا واسطہ دلا کر رومیون مین جوش پیدا کر رہے تھے، خالدؓ نے اس جنگ مین کارہاے نمایان انجام دیئے، فوج کو جدید طرز سے ۳۶ حصون پر تقسیم کر کے، سب پر الگ الگ افسر مقرر کئے، اور جہاد پر نہایت ولولہ انگیز تقریر کی، اتفاق سے ایک مسلمان کے منہ سے نکل گیا، کہ رومیون کے مقابلہ مین ہماری تعداد بہت کم ہے، خالدؓ غضب ناک ہو کر بولے فتح و شکست تعداد کی قلت و کثرت پر نہین بلکہ تائید ایزدی پر ہے، اگر میرے گھوڑے کے سم درست ہوتے، تو مین اس دونی تعداد کی پرواہ نہ کرتا،[3]

ضروری انتظامات کے بعد عکرمہ بن ابی جہل اور قعقاع بن عمرو کو حملہ کا حکم دیدیا، اور یرموک کے میدان مین ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا، میدان جنگ مین خون کی ندیان بہ رہی تھین، کہ ایک عیسائی رومی فوج سے نکل کر اسلامی لشکر مین آگیا، اور خالدؓ سے مذہب اسلام پر گفتگو شروع کر دی، کہ اگر مین تمھارے مذہب مین داخل ہو جاؤن، تو کیا میرے لئے آخرت کا دروازہ کھل جائے گا؟ خالدؓ نے کہا یقیناً، چنانچہ وہ میدان جنگ مین مشرف باسلام ہو گیا،[4]

---

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۸۱ [2] فتوح البلدان ص ۱۴۱ [3] طبری ص ۲۰۹۴ [4] طبری ص ۲۰۹۰

اس جنگ کا سلسلہ مدتوں جاری رہا، مسلمان افسروں نے غیر معمولی شجاعت و بہادری کا مظاہرہ کیا، آخر مین رومیون نے اس بری طرح شکست کھائی، کہ پھر انکی اتنی بڑی جمعیت نہ فراہم ہو سکی،

حاضر | یرموک کی فتح کے بعد ابو عبیدہؓ نے خالدؓ کو قنسرین کی طرف بھیجا، اور خود حمص واپس ہو گئے، مقام حاضر مین خالدؓ کو میناس رومی، ایک بڑی جماعت کے ساتھ ملا، خالدؓ نے اسکو شکست دی، اہل حاضر امان کے طالب ہوئے، کہ ہمکو اس جنگ سے کوئی تعلق نہ تھا، ہماری رائے بھی اسمین شریک نہ تھی، اس لئے ہمکو امان دیجائے، چنانچہ خالدؓ نے ان لوگون کو امان دیدی[1]،

قنسرین | حاضر سے قنسرین پہونچے، قنسرین والے پہلے جنگ کے ارادہ سے قلعہ بند ہو گئے، لیکن پھر اہل حمص کے انجام پر غور کر کے صلح کی درخواست کی، خالدؓ نے اس شرط پر منظور کر لی کہ شہر کے استحکامات توڑ دیے جائین، قنسرین کے بعد ہرقل بالکل مایوس ہو گیا، اور شام پر آخری نگاہ ڈالکر قسطنطنیہ چلا گیا، چلتے وقت یہ حسرت انگیز الفاظ اسکی زبان پر تھے "اے شام تجھکو آخری سلام ہے، اب مین تجھ سے جدا ہوتا ہون، افسوس اس سرزمین مین جس پر مین نے حکمرانی کی ہو، اطمینانِ خاطر کے ساتھ نہ آسکونگا[2]"،

بیت المقدس | قنسرین کے بعد بیت المقدس کا محاصرہ ہوا، عیسائی اس شرط سے بلا جنگ حوالہ کرنے کو آمادہ ہو گئے، کہ خود امیر المومنین اپنے ہاتھ سے معاہدہ لکھین، چنانچہ حضرت عمرؓ نے صلحنامہ لکھنے کے لئے شام کا سفر کیا، اور تمام افسرانِ فوج کو جابیہ مین طلب کیا، خالدؓ بھی آئے انکا دستہ دیبا و حریر مین ملبوس تھا، حضرت عمرؓ کی نظر پڑی تو گھوڑے سے اتر پڑے اور کنکریان مارکر فرمایا، تم لوگون نے اتنی جلد اپنی عادتین بدل دین، ان لوگون نے اسلحہ دکھا کر کہا کہ لیکن سپہ گری کا جوہر نہین گیا ہے، فرمایا تب کوئی مضائقہ نہین[3]،

---

[1] طبری ص ۲۳۹۳، [2] ابن اثیر ج ۲ ص ۴۰۴ [3] طبری فتح بیت المقدس،

حمص کی بغاوت | ۱۷ھ مین حمص باغی ہوگیا، لیکن ابوعبیدہؓ اور خالدؓ کی بروقت توجہ سے بہت جلد بغاوت فرو ہوگئی، اور شام کے پورے علاقہ پر مسلمانون کا کامل تسلط ہوگیا،

معزولی | اسی ۱۷ھ مین حضرت عمرؓ نے خالد کو معزول کردیا، عزل کے سنہ مین مورخین کا بیان مختلف ہے، عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت عمرؓ نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی معزول کیا تھا، لیکن یہ بیان صحیح نہین ہے مستند ترین روایت یہ ہے کہ ۱۷ھ مین یعنی خلافت فاروقی کے ۵ سال بعد معزول ہوئے، علامہ ابن اثیر کی بھی یہی تحقیق ہے چنانچہ لکھتے ہین، فی هذه السنة وهی سنة سبع عشر عزل خالد بن ولید یعنی ۱۷ھ مین خالد بن ولید معزول کئے گئے، بظاہر خالد بن ولید کی معزولی جس کی تلوار نے عراق و شام کا تختہ الٹ دیا تھا ایک غیر دانشمندانہ فعل معلوم ہوتا ہے، لیکن جن مصالح اور اسباب کی بنا پر حضرت عمرؓ نے معزول کیا تھا اس کے معلوم ہوجانے کے بعد یہ اعتراض خود اٹھ جاتا ہے، خالدؓ فوجی آدمی تھے، اس لئے ان کا مزاج تند تھا، وہ ہر معاملہ مین خود رائی سے کام لیتے تھے اور بارگاہ خلافت سے استصواب ضروری نہین سمجھتے تھے، فوجی اخراجات کا حساب کتاب بھی نہین بھیجتے تھے، عراق کی پیشقدمی روکنے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی مرضی کے خلاف بغیر ان کی اجازت کے خفیہ حج کو چلے گئے، انکا یہ طرز عمل حضرت ابوبکرؓ کو بہت ناگوار ہوا[1] اور آپ نے تنبیہ کی، حضرت ابوبکرؓ نے ان کو بارہا لکھا کہ بغیر میرے حکم کے کوئی کام نہ کیا کرو، اور نہ کسی کو کچھ دیا لیا کرو، انھون نے یہ جواب دیا، کہ اگر آپ مجھ کو میری موجودہ حالت پر چھوڑ دیجئے، تو کام کر سکتا ہون، ورنہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوتا ہون[2]، ان کی انھین بے اعتدالیون کی وجہ سے حضرت عمرؓ برہم رہتے تھے، اور بار بار حضرت ابوبکرؓ کو ان کے معزول کرنے کا مشورہ دیتے تھے لیکن وہ ہمیشہ جواب دیتے، کہ مین اس تلوار کو نیام مین نہین کر سکتا جسکو خدا نے بے نیام

---

[1] طبری ص ۲۰۷۵، [2] اصابہ ج ۲ ص ۱۰۰۱

کیا ہے،[1] حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں بھی خالدؓ نے یہ روش نہ چھوڑی، لیکن حضرت عمرؓ نے فوراً معزول نہیں کیا، بلکہ عرصہ تک سمجھاتے رہے، چنانچہ پھر ایک مرتبہ کوشش کی، اور لکھا کہ بغیر میری اجازت کے کسی کو ایک بکری تک نہ دو، لیکن خالدؓ نے کوئی اثر نہیں لیا، اور حضرت عمرؓ کو بھی وہی جواب دیا، جو حضرت ابوبکرؓ کو دے چکے تھے،[2]

دوسری وجہ یہ تھی، کہ عام مسلمانوں کو خیال پیدا ہو گیا تھا، کہ اسلامی فتوحات کا دار مدار خالدؓ کے قوت بازو پر ہے،[3] ایسی حالت میں ایک مدبر حکمران کا کیا فرض تھا،

تیسری وجہ یہ تھی، کہ حضرت خالدؓ کے اخراجات اسراف و تبذیر کی حد تک پہونچ جاتے تھے، جو دوسرے افسروں کے لئے نمونہ بن سکتے تھے، چنانچہ شعراء کو بڑی بڑی رقمیں دے ڈالتے تھے، اشعث بن قیس کو دس ہزار انعام یکمشت دیا، حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی، تو ابو عبیدہ بن جراحؓ کے پاس حکم بھیجا کہ خالدؓ سے دریافت کریں، کہ انھوں نے یہ روپیہ کس مد سے دیا ہے، اگر مسلمانوں کے مال سے دیا ہے، تو خیانت کی، اور اگر اپنی جیب سے دیا ہے، تو اسراف کیا، اس لئے دونوں حالت میں، وہ معزولی کے قابل ہیں، یہ فرمان عین میدان جنگ میں ابوعبیدہؓ کو ملا، انھوں نے حضرت خالدؓ سے پوچھا، تم نے یہ روپیہ کہاں سے دیا، کہا اپنے مال سے، اس کے بعد حضرت عمرؓ کا فرمان سنا کر معزولی کی علامت کے طور پر، ان کے سر سے ٹوپی اتار لی، اور عمامہ گردن میں ڈال دیا، خالدؓ نے صرف اس قدر جواب دیا، کہ میں نے فرمان سنا، اور مانا، اور اب بھی میں اپنے افسروں کے احکام ماننے اور خدمات بجالانے کو تیار ہوں،[4]

اس واقعہ سے حضرت عمرؓ کے دبدبہ اور خالدؓ کی حق پرستی، دونوں کا اندازہ ہوتا ہے،

---

[1] طبری ص ۲۰۰۸، [2] اصابہ ج ۲ ص ۱۰۰، [3] ابن اثیر ج ۲ ص ۱۹۸،

[4] ابن اثیر ج ۲ ص ۱۰۸،

معزولی کے بعد دربار خلافت سے طلبی ہوئی، چنانچہ خالدؓ حمص ہوتے ہوئے حضرت عمرؓ کی خدمت مین حاضر ہوئے، اور ان سے شکایت کی، کہ آپنے میرے معاملہ مین زیادتی سے کام لیا ہے، حضرت عمرؓ نے سوال کیا، "تمھارے پاس اتنی دولت کہان سے آئی" جواب دیا، مال غنیمت کے حصون سے، اگر میرے پاس ساٹھ ہزار سے زیادہ نکلے تو آپکے لیے ہے، حضرت عمرؓ نے فوراً حساب کرایا، کل ۲۰ ہزار زیادہ نکلے، وہ بیت المال مین داخل کرادیے، اور فرمایا، کہ "خالد اب بھی میرے دل مین تمھاری وہی عزت و محبت ہے" اور تمام ممالک محروسہ مین فرمان جاری کرادیا، کہ مین نے خالدؓ کو خیانت کے جرم یا غصہ وغیرہ کی وجہ سے معزول نہین کیا ہے، بلکہ محض اس لئے معزول کیا تاکہ مسلمانون کو یہ معلوم ہوجائے کہ اسلامی فتوحات کا دارمدار خالدؓ کے قوت و بازو پر نہین ہے [1]،

مذکورۂ بالا فتوحات کے علاوہ اور دوسری مہمون مین شریک ہوکر داد شجاعت دیتے رہے، لیکن ان مین آپ کی حیثیت معمولی مجاہد کی تھی، اسلئے بخیال طوالت قلم انداز کرتے ہین،

گورنری، حضرت عمرؓ نے اگرچہ مصالح ملکی معزول کردیا تھا، تاہم معزول کرنے کے بعد ان سے ان کے رتبہ کے مطابق کام لئے، اور انکے جوہر اور ان کی فطری صلاحیتون سے سپہ سالاری کے بجائے دوسرے شعبون مین فائدہ اٹھایا، چنانچہ معزولی کے بعد رہا، حران، آمد، اور لرتہ کا گورنر مقرر کردیا، لیکن ایک سال کے بعد خود مستعفی ہوگئے [2]،

وفات، گورنری سے استعفا دینے کے بعد مدینہ مین مقیم ہوگئے، اور کچھ دن بیمار رہ کر ۲۲ھ مین وفات پائی [3]، بعض لوگ آپکی وفات حمص مین بتاتے ہین، اگر یہ صحیح نہین ہے کیونکہ حضرت عمرؓ آپکے جنازہ مین شریک تھے

---

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۴۱۹، [2] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۹۷، [3] اصابہ ج ۲ ص ۱۰۰ اور مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۹۷،

اور ۲۲ھ میں انھون نے شام کا کوئی سفر نہین کیا، آپ کی وفات سے مدینہ کی عورتون خصوصاً بنی عذرہ میں کہرام برپا تھا،

اولاد | اولاد کی تعداد کی تفصیل نہین ملتی، مگر اس قدر محقق ہے، کہ لڑکون پر بھی باپ کی شجاعت و شہامت کا خاصہ پر تو پڑا تھا، چنانچہ مہاجر بن خالدؓ نے جنگ صفین میں حضرت علیؓ کی حمایت میں سرگرمی سے حصہ لیا، اور حضرت معاویہؓ کے عہد میں قسطنطنیہ کے مشہور معرکہ میں فوج کے ایک کمانڈر عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھے، حضرت خالدؓ کی کنیت ابو سلیمان تھی، اس سے قیاس ہوتا ہے کہ اس نام کا بھی کوئی لڑکا رہا ہوگا، مگر تصریح نہین ملتی،

فضل و کمال | چونکہ ابتدا سے لے کر آخر تک پوری زندگی میدان جنگ میں گذری، اس لئے ذات نبوی سے خوشہ چینی کا کم موقع ملا، وہ خود کہتے تھے، کہ جہاد کی مشغولیت نے مجھکو تعلیم قرآن کے بڑے حصہ سے محروم رکھا،[1] تاہم انکا دامن علم کے پھولون سے بالکل خالی نہین ہے، آنحضرت صلعم کے بعد مدینہ میں جو جماعت صاحب علم و افتا تھی، ان میں ایک یہ بھی تھے، لیکن چونکہ فطرۃً سپاہی تھے، اس لئے مسند افتا پر نہ بیٹھے، اسی لئے تلاش و جستجو کے بعد ان کے فتاوی کی تعداد دو چار سے زیادہ نہین نکلتی،[2] جہاد کی مشغولیتون کے باوجود احادیث نبویؐ کا کچھ نہ کچھ حصہ محفوظ کر لیا، اور جہانتک ہو سکا، اسکی اشاعت کی، چنانچہ ابن عباس، جابر بن عبداللہ، مقدام بن معدی کرب، قیس بن ابی حازم، اشتر نخعی، علقمہ بن قیس، جبیر بن نضیر وغیرہ نے ان سے روایتین کی ہین،[3] انکی مرویات کی تعداد اٹھارہ ہے[4] جنمین سے دو متفق علیہ ہین، اور ایک مین بخاری منفرد ہین،

(فضائل اخلاق) رضائے نبوی | صحابۂ کرام کے لئے آنحضرت صلعم کی رضا جوئی، اور خوشنودی سے

---

[1] استیعاب ج ۱ ص ۱۶۶، [2] ابو داؤد ج اول کتاب الجہاد باب قولہ تعالیٰ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ، [3] اصابہ ج ۲ ص ۹۹، [4] اعلام الموقعین ج ۱ فصل اصحاب الفتوی من صحابۃ النبی صلعم،

[5] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۲۴،

بڑھکر کوئی دولت نہ تھی، اور اس کے حصول کے لئے وہ اپنے جذبات کو بھی آنحضرت صلعم کے تابع فرمان کر دیتے تھے، خالدؓ گو تند مزاج تھے لیکن فرمان نبویؐ کے مقابلہ مین انکی تند مزاجی بھی حلم و عفو سے بدل جاتی تھی، ایک مرتبہ ان سے اور عمار بن یاسر سے کسی معاملہ مین بحث ہو گئی، اور سخت کلامی تک نوبت پہونچ گئی، عمار دربار نبوی مین جاکر فریادی ہوئے، اتفاق سے اسی وقت حضرت خالدؓ بھی آ گئے، اور اپنی شکایت سنکر بہت برہم ہوئے، اور آنحضرت صلعم کے سامنے عمار کو برا بھلا کہنا شروع کیا، آنحضرت صلعم خاموش تھے، عمار نے آبدیدہ ہو کر عرض کی حضور انکی زیادتیون کو ملاحظہ فرماتے ہین، آنحضرت صلعم نے سر اٹھا کر فرمایا، کہ، جو شخص عمار سے بغض و عداوت رکھتا ہے، وہ خدا سے بغض و عناد رکھتا ہے، خالد پر اس فقرہ کا یہ اثر ہوا کہ وہ خود کہتے ہین، کہ جب مین آنحضرت صلعم کے پاس سے اٹھا، تو عمار کی رضا جوئی سے زیادہ کوئی چیز میرے لئے محبوب نہ تھی، اور ان سے مل کر ان کو منایا،[۱]

احترام نبوی، حضرت خالدؓ کو ذات نبویؐ کے ساتھ جو محبت تھی، اُس کا یہ اثر تھا کہ مخالفین کی زبان سے بھی آنحضرت صلعم کی شان مین کسی قسم کی گستاخی نہین برداشت کر سکتے تھے ایک مرتبہ آپ کے پاس کچھ سونا آیا، آپؐ نے اس کو اہل نجد مین تقسیم کر دیا، قریش و انصار کو شکایت ہوئی، چنانچہ انھون نے کہا کہ آپ نے سب سونا نجدی سردارون کو دیدیا، اور ہم لوگون کو بالکل نظر انداز کر دیا، آپؐ نے یہ کہکر انکی تسلی کر دی کہ انکو تالیف قلب کے خیال سے دیتا ہون، اس پر نجدیون کے گروہ سے ایک شخص نے نکل کر کہا کہ محمد خدا سے ڈرو، آپؐ نے فرمایا اگر مین خدا کی نافرمانی کرتا ہون، تو پھر خدا کی اطاعت کون کرتا ہے، خالدؓ کو اس گستاخی پر غصہ آ گیا، اور انکی گردن اڑانے کی اجازت چاہی لیکن آپؐ نے روک دیا،[۲]

---

[۱] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۸۹، [۲] بخاری ج ۲ ص ۱۱۰۵،

آثار نبوی سے تبرک | ذات نبوی کے ساتھ ان کے اس احترام و عقیدت کا یہ اثر تھا کہ ہر وہ چیز جسکو آنحضرت صلعم کے ساتھ شرف انتساب حاصل ہوتا، اس کے ساتھ بھی والہانہ عقیدت رکھتے تھے، آنحضرت صلعم کے موے مبارک ایک ٹوپی مین سلوا لئے تھے جسکو پہنکر وہ میدان جنگ مین جاتے تھے، یرموک کے معرکہ مین یہ ٹوپی گر گئی تھی، حضرت خالدؓ بہت پریشان ہوئے اور آخر بڑی تلاش و جستجو کے بعد ملی۔[۵]

جہاد فی سبیل اللہ | جہاد فی سبیل اللہ حضرت خالدؓ کی کتاب زندگی کا بہت جلی اور نمایان باب ہے، انکی زندگی کا بیشتر حصہ اسی مین گذرا، گذشتہ غزوات اور عراق و شام کی فتوحات مین اسکی تفصیلات گذر چکی ہین، اسی ذوق جہاد اور راہ خدا مین سر و بال دوش بنانے مین آپ کو دربار رسالت صلعم سے سیف اللہ کا لقب ملا، تقریباً سوا سو لڑائیون مین اپنی تلوار کے جوہر دکھائے، جسم مین ایک بالشت حصہ بھی ایسا نہ تھا جو تیرون اور تلوارون کے زخم سے چھلنی نہ ہوا ہو،[۱] اکثر ذوق جہاد مین کہا کرتے تھے، کہ مجھے میدان جنگ کی سخت رات جسمین اپنے دشمنون سے لڑون، اس شب عروسی سے زیادہ مرغوب ہے جسمین میری محبوبہ مجھ سے ہمکنار ہو،[۲] آخر وقت جب اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے تھے، کہتے تھے کہ افسوس میری ساری زندگی میدان جنگ مین گذری، اور آج مین بستر مرگ پر جانور کی طرح ایڑیان رگڑ کے جان دے رہا ہون،[۳] خدا نے آپ کے قدمون مین یہ خاص برکت دی تھی، کہ جدھر رخ کیا، کبھی ناکام واپس نہ لوٹے، خود کہتے تھے کہ مین نے جس طرف کا رخ کیا، فتحیاب ہوا،[۴] اس قول کی صداقت پر تاریخ کا لفظ لفظ شاہد ہے، آنحضرت صلعم کو ان کی شجاعت پر اس قدر اعتماد تھا، کہ جب ان کے ہاتھ مین علم آجاتا

[۱] اصابہ ج ۲ ص ۹۹، [۲] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۲، [۳] اصابہ ج ۲ ص ۹۹، [۴] استیعاب ج ۱ ص ۱۵۸، [۵] اصابہ ج ۲ ص ۹۹،

تو آپ مطمئن ہو جاتے، چنانچہ غزوۂ موتہ مین جب حضرت خالدؓ نے علم سنبھالا، تو آنحضرت صلعم نے عنایت فرمایا کہ اب لڑائی کا تنور گرم ہوا[1] چونکہ سپہ گری ان کا آبائی پیشہ تھا، اس لئے ان کے پاس سامان حرب کافی تھا جسکو انھون نے اسلام لانے کے بعد راہ خدا مین وقف کردیا تھا[2]،

آنحضرت صلعم کا مدح کرنا | آنحضرت صلعم حضرت خالدؓ کی ان جان فروشیون اور قربانیون کی بہت قدر فرماتے تھے، اور متعدد موقعون پر مدحیہ لہجہ مین ان کا اعتراف فرمایا ہے، فتح مکہ کے موقع پر جبکہ مسلمان مختلف سمتون سے مکہ مین داخل ہو رہے تھے، ایک گھاٹی کی طرف خالدؓ بھی نمودار ہوئے، آنحضرت صلعم نے ابوہریرہؓ سے فرمایا، کہ دیکھو کون ہے، عرض کیا خالدؓ بن ولید، فرمایا یہ خدا کا بندہ بھی کیا خوب ہے[3]، آپ خود بھی قدردانی فرماتے، اور لوگون کو بھی انکا لحاظ رکھنے کی ہدایت فرماتے تھے، ایک موقع پر لوگون سے کہا کہ خالد کو تم لوگ کسی قسم کی تکلیف نہ دو کیونکہ وہ خدا کی تلوار ہے جس کو اس نے کفار پر کھینچا ہے[4]،

ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ کو زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا، تو ابن جمیل، خالدؓ اور عباسؓ نے دینے سے انکار کیا، آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا، تو فرمایا کہ ابن جمیل فقیر تھا، خدا نے اسکو دولت مند کیا، یہ اس کا عوض ہے لیکن خالدؓ بن ولید پر تم لوگ زیادتی کرتے ہو، انھون نے اپنا تمام سامان حرب خدا کی راہ مین وقف کر دیا، ان پر زکوٰۃ کیسی، رہا عباس کا معاملہ ان کا مین ذمہ دار ہون، کیا تم کو معلوم نہین ہے، کہ چچا بجائے باپ کے ہے[5]"

مزاج | چونکہ ان کی زندگی شروع سے آخر تک سپاہیانہ رہی، میدان جنگ مین آنکھ کھولی اور آخر دم تک میدان کارزار اُن کا جولانگاہ رہا، اس لئے مزاج مین تندی اور جھلاپن تھا

---

[1] ابن سعد ق ۲ ج ۴ تذکرۂ خالدؓ، [2] صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ او اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۴،

[3] مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۶۰ [4] اصابہ ج ۲ ص ۹۹ [5] ابو داؤد ج ۱ ص ۱۶۳، و مسلم ج ۱ ص ۲۶۲ مصر،

ذرا سی خلافِ مزاج بات پر بگڑ جاتے تھے، عمار بن یاسر کے ساتھ سخت کلامی کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے[1]

اسی طرح بنو جذیمہ کے معاملہ مین (جن پر آپ نے مشرک سمجھکر حملہ کر دیا تھا) جب عبدالرحمن بن عوفؓ نے اعتراض کیا، تو بہت برہم ہوئے، اور بہت سخت سست کہا[2]،

حق پرستی | لیکن اس سخت مزاجی کے باوجود ہٹ دھرمی نہ تھی، بلکہ حق بات کو قبول کرنے اور دوسرون کے فضائل کے اعتراف مین عار نہ کرتے تھے، معزولی کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے، کہ مجمع عام کے سامنے آپ کو اس طرح معزول کیا جاتا ہے، کہ سر سے ٹوپی اتار لی جاتی ہے، اور عمامہ گردن مین باندھ دیا جاتا ہے، اور آپ دم نہین مارتے، اور جب انکی جگہ پر ابو عبیدہؓ سپہ سالار مقرر ہوتے ہین تو لوگون سے مخاطب ہو کر کہتے ہین کہ اب اس امت کا امین تم پر امیر مقرر کیا گیا ہے[3]،

اشاعتِ اسلام | اشاعت اسلام ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے، خالدؓ آنحضرت صلعم کی زندگی مین، اور آپکے بعد برابر اس فریضہ کو ادا کرتے رہے، فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلعم نے اشاعت اسلام کی غرض سے جو سرایا بھیجے، ان مین سے کئی ایک انھین کی سرکردگی مین گئے تھے، چنانچہ بنو جذیمہ، بنو عبدالمدان بنحرانی انھین کی کوششون سے مشرف باسلام ہوئے اور اہل یمن کے اسلام مین حضرت علیؓ کیساتھ انکی کوششین بھی شامل تھین، فتنۂ ردہ مین طلیحہ کی جماعت بنو ہوازن، بنو سلیم اور بنو عامر وغیرہ دوبارہ انھین کی کوششون سے اسلام لائے[4]، ان جماعتون کے علاوہ منفرد طور پر بھی بعض مشہور لوگ آپکے ہاتھ پر اسلام لائے، چنانچہ جنگ یرموک مین قیصر روم کے سفیر جارج نے آکر اسلام قبول کیا[5]،

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۳، [2] اصابہ ج ۲ ص ۹۹، [3] ابن خلدون ج ۲ بعوث مرتدین

[4] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۱۶،

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام ونسب مغیرہ نام، ابوعبداللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، مغیرہ بن شعبہ بن ابی عامر بن مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن عوف بن قیس[1]،

اسلام غزوۂ خندق کے سال ۵ھ میں مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت کرکے مدینہ آگئے[2]،

غزوات مدینہ آنے کے بعد آنحضرت صلعم کے ساتھ قیام کیا، غزوۂ حدیبیہ میں آپکے ساتھ نکلے قریش اسمین مزاحم ہوئے، اور انکی طرف سے عروہ بن مسعود ثقفی گفتگو کیلئے آیا اور عرب کے عام قاعدہ کے مطابق دوران گفتگو میں بار بار آنحضرت صلعم کی ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتا تھا، مسلمان اس گستاخانہ طریقۂ تخاطب کے عادی نہ تھے، چنانچہ مغیرہ کو جو اس وقت ہتھیار لگائے، آنحضرت صلعم کی پشت کی جانب کھڑے تھے، یہ انداز گفتگو ناگوار ہوا، یہہر مرتبہ تلوار کے قبضہ کی طرف ہاتھ لے جاتے تھے، آخر مین نہ ضبط ہوسکا، ڈانٹ کر کہا، خبردار ہاتھ قابو مین رکھو! عروہ نے پہچان کر کہا او دغاباز کیا مین نے تیری دغابازی کے معاملہ مین تیری طرف سے کوشش نہین کی تھی[3]،

حدیبیہ کے بعد متعدد غزوات مین شرکت کا شرف حاصل کیا، آنحضرت صلعم نے ایک خاص سریہ مین ان کو اور ابوسفیان کو طائف بھیجا تھا، اسمین انھون نے نہایت بہادری

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۴۰۶، [2] استیعاب ج اول ص ۲۵۰، [3] زمانہ جاہلیت مین مغیرہ نے چند آدمیون کو قتل کردیا تھا مسعود ثقفی نے انکی دیت ادا کی تھی، یہ واقعہ بخاری کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحہ مع اہل الحرب مین مفصل مذکور ہے، ہم نے صرف اسی قدر لیا ہی جتنا مغیرہ کی ذات سے متعلق ہے،

سے دشمنون کو فاش شکست دی[1]،

آخری سعادت، آنحضرت صلعم کی تجہیز و تکفین کے وقت موجود تھے، جب لوگ جسد مبارک کو قبر انور مین رکھکر نکلے تو انھون نے عمداً قبر مین اپنی انگوٹھی گرادی، حضرت علیؓ نے کہا نکال لو، چنانچہ یہ قبر مین اُترے اور قدم مبارک کو ہاتھ سے مس کیا، اور کہا مٹی گراؤ، چنانچہ جب تھوڑی مٹی ڈالی جا چکی تو نکلے، انگوٹھی انھون نے اس لئے گرائی تھی تاکہ یہ شرف باقی رہجائے کہ ذات نبوی سے یہ سب آخری جدا ہونے والے ہین، اور ہمیشہ لوگون سے فخریہ کہا کرتے کہ مین تم سب مین آنحضرت صلعم سے آخری جدا ہونے والا ہون[2]،

عہد صدیقی، آنحضرت صلعم کے بعد شیخین کے عہد کی اکثر معرکہ آرائیون مین شریک رہے، اور بڑے بڑے کارنمایان کئے، سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے اہل بحیرہ کی طرف گئے پھر یمامہ کے مرتدون کی سرکوبی مین پیش پیش رہے[3]،

عہد فاروقی، فتنۂ ارتداد کے فرو ہونے کے بعد عراق کی فتوحات مین شریک ہوئے، بویب کی تسخیر کے بعد جب مسلمان قادسیہ کی طرف بڑھے، تو رستم نے مصالحت کی کوشش شروع کی، مسلمان سفرا جاتے تھے، مگر کوئی مفاہمت کی صورت نہ نکلتی تھی، آخر مین یہ خدمت مغیرہ کے سپرد ہوئی،

سفارت، ایرانیون نے اسلامی سفیر پر رعب ڈالنے کے لئے بڑی شان و شوکت سے دربار سجایا تھا، تمام افسران فوج دیبا و حریر کے بیش قیمت ملبوسات زیب تن کئے تھے، اور رستم زرنگار تاج سر پر رکھے تخت پر بیٹھا تھا، دربار مین کارچوبی کا فرش تھا، مغیرہؓ پہونچے تو بلا کسی جھجک کے سیدھے رستم کے تخت پر جاکر بیٹھ گئے، ان کا اس دلیری سے رستم کے پہلو بہ پہلو بیٹھ جانا درباریون کو

---

[1] مستدرک ج ۳ ص ۴۴۸، [2] ابن سعد ج ۲ ق ۲ ص ۷۷، ۷۸، [3] مستدرک ج ۳ ص ۴۴۸،

ناگوار ہوا، انھون نے ہاتھ پکڑ کے نیچے بٹھا دیا، مغیرہ رضؓ نے کہا ہم عرب ہین، ہمارے یہان یہ دستور نہین ہے، کہ ایک شخص خدا بنے، اور دوسرے لوگ اسکی پرستش کرین ہم سب ایک دوسرے کے برابر ہین، تم نے ہمکو خود بلایا ہے، ہم اپنی غرض سے نہین آئے ہین، پھر تمھارا یہ سلوک کہانتک مناسب ہے، اگر تم لوگون کا یہی حال رہا، تو بہت جلد نیست و نابود ہوجاؤ گے، بقاے سلطنت کی یہ صورت نہین ہے، ایرانی اس مساوات سے ناآشنا ے محض تھے، یہ خیالات سنکر دنگ رہگئے رستم بھی بہت نادم ہوا، بولا، کہ یہ نوکرون کی غلطی تھی، اور حسن تلافی کے طور پر ان کے ترکش سے تیر نکال کر مذاق کے لہجہ مین کہا کہ ان تکلون سے کیا ہوگا، کہا چنگاری کی لوگو چھوٹی ہو، مگر پھر بھی آگ ہے، پھر اس نے تلوار کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ تمھاری تلوار کس قدر بوسیدہ ہے، کہا گو نیام بوسیدہ ہے لیکن دھار تیز ہے، اس کے بعد اصل معاملہ پر گفتگو شروع ہوئی، رستم نے اپنی قوم کی شوکت و عظمت سطوت وجبروت اور عربون کی حقارت و کم پایگی کا تذکرہ کرکے کہا کہ گو تمھاری جیسی ناچیز قوم ہمارا کچھ نہین بگاڑ سکتی، تاہم اگر تم لوٹ جاؤ، تو تمھاری فوج اور سردار فوج کو ان کے مرتبہ کے موافق انعام دیا جائے گا، مغیرہ رضؓ نے نہایت جوش سے جوابی تقریر کی، اور آخر مین کہا اگر تم کو جزیہ نہین منظور ہے، تو تلوار تمھارا فیصلہ کریگی، رستم یہ سخت جواب سنکر آگ بگولا ہوگیا، بولا کہ "آفتاب کی قسم، طلوع آفتاب سے پہلے تمھاری فوج کو تہ و بالا کردونگا،" اس گفتگو کے بعد مغیرہ رضؓ واپس چلے آئے[1] اور قادسیہ کی مشہور جنگ مین بھی یہ شریک تھے[2]

عراق پر فوج کشی، ۔ سنہ ۱۹ھ مین رے، قومس، اور اصفہان والون نے یزدگرد سے خط و کتابت کرکے مسلمانون کے خلاف ساٹھ ہزار فوج جمع کی، اور مردان شاہ ورفش کاویانی لہرا

[1] طبری، ص ۲۲۷۳ تا ۲۲۷۷، [2] مستدرک ج ۳ ص ۴۴۷،

ہوا، نکلا، حضرت عمار بن یاسرؓ نے دربارِ خلافت مین اطلاع دی، حضرت عمرؓ نے خود نکلنے کا قصد کیا، لیکن پھر نظامِ خلافت کے اختلال کے خیال سے ارادہ فسخ کردیا، اور امرائے کوفہ و بصرہ کے نام فرمان جاری کئے کہ وہ اپنی اپنی جمعیت لیکر نہاوند کی طرف بڑھین اور نعمان بن مقرن کو سپہ سالار مقرر کر کے ہدایت کردی، کہ اگر تم شہید ہو تو حذیفہ بن یمان تمھاری قائم مقامی کرین، اگر وہ بھی شہید ہون، تو جریر بن عبداللہ بجلی جگہ لین، اور اگر وہ بھی شہید ہو جائین تو مغیرہ علم سنبھالین[1]،

دوسری سفارت، | جب اسلامی لشکر نہاوند کے قریب اترا، تو ایرانیون نے دوبارہ مصالحت کی گفتگو کے لئے ایک سفیر طلب کیا، مغیرہؓ اس خدمت کو، ایک مرتبہ نہایت حسن و خوبی کے ساتھ انجام دے چکے تھے، اس لئے دوبارہ پھر انھین کا انتخاب ہوا، یہ سفیر بن کر گئے تو دربار کا پھر وہی رنگ دیکھا، مردان شاہ سر پر تاجِ زرنگار رکھے طلائی تخت پر بیٹھا تھا، درباری چپ و راست چمکدار تلوارین لگائے، جن پر آنکھ نہین ٹھہرتی تھی، کھڑے تھے، مغیرہؓ نے کوئی توجہ نہ کی، اور سیدھے گھستے ہوئے چلے گئے، راستہ مین درباریون نے روکنا چاہا، کہا، سفرا کے ساتھ ایسا برتاؤ نہین کیا جاتا، اور مترجم کے ذریعہ سے گفتگو شروع ہوئی، مردان شاہ نے کہا، کہ تم عرب ہو، اور عربون سے زیادہ بدبخت، فاقہ مست، اور نجس قوم دنیا مین نہین ہے، میری سپاہ کب کا تمھارا فیصلہ کر چکی ہوتی، لیکن تم اس قدر ذلیل ہو کہ ہم ان کے تیر بھی تمھارے ناپاک خون سے آلودہ کرنا نہین چاہتے، اب بھی اگر تم واپس چلے جاؤ تو معاف کردیا جائے گا، ورنہ تمھاری لاشین میدانِ جنگ مین تڑپتی نظر آئین گی، انھون نے حمد و نعت کے بعد جواب دیا، کہ بے شک جیسا تمھارا خیال ہے، ایک زمانہ مین ہم ویسے

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۳۰۱، ۳۰۲

ہی تھے لیکن ہمارے رسول نے ہماری کایا پلٹ دی، اب ہر طرف ہمارے لئے میدان صاف ہے، اور بغیر تمھارے تاج و تخت چھینے اس وقت تک نہین لوٹ سکتے جب تک در میدان جنگ مین ہماری لاشین نہ تڑپین[1]، بہر حال یہ سفارت بے نتیجہ رہی، اور طرفین مین لڑائی کی تیاریان شروع ہو گئین، مغیرہؓ میسرہ کے افسر مقرر ہوئے، نہاوند کے معرکہ مین اسلامی فوج کے سپہ سالار نعمان بن مقرن ایسے سخت زخمی ہوئے کہ پھر جان بر نہ ہو سکے لیکن مسلمانون کے ثبات و استقلال مین کوئی فرق نہ آیا، اور بالآخر ایرانیون کو شکست ہوئی، اختتام جنگ کے بعد معقل، نعمان کی خبر لینے گئے، نفس کی آمد و شد باقی تھی لیکن نگاہ جواب دے چکی تھی، پوچھا کون ہے؟ معقل نے نام بتایا، پوچھا جنگ کا کیا نتیجہ رہا، عرض کی خدا نے کامیاب کیا، فرمایا الحمد للّٰہ عمرؓ کو اطلاع دو، اور یہ مژدہ سننے کے بعد طائر روح پرواز کر گیا[1]،

نہاوند کے بعد ایران پر عام فوج کشی ہوئی، ہر حصہ پر الگ الگ فوجین بھیجی گئین، ہمدان کی مہم مغیرہؓ کے سپرد ہوئی، انھون نے نہایت بہادری سے اس کو سر کیا، پھر اہل ایران کی درخواست پر صلح کر لی[2]،

بصرہ آباد ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کو یہان کا گورنر مقرر کیا، انھون نے اپنے عہد حکومت مین بہت سے نئے انتظامات کئے، باقاعدہ ایک دفتر کھولا، جہان سے سپاہیون کو تنخواہین اور وظیفہ خوارون اور وثیقہ پانے والون کے وظیفے اور وثیقے ملتے تھے، اس سے پہلے کوئی دفتر نہ تھا، اسکی ایجاد کا سہرا مغیرہ کے سر ہے[3]، کچھ دنون کے بعد ایک نہایت مکروہ جرم کے الزام مین ماخوذ ہوئے لیکن شہادت سے یہ الزام

[1] طبری ص ۲۶۰۲ و ۲۶۰۳، [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۳۱۲ و ۳۱۳،

[3] ایضاً ص ۴۵۱، و مستدرک ج ۳ ص ۴۴۸،

اُن پر ثابت نہ ہو سکا، حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے، کہ ایک صحابی کا دامن معصیت کی آلودگی سے پاک نکلا، تاہم سیاسی مصالح کے اقتضا سے اور اس خیال سے کہ الزام لگ چکا تھا بصرہ سے تبادلہ کر دیا، اور یہاں سے معزول کرکے عمار بن یاسر کی جگہ کوفہ کا گورنر بنایا،[1] حضرت عمرؓ کی وفات تک یہاں کے گورنر رہے،[2] اور جدید عثمانی انتظامات میں معزول کر دیئے گئے،

عہد معاویہ، اس کے بعد جب امیر معاویہؓ اور جناب امیرؓ میں اختلافات شروع ہوئے تو ابتدا میں مغیرہؓ جناب امیرؓ کے حامی وطرفدار تھے، چنانچہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر مخلصانہ مشورہ دیا، کہ اگر آپ اپنی خلافت کو مستحکم کرنا چاہتے ہیں، تو طلحہؓ و زبیرؓ کو کوفہ اور بصرہ کا والی بنائیے، اور معاویہ کو ان کے قدیم عہدہ پر واپس کیجئے، پورا استقلال ہو جانے کے بعد پھر جو خیال میں آئے وہ کیجئے گا،[3] لیکن جناب امیرؓ نے جواب دیا کہ طلحہؓ و زبیرؓ کے بارہ میں غور کرون گا، لیکن معاویہؓ جب تک اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں گے اسوقت تک نہ ان کو کہیں کا امیر بناؤن گا، اور نہ ان سے کسی قسم کی مدد لون گا، مغیرہؓ اس جواب سے بدظن ہو گئے،[4] امیر معاویہؓ کو خبر ہوئی تو انھوں نے اس زرین موقع سے فائدہ اٹھایا، اور ان کو اپنی طرف مائل کرکے ان سے بیعت لے لی،[5] اب مغیرہؓ معاویہ کے ساتھ تھے اور علی الاعلان جناب امیرؓ کی مخالفت شروع کر دی، مجمع عام میں آپ کے خلاف تقریرین کرتے اور لوگون کو آپ کی مخالفت پر ابھارتے تھے،[6]

مغیرہ کی حمایت نے امیر معاویہؓ کو بڑی قیمتی مدد پہونچائی، بڑی بڑی اہم گتھیاں انھون نے

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۳۴۴ و ۳۴۹، [2] استیعاب ج ۱ ص ۲۵۹، و مستدرک ج ۳ ص ۴۴۸ [3] استیعاب ج ۱ ص ۲۵۹، [4] اصابہ ج ۶ ص ۱۳۲، [5] مستدرک ج ۳ ص ۴۵۰،

اپنے ناخن تدبیر سے حل کردین، امیر معاویہؓ کے دعویٰ خلافت کے سلسلہ مین بعض مواقع ایسے نازک آگئے تھے، کہ اگر مغیرہ کا تدبر نہ ہوتا تو امیر معاویہؓ کو سخت ترین دشواریون کا سامنا کرنا پڑتا، زیاد دہاۃ عرب مین تھا، اور حضرت علیؓ کی طرف سے فارس کا والی تھا، یہ امیر معاویہ کا سخت ترین دشمن تھا، حضرت حسنؓ کی دست برداری کے بعد گو امیر معاویہ سارے عالم اسلامی کے خلیفہ ہوگئے تھے، لیکن زیاد انکی خلافت تسلیم نہین کرتا تھا، امیر معاویہ نے مشہور جفاکار بسر بن ارطاط کو اس سے مطیع کرنے پر مامور کیا، لیکن[1] اسکی سختیان بھی بیکار ثابت ہوئین، اور مغیرہ بن شعبہ نے اپنے تدبر سے زیاد کو امیر معاویہ کا مطیع بنا کر ایک بڑے خطرہ سے بچا لیا[2]،

کوفہ کی گورنری، سنہ ۴۱ھ مین امیر معاویہ نے مغیرہ کو ان کے حسن خدمات[3] کے صلہ مین کوفہ کا عامل بنایا، سنہ ۴۲ھ مین خارجیون نے بڑا سخت فتنہ برپا کیا، مغیرہ نے نہایت ہوشیاری اور سرعت سے انکو فرو کیا، اور خارجیون کا ایک سرغنہ مستورد مارا گیا، غرض مغیرہؓ نے معاویہ کی خلافت استوار کرنے مین پورا زور صرف کیا،

وفات، سنہ ۵۰ھ مین کوفہ مین طاعون کی وبا پھیلی، اسی مین انتقال کیا، وفات کے وقت ۷۰ سال کی عمر تھی[4]،

حلیہ، سر بڑا، بال بھورے، لب پیوستہ، بازو فراخ اور شانہ کشادہ تھے[5]،

اولاد، وفات کے وقت ۳ اولادین چھوڑین، عروہ، حمزہ، عقار[6]،

فضل وکمال، مغیرہؓ بن شعبہ گو ایک مدبر اور فوجی شخص تھے، تاہم ان کو مذہبی علوم سے بھی

---

[1] ابن اثیر ج ۳ ص ۱۶۸، [2] ایضاً ص ۱۸۲، [3] اصابہ ج ۶ ص ۱۳۲،
[4] تہذیب التہذیب تذکرہ مغیرہؓ بن شعبہ،

وافر حصہ ملا تھا، اور اپنے زمرہ میں علمی حیثیت سے ممتاز شخصیت رکھتے تھے، ان کی ۱۳۳ روایتیں حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، ان میں سے ۹ متفق علیہ ہیں، اور ایک میں امام بخاری، اور ۲ میں مسلم منفرد ہیں[1]، تلامذہ کا دائرہ بھی خاصہ وسیع تھا، ان میں ان کے تینوں لڑکے عروہ، حمزہ، عقار اور عام لوگوں میں جبیرہ بن وحیہ، مسور بن مخرمہ، قیس بن ابی حازم، مسروق بن اجدع، نافع بن جبیر بن مطعم، عروہ بن زبیر اور عمرو بن وہب قابل ذکر ہیں[2]،

گو مغیرہ مذہبی علوم سے بے بہرہ نہ تھے لیکن انکی عظمت ووقار کا علم علم و افتاء کی مسند کے بجائے سیاست کی خارزار وادیوں میں گڑا ہے، کہ یہی ان کے کمال کا حقیقی مظہر تھا، عقل و دانش، اور تدبیر و سیاست کے لحاظ سے وہ عرب کے ممتاز مدبرین میں تھے، ان کا شمار "دہاۃ عرب" میں تھا، اور اپنے غیر معمولی دل و دماغ کے سبب سے "مغیرۃ الرائے" کہلاتے تھے[3]، اسی وصف کی بنا پر حضرت عمرؓ کے عہد میں بڑے بڑے ذمہ دار عہدوں پر ممتاز رہے، اور دربار ایران تک ان کے تدبر کا سکہ جم گیا تھا،

قبیصہ بن جابر کا بیان ہے، کہ میں عرصہ تک مغیرہ کے ساتھ رہا، وہ اس تدبیر و سیاست کے آدمی تھے کہ اگر کسی شہر کے ۸ دروازے ہوں، اور ان میں ایک میں سے بھی بغیر ہوشیاری اور چالاکی کے گذرنا دشوار ہو تو مغیرہؓ آٹھوں دروازوں سے نکل جاتے[4]، اہم امور کی گتھیاں سلجھانے میں ان کو خاص امتیاز حاصل تھا، جب کسی معاملہ میں رائے قائم کرتے تو اسی میں مفر کی صورت نکلتی[5]،

ان کی تدبیر و سیاست کے بعض واقعات نہایت دلچسپ ہیں، عموماً پولیٹیکل عہدہ داران

---

[1] تہذیب الکمال ص ۳۸۰، [2] تہذیب التہذیب تذکرہ مغیرہ بن شعبہ، [3] اصابہ و استیعاب تذکرہ مغیرہ بن شعبہ
[4] تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۰۲، [5] مستدرک ج ۳ تذکرہ مغیرہؓ،

کا طریقِ حکمرانی رعایا میں ناپسندیدہ ہوتا ہے مغیرہؓ بھی انھیں میں تھے، حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں ان کو بحرین کا گورنر بنایا تھا، یہاں کی رعایا نے ان کی شکایت کی حضرت عمرؓ نے ان کو معزول کردیا، معزولی کے بعد چلتے چلتے رعایا نے ایک اور چوٹ لگائی، اور آئندہ واپسی کے خطرہ کو روکنے کے لئے، یہاں کے ایک زمیندار نے ایک لاکھ کی رقم جمع کرکے دربارِ خلافت میں پیش کی، کہ مغیرہؓ نے سرکاری محاصل سے خیانت کرکے ہمارے پاس جمع کرائی تھی حضرت عمرؓ نے نہایت سختی سے باز پرس کی، معاملہ بہت نازک تھا، رقم موجود تھی، سیکڑوں شاہد تھے، مزید ثبوت کی ضرورت نہ تھی، لیکن انھوں نے دماغی توازن قائم رکھا، اور نہایت اطمینان کے ساتھ کہا میں نے دولاکھ جمع کئے تھے، ایک لاکھ اس نے دبالیا، یہ سنکر زمیندار بہت سراسیمہ ہوا، اور حلف وغیرہ لے کر اپنی صفائی پیش کی، کیونکہ مغیرہؓ کو جو سزا ہوتی وہ ہوتی، لیکن فی الحال اسکو پورے دولاکھ دینے پڑتے، لیکن یہ واقعہ محض مغیرہؓ کو بدنام کرنے کے لئے بنایا گیا تھا، اس لئے تحقیقات سے غلط ثابت ہوا، حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا، تم نے دولاکھ کا کیوں اقرار کیا، بولے انھوں نے تہمت لگائی تھی اور اس کے سوا بدلہ لینے کی کوئی صورت نہ تھی[1]،

حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص

نام ونسب، خالدؓ نام، ابوسعید کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، خالد بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس، بن عبد مناف بن قصی قرشی اموی، ننہالی تعلق ثقیف سے تھا[2]،

اسلام، حضرت خالدؓ ان خوش نصیب بزرگوں میں ہیں، جو اس وقت مشرف باسلام ہوئے، جب چند بندگانِ خدا کے سوا ساری دنیا توحید کی آواز سے ناآشنا تھی، انھیں کے

---

[1] اصابہ ج ۶ ص ۱۳۳، [2] اسدالغابہ ج ۲ صفحہ ۹۰،

اسلام سے ان کے گھر مین اسلام کی روشنی پھیلی، اس کا واقعہ یہ ہے، کہ دعوت کے ابتدائی زمانہ مین انھون نے خواب دیکھا، کہ یہ ایک آتشین غار کے کنارے کھڑے ہین، اور ان کے والد ان کو اس مین ڈھکیل رہے ہین لیکن رسول اللہ صلعم گلا پکڑے ہوئے روک رہے ہین، اس خواب پریشان نے آنکھ کھولدی، گھبرا کر اٹھ بیٹھے، اور بے ساختہ زبان سے نکل گیا، کہ خدا کی قسم، یہ خواب حقیقت ہے، پھر اسکو حضرت ابوبکرؓ سے بیان کیا، انھون نے کہا مین تمکو دوستانہ مشورہ دیتا ہون، کہ تم فوراً حلقہ بگوش اسلام ہو جاؤ، تم ایک نہ ایک دن ضرور مشرف باسلام ہوگے، اور تمھارے والد اس آتشین غار مین گرین گے لیکن تم کو اسلام اس مین گرنے سے بچالے گا، چنانچہ خالدؓ نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر پوچھا، آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہین، آپ نے فرمایا بلا شرکت غیر خدائے واحد کی پرستش کرو، مجھ کو اسکا بندہ اور رسول مانو اور ان پتھرون کی پوجا چھوڑ دو، جو تمھارے نفع اور نقصان کسی چیز پر قدرت نہین رکھتے، حتی کہ اس سے بھی لاعلم ہین، کہ ان کی پرستش کے دعویدارون مین کون ان کی پرستش کرتا ہے، اور کون نہین کرتا، یہ تعلیمات سنکر، دل کے جذبات زبان پر آگئے اور دل کے ساتھ زبان نے بھی خدا کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کی تصدیق کر دی[1]،

آزمایش اور استقامت، اسلام لانے کے بعد گھر والون سے چھپکر آنحضرت صلعم کے ساتھ دعوت اسلام مین مصروف ہوگئے، والد کو خبر ہوئی، تو انھون نے ان کے بھائیون کو ان کے پکڑنے کے لئے بھیجا، وہ ان کو گرفتار کر کے لے گئے، پہلے اسلام چھوڑنے کا مطالبہ ہوا، یہان جواب صاف تھا، کہ جان جائے، لیکن محمد صلعم کا مذہب نہین چھوٹ سکتا، اس جواب

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۴۸،

پر پہلے زجر و توبیخ شروع ہوئی، یہ بھی بے اثر ثابت ہوئی تو زد و کوب کی نوبت آئی، اور اس بے دردی سے مارا کہ سر پر پڑتے پڑتے لکڑی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی جب مارتے مارتے تھک گئے، تو پھر بازپرس شروع ہوئی کہ تم نے محمد (صلعم) کی حرکتون کو جانتے ہوئے ان کا ساتھ کیون دیا، تم آنکھون سے دیکھتے ہو، کہ وہ پوری قوم کی مخالفت کرتے ہین، ان کے معبودون اور ان کے آباو اجداد کو برا بھلا کہتے ہین، اور اسمین تم بھی انکی ہمنوائی کرتے ہو، اس استدلال، زجر و توبیخ اور زد و کوب کے بعد بھی اس بادۂ حق کے متوالے کی زبان سے نکلا کہ، خدا کی قسم! وہ جو کچھ کہتے ہین، سچ کہتے ہین، اور اسمین مین ان کے ساتھ ہون، جب سنگدل باپ ہر طرح سے تھک چکا، تو عاجز ہو کر قید کر کے کھانا، پینا بند کردیا، اور لوگون سے منع کردیا کہ کوئی شخص ان سے گفتگو نہ کرے، یہ کئی دن تک بے آب و دانہ تنہائی کی قید جھیلتے رہے، چوتھے دن موقع پاکر نکل کے، اطراف مکہ مین روپوش ہوگئے[1]،

ہجرت حبشہ جب مسلمانون کا دوسرا قافلہ حبشہ جانے لگا، تو یہ بھی اپنی بیوی امیمہ یا ہمینہ اور بھائی عمرو کو ساتھ لیکر حبشہ چلے گئے یہین ان کے صاحبزادہ سعید اور صاحبزادی ام خالد پیدا ہوئین[2]،

ہجرت مدینہ اور غزوات غزوۂ خیبر کے زمانہ مین حبشہ سے مدینہ گئے، گو یہ اسمین شریک نہ ہوئے تھے لیکن آنحضرت صلعم نے مال غنیمت مین ان کا حصہ بھی لگایا، اس کے بعد عمرۃ القضا، فتح مکہ، حنین، طائف، اور تبوک وغیرہ سب مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے ابتدائی غزوات بدر و احد، وغیرہ مین شریک نہین ہوسکے تھے، اس محرومی پر ہمیشہ متاسف رہے، آنحضرت صلعم سے عرض کی یارسول اللہ! ہم لوگ بدر کے شرف سے محروم رہنے

[1] طبقات ابن سعد جز ۴ قسم ۱ ص ۶۷، و استیعاب ج ۱ ص ۱۵۵ [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۹۱ [3] استیعاب ج ۱ ص ۱۵۴

آپ نے جواب دیا کہ کیا تم کو یہ پسند نہیں ہے کہ لوگون کو ایک ہجرت کا شرف ملے اور تمکو دو کا۔

مدینہ کا قیام، مدینہ آنے کے بعد[1] آنحضرت صلعم نے مراسلات کا عہدہ ان کے متعلق کر دیا تھا چنانچہ تحریری نامہ و پیام کی خدمت یہ انجام دیتے تھے، ۹ھ مین بنو ثقیف کا جو وفد آیا تھا اس کے اور آنحضرت صلعم کے درمیان یہی گفتگو کرتے تھے، وفد کے مشرف باسلام ہونے کے بعد معاہدہ بھی انھین نے تحریر کیا تھا[2]،

یمن کی گورنری، حضرت خالد کے کنبہ بھر مین تحکمانہ شان تھی، اس لیے[3] آنحضرت صلعم نے تینون بھائیون کو حکومت کے عہدون پر ممتاز کیا تھا، آبان کو بحرین پر، عمرو کو تیما پر، اور خالد کو یمن پر مامور کیا، یہ تینون تاحیات نبوی نہایت تدبیر و سیاست کے ساتھ حکمرانی کرتے رہے آپکی وفات کی خبر سنکر وہان سے واپس ہوئے حضرت ابوبکرؓ نے دوبارہ بھیجنا چاہا، اور پوچھا کہ تملوگ کیون اپنے عہدون کو چھوڑ کر چلے آئے، تم لوگ آنحضرت صلعم کے مقرر کردہ عامل ہو، تم سے زیادہ کون اس عہدہ کا مستحق ہے، لیکن انھون نے یہ کہکر واپسی سے انکار کر دیا، کہ ہم ابی احیحہ کی اولاد ہین، آنحضرت صلعم کے بعد کسی کے عامل نہ بنین گے[3]،

حضرت ابوبکرؓ کی بیعت مین تاخیر، خالد کو ابتدا مین حضرت ابوبکرؓ کی خلافت سے اختلاف تھا، انھون نے دو مہینہ تک بیعت نہین کی، اور حضرت علیؓ اور عثمانؓ سے جاکر کہا، کہ آپ لوگون نے غیرون کی خلافت کس طرح ٹھنڈے دل سے قبول کرلی حضرت ابوبکرؓ نے اس پر کوئی بازپرس نہ کی، البتہ حضرت عمرؓ بہت برہم ہوئے[4]، لیکن دو مہینے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے حسن اخلاق سے متاثر ہوکر بیعت کرلی،

حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت مین فتنۂ ارتداد کی روک تھام مین بڑی سرگرمی سے

---

[1] ابن سعد جز ۴ ق ۱ ص ۶۷، [2] زرقانی ج ۴ ص ۹ [3] استیعاب ج ۱ ص ۱۵۵ [4] طبری ص ۲۰۷۹،

حصہ لیا، مشہور مرتد عمرو بن معدیکرب زبیدی کو جو اسود عنسی کے حلقہ مین تھا، زخمی کیا، اور اسکی
تلوار اور گھوڑا چھین لیا، مگر وہ بچ کر بھاگ گیا[1]، فتنۂ ارتداد فرو ہونے کے بعد شام کی فوجکشی
کے سلسلہ مین حضرت ابوبکرؓ نے ان کو فوج کے ایک حصہ کا سپہ سالار بنایا لیکن حضرت عمرؓ نے
اختلاف کیا کہ جس شخص نے بیعت مین لیت و لعل کی ہو وہ ہرگز اعتماد کے لائق نہین، پھر وہ
کوئی ایسے بنرد آزما بھی نہین کہ فوجی ذمہ داری ان کے سپرد کیجائے، حضرت ابوبکرؓ پہلے متردد
تھے لیکن آخر مین حضرت عمرؓ کے اصرار سے مجبور ہوگئے، تاہم معزول نہین کیا، لیکن سپہ سالاری
کے عہدہ سے تنزل کرکے تیما کی امدادی فوج کے دستہ کا امیر بنادیا، اور ان کی جگہ یزید بن ابی
سفیان کا تقرر کیا، اور خالدؓ کو یہ ہدایتین دے کر کہ "راستہ مین ان مسلمانون کو جو پہلے ارتداد کی شورش
مین نہ شریک ہوے ہون، ساتھ لے لینا، اور بغیر میرا حکم ملے ہوئے خود حملہ کی ابتدا نہ کرنا"
تیما روانہ کردیا، رومیون کو خبر ہوئی، تو انھون نے بہت سے عربی قبائل کو لے کر مختلف اطراف
مین چھاپے مارنا شروع کردیئے، خالد نے دربار خلافت مین اطلاع بھیجی، وہان سے مقابلہ
کرنے کا حکم آیا، لیکن خالد کے بڑھتے بڑھتے رومی منتشر ہوگئے، اور عربی قبائل جو ان کے ساتھ ہوگئے
تھے پھر اسلام لے آئے، خالد نے پھر اطلاع بھیجی، آپ نے حکم دیا، کہ ابھی پیش قدمی جاری
رکھو، مگر اس طرح کہ دشمن عقب سے حملہ نہ کرسکین، اس حکم کے مطابق یہ آگے بڑھے، باہان
رومی مقابلہ کو نکلا لیکن شکست کھائی، انھون نے اسکی اطلاع دربار خلافت مین بھیجی، نیز
مزید امدادی فوج طلب کی،[2]

اسی دوران مین عام لشکر کشی ہوئی، عکرمہ ذوالکلاع اور ولید خالد کی مدد کے لئے بھیجے گئے
ان کے پہونچتے ہی خالد رومیون کے مقابلہ مین نکلے، باہان بطریق روم اپنی فوج کو دمشق

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۲۰۰، [2] طبری ص ۲۰۷۹ تا ۲۰۸۱ و ابن اثیر ج ۲ ص ۲۰۸

کی طرف ہٹائے گیا، لیکن یہ برابر بڑھتے ہوئے چلے گئے، اور دمشق و واقوصہ کے درمیان خیمہ زن ہوئے باہان کا مسلح دستہ تاک مین لگا ہوا تھا، اس نے ہر چہار طرف سے ناکہ بندی کر دی، اور خود حملہ کرنے کے لئے بڑھا، راستہ مین خالد کے صاحبزادہ سعید ملے، ان کو گھیر کر شہید کر دیا! خالدؓ کو خبر ہوئی، تو اس قدر بدحواس ہوئے کہ آگے بڑھکر بدلہ لینے کے بجائے پیچھے ہٹتے چلے گئے، عکرمہ نے البتہ یہ ہوشیاری کی، کہ باہان کو ان کے تعاقب سے روک دیا، اور یہ ذوالمروہ مین آکر مقیم ہو گئے، پھر کچھ دنون کے بعد مدینہ آئے حضرت ابوبکرؓ نے اس کمزوری پر مناسب تنبیہ کی اور لوگون سے کہا واقعی عمرؓ اور علیؓ ان کا زیادہ تجربہ رکھتے تھے، کاش مین نے ان کے مشورہ پر عمل کیا ہوتا[۱] یعنی فوجی ذمہ داری نہ سپرد کرتا، اس کے بعد برابر لڑائیون مین شریک ہوتے رہے، اور گذشتہ کمزوری کی تلافی مین بڑے جوش اور دلولہ سے لڑتے تھے چنانچہ فحل، دمشق وغیرہ مین جانبازیان دکھائین،

شہادت! فحل کی مہم کے بعد اسلامی فوج نے مرج صفر کا رخ کیا، اسی درمیان مین خالدؓ نے ام حکیم سے عقد کر لیا، اور مرج صفر پہونچ کر بیوی سے ملنے کی تیاریان شروع کین، بیوی نے کہا بہتر ہوتا، کہ اس معرکہ کے بعد اطمینان سے ملتے، کہا میرا دل کہتا ہے کہ اس لڑائی مین جام شہادت پیون گا، اس لئے چاہتا ہون کہ عروس تیغ کے گلے ملنے سے قبل تم سے مل لون، وہ راضی ہو گئین، چنانچہ میدان جنگ مین بیوی کے پاس شب باش ہوئے، اور صبح کو احباب کی دعوت کی، ابھی یہ لوگ کھانے سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے، کہ رومی میدان مین آ گئے، ایک رومی نے مبارز طلبی کی، خالد مقابلہ کے لئے نکلے اور نکلتے ہی شہید ہو گئے، اس کا اندازہ مشکل ہے، کہ ان کی شہادت سے اس نوعروس کے دل پر کیا گذری ہوگی، جو

[۱] طبری ص ۲۰۸۴ تا ۲۰۸۶

جامۂ عروسی پہنتے ہی سوگ نشین ہوگئی، لیکن انکی رگون مین عربی خون دوڑ رہا تھا، اس لئے شکستہ خاطر ہونے کے بجائے اور زیادہ جوش پیدا ہوگیا، اور اس دل خستگی کے باوجود مردون کے دوش بدوش میدان جنگ مین لڑی اور شوہر کے انتقام مین سات رومیون کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا،[1]

اولاد، امیمہ یا ہمینہ بنت خلف کے بطن سے دو اولادین ہوئین سعید اور امہ یا ام خالد، سعید خالد کی زندگی مین شہید ہوگئے تھے، امہ حضرت زبیر بن عوامؓ سے بیاہی تھین،

اخلاق، خالدؓ لباس وغیرہ مین آنحضرت صلعم کی مشابہت کی کوشش کرتے تھے، چنانچہ انکی انگوٹھی کا نقش بھی محمد رسول اللہ (صلعم) تھا، یہ انگوٹھی آنحضرت صلعم نے ان سے لی تھی، جو ہمیشہ آپ کے ہاتھ مین رہی،[2]

فضل وکمال، عرب کے عام دستور کے خلاف ان کو لکھنے پڑھنے مین مہارت حاصل تھی، چنانچہ یمن والون کو جو امان نامہ آنحضرت صلعم نے دیا تھا، اسکی کتابت انھین نے کی تھی،[3]

حضرت شرحبیل بن حسنہؓ

نام ونسب، شرحبیل نام، ابو عبد اللہ کنیت، والد کا نام عبد اللہ تھا، لیکن یہ شرحبیل کے بچپن مین فوت ہوگئے تھے، اور ان کی مان حسنہ نے سفیان انصاری سے شادی کر لی تھی، اس لئے شرحبیل باپ کے بجائے مان کی نسبت سے شرحبیل بن حسنہ مشہور ہوگئے، نسب نامہ یہ ہے، شرحبیل بن عبد اللہ بن مطاع بن عبد اللہ بن غطریف بن عبد العزیٰ بن حثیامہ بن مالک

[1] فتوح البلدان بلاذری، ص ۱۲۵، تفصیل ابن سعد سے ماخوذ ہے [2] استیعاب ج ۱ ص ۱۵۵، [3] ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۵، [4] اسد الغابہ الغابہ ج ۲ ص ۱۹۳،

بن ملازم بن مالک بن رہم بن سعد بن یشکر بن مبشر بن غوث بن مرفیلہ، ان کے انتساب مین اختلاف ہے، بعض کندی بتاتے ہین، اور بعض تمیمی،

اسلام وہجرت، شرحبیلؓ دعوتِ اسلام کے آغاز مین اسلام کے شرف سے مشرف ہوے اور پہلے حبشہ کی ہجرت کی، وہان سے مدینہ آئے اور رمان کے تعلق سے بنی زریق مین قیام پذیر ہوئے[1]

ہجرت سے لیکر آنحضرت صلعم کی وفات تک کوئی واقعہ قابل ذکر نہین ہے، کیونکہ بڑا زمانہ حبشہ کے قیام مین صرف ہوچکا تھا، ان کے کارنامون کا آغاز عہد صدیقی سے ہوتا ہے، شام کی فوجکشی مین صوبہ اردن پر بھیجے

بصری کا معرکہ چنانچہ اس سلسلہ کے سب سے پہلے معرکہ بصری مین افسر تھے، آغازِ جنگ کے قبل ان مین اور بصری کے حاکم رومانس مین گفت وشنید بھی ہوئی لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہین نکلا تھا، اور یہ فوج مرتب کرکے آگے بڑھ رہے تھے، کہ خالدؓ پہونچ گئے، ان کے آنے کے بعد یہ سپہ سالار اعظم ہوئے اور انھین کی سپہ سالاری مین اہل بصرے نے جزیہ قبول کیا،[2]

اجنادین بصری کے بعد رومی اجنادین مین جمع ہوئے، خالدؓ مقابلہ کو بڑھے، شرحبیل بھی کچھ دور جاکر ان سے مل گئے، اور دونون مل کر رومیون سے معرکہ آرا ہوئے، اور ایک خون ریز جنگ کے بعد مسلمان کامیاب ہوئے،

دمشق، دمشق کی پیدل فوج کے کماندار تھے[3] اور اس کے محاصرہ مین یہ باب فرادیس پر متعین تھے[4]، اور فتح تک اپنے فرائض ادا کرتے رہے،

فحل، دمشق کے بعد جب مسلمان فحل ہوتے ہوئے بیسان کی طرف بڑھنے والے تھے، لیکن درمیان مین پانی کی وجہ سے فحل مین رک گئے تھے، اس وقت بھی شرحبیل ساتھ تھے، اور

---

[1] ابن سعد تذکرہ شرحبیل بن حسنہ رضؓ [2] فتوح البلدان ص ۱۱۹ [3] طبری ۲۱۵۱ [4] فتوح البلدان ص ۱۲۷

ان کی احتیاط کی بنا پر مسلمان ایک خطرناک صورت حال سے بچ گئے، رومیون نے دریا کا بند توڑ دیا تھا اس لئے فحل اور بیسان کے درمیان پانی پانی ہوگیا تھا، مسلمان فحل سے آگے نہ بڑھ سکے اور وہین مقیم ہوگئے، شرحبیل اس نازک موقع پر رات بھر جاگتے تھے، کہ مبادا رومی عقب سے حملہ آور نہ ہوجائین، ان کی یہ پیش بینی اور احتیاط بہت کام آئی، رومی واقعی ایک دن اچانک پشت سے آ گئے لیکن شرحبیلؓ ہوشیار تھے اس لئے رومیون کو شکست ہوئی[1]،

بیسان فحل کے بعد شرحبیل اور عمرو بن العاصؓ بیسان کی طرف بڑھے بیسان والے فحل کا انجام دیکھ چکے تھے، اس لئے پہلے سے قلعہ بند تھے، شرحبیلؓ نے پہونچتے ہی محاصرہ کرلیا، عرصہ تک محاصرہ قائم رہا، ایک دن دو چار آدمی نکلے وہ مارے گئے، آخر مین مجبور ہوکر دمشق کے شرائط پر صلح کرلی، طبریہ والون نے بیسان کا حال دیکھ کر ابوالاعور سے خواہش ظاہر کی کہ اس کو شرحبیلؓ سے ملنے کی اجازت دیجائے، انھون نے اجازت دیدی چنانچہ اسقف ان سے ملکر بیسان کے شرائط پر صلح کرلی[2]،

صوبۂ اردن اور اسکی آبادیان اس کے بعد شرحبیلؓ بن حسنہ نے صوبہ اردن کے تمام شہر نہایت آسانی سے فتح کرلئے، اور ان کے لینے مین کوئی زیادہ خون ریزی نہین ہوئی، تقریباً تمام مفتوحہ علاقہ مین دمشق کے شرائط پر صلح ہوئی، اردن کے شہرون مین سوسیہ، افیق، جرش، بیت، راس، قدس، جولان، وغیرہ قابل ذکر ہین[3]،

یرموک یرموک کی مہم مین جب مسلمان شام کے مختلف حصون سے سمٹ کر یرموک مین جمع ہوئے تو شرحبیل بھی آئے اور یہ اور یزید بن ابی سفیان ایک جگہ ٹھہرے، خالدؓ سپہ سالار تھے، انھون نے جدید طریقہ پر فوج کو چھتیس حصون پر تقسیم کرکے ہر حصہ پر الگ الگ افسر مقرر کئے چنانچہ

---

[1] اس واقعہ مین روایات مختلف ہین، [2] طبری ص ۲۱۵۸، ۲۱۵۹، [3] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۲۳،

میمنہ اور میسرہ کے حصہ پر عمرو بن العاص اور شرجیل متعین تھے[1]، میدان جنگ میں رومیوں کے ابتدائی حملہ میں جب مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، اور بہت سے مسلمان میدان جنگ سے باہر نکل آئے اس وقت بھی شرحبیلؓ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی، اور نہایت جانفروشی سے لڑ رہے تھے اور اخیر تک دادِ شجاعت دیتے رہے،

وفات، سنہ ۱۸ھ میں ابھی اسلامی فوجیں شام میں برسرپیکار تھیں، کہ عراق، شام اور مصر میں طاعون کی وبا پھیلی، عمرو بن العاصؓ نے مشورہ دیا کہ فوجیں وبائی مقامات سے ہٹا کر محفوظ علاقوں میں بھیجدی جائیں، لیکن شرحبیلؓ بڑے متوکل شخص تھے، انھوں نے کہا کہ عمرو بن العاصؓ نادان ہیں، میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ طاعون خدا کی رحمت اور انبیا کی دعا ہے، اس کے قبل صالحین نے اسی میں وفات پائی ہی، اس لئے ہرگز نہ ہٹنا چاہئے[2] چنانچہ یہ کسی طرح نہ ہٹے، اور اسی ناہر وبا میں ۶۷ سال کی عمر میں وفات پائی، اور گذشتہ صلحائے امت سے جا ملے[3]،

فضل وکمال، گو ان کی ساری زندگی جہاد کے میدان میں گذری، تاہم احادیث نبوی سے تہی دامن نہ تھے، جعفر بن ربیعہ اور عبد الرحمٰن الاشعری نے ان سے روایت کی ہے[4]،

حضرت خباب بن ارتؓ

نام ونسب، خباب نام، ابوعبداللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، خباب بن ارت بن جندلہ بن سعد بن خزیمہ بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم، زمانۂ جاہلیت میں غلام بنا کر مکہ میں فروخت کئے گئے[5]،

---

[1] طبری ص ۲۰۱۹، [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۹۶، [3] استیعاب ج ۲ ص ۲۰۵،

[4] تہذیب الکمال ص ۱۶۵، [5] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۶،

اسلام، حضرت خبابؓ ان خوش نصیب بزرگون مین ہین، جو دعوت اسلام کے بالکل ابتدائی زمانہ مین یعنی زید بن ارقم کے گھر مین آنحضرت صلعم کے پناہ گزین ہونے کے قبل مشرف باسلام ہوئے[1] اسلام لانے والون مین انکا چھٹا نمبر تھا، اسی لئے سادس الاسلام کہلاتے تھے،

ابتلاو آزمائش ان کے اسلام قبول کرنے کے زمانہ مین اسلام کا اظہار تعزیرات مکہ مین ایسا شدید جرم تھا، جس کی سزا مین مال و دولت، ننگ و ناموس ہر چیز سے ہاتھ دھونا پڑتا تھا، لیکن حضرت خبابؓ نے اس کی مطلق پرواہ نہ کی، اور بیانگ دہل اپنے اسلام کا اظہار کا کیا،[2] اس صورت مین مکہ کا بڑا سے بڑا آدمی بھی مشرکین کے دست ستم سے نہین بچ سکتا تھا، خبابؓ تو غلام تھے، ان کا خدا کے سوا کون پشت پناہ تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ معاندین اسلام کے جور و ستم کا بادل ہر طرف سے سمٹ کر ان پر برسنے لگا، وہ انکو ایسی ایسی عبرت انگیز سزائین دیتے تھے، کہ جو انسانی شقاوت اور درندگی کی آخری حد ہے، ننگی پیٹھ، دہکتے ہوئے انگارون پر لٹا کر سینہ پر ایک بھاری پتھر رکھکر ایک آدمی مسلتا، اور وہ اس وقت تک ان انگارون پر کباب ہوتے رہتے، جب تک خود انکے جسم کی رطوبت اس آگ کو نہ بجھاتی،[3] لیکن اس سختی کے باوجود زبان کلمۂ حق سے نہ پھرتی، رحمۃ للعالمین اس کس مپرسی کی حالت مین تالیف قلب فرماتے تھے، لیکن آقا اتنا سنگ دل تھا، کہ وہ ان کے لئے اتنا سہارا بھی نہ برداشت کر سکا، اور اسکی سزا مین لوہا آگ مین تپا کر اس سے انکا سر داغا،[4] انھون نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ میرے لئے بارگاہ ایزدی مین دعا فرمایئے کہ وہ مجھکو اس عذاب سے نجات دے، آپؐ نے دعا فرمائی کہ، "خدایا خباب کی مدد کر"،

جب اس جسمانی سزا سے بھی آتش انتقام سرد نہ پڑتی تو مالی نقصان پہنچاتے، کہ ایک

---

[1] ابن سعد ج ۳ ق ۱ ص ۱۱۶، [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۱۶، [3] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۱۱۷،

[4] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۷،

خستہ حال کے لئے مالی نقصان بھی جسمانی سزا سے کم نہین، عاص بن وائل کے ذمہ ان کا کچھ قرض تھا، یہ جب تقاضا کرتے تو جواب دیتا کہ جب تک محمد (صلعم) کا ساتھ نہ چھوڑ و گے، اس وقت تک نہین مل سکتا، یہ جواب دیتے کہ جب تک تم مرکر دوبارہ زندہ نہ ہو گے مین محمد (صلعم) سے الگ نہین ہو سکتا وہ کہتا اچھا مین مرکے پھر زندہ ہونگا، اور مجھکو مال اور اولاد ملے گی، اس وقت تمھارا قرض چکا دونگا (اس سے مسلمانون کے اس عقیدے پر تعریض تھی، کہ مرنیکے بعد دوبارہ زندگی ملے گی) اس واقعہ پر کلام اللہ کی یہ آیہ نازل ہوئی،[1]

اَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا،

(سورۂ مریم ع ۵)

اے محمد! کیا تم نے اس شخص کے حال پر نظر کی جس نے ہماری آیات سے کفر کیا، اور کہا کہ (قیامت مین بھی) مجھکو مال اور اولاد ملے گی، کیا اسکو غیب کی خبر ہو گئی یا اس نے خدائے رحمٰن سے عہد لیا ہے، ہرگز نہین یہ جو کچھ کہتا ہے ہم اسکو لکھ لیتے ہین، اور اس کے عذاب مین ڈھیل دیتے چلے جائینگے، اور جو کچھ وہ کہتا ہے، اس کے ہم وارث ہون گے، اور یہ تنہا ہمارے سامنے لایا جائے گا،

ہجرت و مواخات، مدتون نہایت صبر و استقلال کے ساتھ یہ تمام مصیبتین جھیلتے رہے، پھر جب ہجرت کی اجازت ملی، تو ہجرت کرکے مدینہ آگئے، ہجرت بھی تکلیف و مصائب کے خوف سے نہ کی تھی بلکہ خالصۃً لوجہ اللہ کی تھی، چنانچہ کہا کرتے تھے کہ مین نے آنحضرت صلعم کیساتھ خالصۃً لوجہ اللہ ہجرت کی تھی،[2]

---

[1] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ و نرثہ ما یقول،

[2] مسند ابن حنبل ج ۵ ص ۱۰۹،

مدینہ آنے کے بعد آنحضرت صلعم نے ان میں اور خراش بن صمہ غلام تمیم کے درمیان مواخات کرادی[1]

غزوات، | مدینہ آنے کے بعد شروع سے آخر تک تمام غزوات میں شریک رہے[2]

خلافت فاروقی | حضرت عمرؓ ان کے فضائل کی وجہ سے ان کا بہت احترام کرتے تھے، ایک دن یہ ان سے ملنے گئے تو حضرت عمرؓ نے ان کو اپنے گدے پر بٹھایا، اور لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا، کہ ان کے علاوہ صرف ایک شخص اور ہے، جو اس پر بیٹھنے کا مستحق ہے خبابؓ نے پوچھا امیرالمومنین! وہ کون ہے؟ فرمایا بلالؓ! آپؓ نے عرض کیا وہ میرے برابر کیونکر مستحق ہو سکتے ہیں، مشرکین میں ان کے بہت سے مددگار تھے، لیکن میرا پوچھنے والا سوائے خدا کے کوئی نہ تھا اس کے بعد اپنا استحقاق بتاتے ہوئے اپنے مصائب کی داستان سنائی[3]

علالت ووفات | کوفہ میں بیمار پڑے اور علاج کے سلسلہ میں اپنا پیٹ سات مقام سے داغ کرایا، اس سے سخت تکلیف ہوئی، اور افاقہ ہونے کے بجائے مرض بڑھتا گیا، مرض کی طوالت اور اسکی تکلیف سے گھبرا گئے، تو کہنے لگے کہ اگر خدا نے رسول اللہ صلعم سے موت کی دعا کرنے کی ممانعت نہ کی ہوتی، تو میں دعا کرتا، جب حالت زیادہ نازک ہوئی، تو کفن لایا گیا، کفن دیکھکر آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے، فرمانے لگے، کہ آہ! حمزہؓ کو پورا کفن بھی میسر نہ ہوا، ایک معمولی چھوٹی سی چادر میں کفنائے گئے، کہ اگر سر ڈھانکا جاتا تھا، تو سر کھل جاتا، اور سر ڈھانکا جاتا تھا، تو پاؤں کھل جاتے تھے، آخر میں سر ڈھانک کر اذخر (ایک قسم کی گھاس) سے پاؤں چھپائے گئے،

کچھ لوگ عیادت کرنے کو آئے، اور تشفی و دلدہی کے لئے کہا، ابو عبداللہ تم کو خوش ہونا چاہئے، کل تک اپنے ساتھیوں سے مل جاؤ گے، یہ سنکر رقت طاری ہو گئی، فرمایا کہ میں موت

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۷، [2] ابن سعد جز ۳ ق ۱ ص ۱۱۷، [3] مستدرک حاکم ج ۳ تذکرہ خباب بن ارت،

سے نہین گھبراتا، تم لوگون نے ایسے لوگون کو یاد دلایا، جو اس دنیا سے اجر کے مستحق اٹھے، مجھ کو خوف ہے کہ کہین ثواب آخرت کے عوض یہ دنیا نہ ملی ہو،[1]

وصیت اور وفات | کوفہ والے عموماً اپنے مردون کو شہر کے اندر دفن کرتے تھے، لیکن انھون نے وصیت کردی تھی، کہ مجھکو بیرونِ شہر دفن کرنا، چنانچہ اس وصیت کے مطابق آپ کو شہر کے باہر دفن کیا گیا، آپ پہلے صحابی ہین جن کی قبر سے کوفہ کے باہر ویرانہ کی آبادی ہوئی، وفات کے وقت بہتر سال کی عمر تھی، حضرت علیؓ جنگ صفین سے واپس ہورہے تھے، کہ ان کو آپ کی وفات کی اطلاع ملی، چنانچہ انھین نے نماز جنازہ پڑھائی،[2] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۳۷ھ مین وفات پائی اور ایک دوسری روایت ہے کہ ۱۹ھ مین مدینہ مین پیوندِ خاک ہوئے، اور حضرت عمرؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی،

ذریعۂ معاش | زمانۂ جاہلیت مین اور اس کے بعد بھی عرصہ تک تلوارین بناکر کسب معاش کرتے تھے، اسلام کا ابتدائی زمانہ بہت عسرت مین بسر ہوا، لیکن کچھ دنون کے بعد خدا نے مرفہ الحالی دکھائی، اور اتنی دولت ملی، کہ پھر کسی پیشہ وغیرہ کی احتیاج باقی نہین رہی، وفات کے وقت چالیس ہزار درہم پس انداز تھے[3]

فضل وکمال | خباب کو علم کی بڑی جستجو تھی، اس جستجو کے سلسلہ مین کبھی کبھی آنحضرت صلعم کی لاعلمی مین رات رات بھر آپ کے طریقۂ عبادت کو دیکھتے اور صبح کو اس کے متعلق استفسار کرتے، کیونکہ بہترین طریقۂ تعلیم یہی ہے، کہ خود معلم کا عملی نمونہ متعلم کے سامنے ہو، ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے ساری رات نماز پڑھی، یہ پوری رات دیکھتے رہے، اور صبح کو آکر پوچھا

---

[1] ابن سعد جزء ۳ قسم اول ص ۱۱۸ حضرت حمزہؓ کی تکفین کا واقعہ بخاری کتاب المغازی اور مسند ابن حنبل ج ۵ ص ۱۰۹ مین ہے، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۸۲ [3] ابن سعد ج ۳ ق ۱ تذکرۂ خباب،

"فدیت بابی وامی" یارسول اللہ! رات کو آپ نے ایسی نماز پڑھی کہ اس کے قبل کبھی نہ پڑھی تھی،
فرمایا، وہ بیم ورجا کی نماز تھی، مین نے بارگاہ ایزدی مین تین چیزون کی دعا کی تھی، دو مقبول ہوئین
اور ایک نامقبول، ایک دعا یہ تھی، کہ خدا مسلمانون کو اس عذاب سے نہ ہلاک کرے جس سے گذشتہ امتین
ہلاک ہوئین، اور میرے دشمنون کو مجھ پر نہ غالب کرے، یہ دونون دعائین تو قبول ہوگئین،
لیکن تیسری قبول نہین ہوئی[1]

ان کی مرویات کی مجموعی تعداد ۳۲ ہے، ان مین سے ۳ متفق علیہ ہین، اور ۲ مین امام بخاری
اور ایک مین مسلم منفرد ہین[2] صحابہ اور تابعین مین جن بزرگون نے ان سے حدیثین سنی ہین ان کے
نام حسب ذیل ہین،

آپ کے صاحبزادہ عبداللہ، اور ابو امامہ باہلی، ابو معمر، عبداللہ بن سنجر، قیس بن ابی حازم
مسروق بن اجدع اور علقمہ بن قیس[3] وغیرہ،

حضرت سلمہ بن اکوعؓ

نام ونسب۔ سنان نام، ابو ایاس کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، سنان بن عبداللہ بن عبداللہ
بن قشیر بن خزیمہ بن مالک بن سلامان بن اسلم اقصی[4]،

اسلام وہجرت۔ ارباب سیر ان کے زمانہ اسلام کی تعیین مین خاموش ہین، لیکن اس قدر مسلم ہے
کہ ۶ھ کے پہلے شرف باسلام ہوئے اسلام کے بعد ہجرت کا شرف حاصل کیا، اکثر مہاجرین
نے مع بال بچون کے ہجرت کی تھی، لیکن سلمہ نے راہ خدا مین بال بچون کو بھی چھوڑ کر مدینہ کی

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۰۸، [2] تہذیب الکمال تذکرہ خباب بن ارت [3] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۳۳
[4] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۶۲،

عزبت اختیار کی،

غزوات: مدینہ آنے کے بعد قریب قریب تمام غزوات مین شریک رہے، اور سب سے پہلے غزوۂ حدیبیہ مین شریک ہوئے، اور خلعت امتیاز حاصل کیا، صلح حدیبیہ کے سلسلہ مین بیعت رضوان تاریخ اسلام مین خاص اہمیت رکھتی ہے، صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آنحضرت صلعم نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر سنکر مسلمانون سے موت کی بیعت لینا شروع کی، تو سلمہ نے تین مرتبہ بیعت کی، پہلی مرتبہ سب سے اول جماعت کے ساتھ بیعت کر چکے تھے، دوبارہ آنحضرت صلعم کی نظر پڑی تو فرمایا سلمہ! بیعت کرو، عرض کی، یا رسول اللہ! جان نثار پہلے ہی بیعت کر چکا ہے، فرمایا کیا حرج ہے، دوبارہ سہی اسوقت سلمہؓ نہتے تھے، آنحضرت صلعم نے ایک ڈھال عنایت فرمائی، تیسری مرتبہ پھر آنحضرت صلعم کی نظر پڑی، تو فرمایا کہ سلمہ! بیعت نہ کروگے؟ عرض کی، یا رسول اللہ صلعم! دو مرتبہ بیعت کر چکا ہون، فرمایا، تیسری مرتبہ سہی، چنانچہ انھون نے سہ بارہ بیعت کی، آنحضرت صلعم نے پوچھا سلمہ! ڈھال کیا کی؟ عرض کی، میرے چچا بالکل خالی ہاتھ تھے ان کو دیدی، آپ نے ہنس کر فرمایا، کہ تمھاری مثال اس شخص کی سی ہے، کہ اس نے دعا کی کہ خدایا! مجھکو ایسا دوست دے جو مجھکو اپنی جان سے زیادہ عزیز ہو، اس درمیان مین اہل مکہ اور مسلمانون کے درمیان صلح ہوگئی، اور لوگ مطمئن ہو کر ایک دوسرے سے ملنے جلنے لگے، سلمہ بھی اطمینان سے ایک درخت کے نیچے لیٹ رہے، اتنے مین چار مشرک آئے اور ان کے قریب بیٹھکر آنحضرت صلعم کے بارے مین ایسی باتین کرنے لگے جو ان کو ناگوار ہوئین، یہ اٹھ کے دوسرے درخت کے نیچے چلے گئے، ان کے جانے کے بعد، چارون ہتھیار وغیرہ اتار کر اطمینان سے لیٹ گئے، یہ لوگ لیٹے ہی تھے، کہ کسی نے نعرہ لگایا، مہاجرین! دوڑنا، ابن زنیم قتل کردیے گئے، یہ آواز سنکر سلمہ نے ہتھیار

سنبھال لئے اور مشرکون کی طرف لپکے، یہ سب سوئے ہوئے تھے، سلمہ نے ان کے اسلحہ پر قبضہ کیا اور ان سے کہا تم لوگون کی خیر اسی مین ہے کہ سیدھے میرے ساتھ چلے چلو، خدا کی قسم! جس نے سر اٹھایا، اس کی آنکھیں پھوڑ دونگا، چنانچہ ان سب کو کشان کشان آنحضرت صلعم کی خدمت مین پیش کیا، ان کے چچا عامر بھی ستر آدمی مشرک گرفتار کرکے لائے تھے، لیکن رحمت عالم نے سب کو چھوڑ دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

ھو الذی کف ایدیھم عنکم وایدیکم	وہ خدا ہی تھا جس نے عین مکہ مین تم کو کافرون پر فتحیاب
عنھم ببطن مکۃ من بعد ان اظفرکم	کرنے کے بعد ان کے ہاتھون کو تم سے اور تمھارے
علیھم (سورۂ فتح ع ۳)	ہاتھون کو ان سے روک دیا،

اس کے بعد مسلمانون کا قافلہ مدینہ سے واپسی مین ایک پہاڑ کے قریب خیمہ زن ہوا، مشرکین کی نیت کچھ بد تھی، آنحضرت صلعم کو اس کی اطلاع ہوگئی، آپ کو پڑاؤ کی نگرانی کی ضرورت محسوس ہوئی، چنانچہ آپ نے اس شخص کے لئے دعاے مغفرت کی، جو پہاڑ پر چڑھ کر نگرانی کرے، سلمہ رض نے یہ سعادت حاصل کی، اور رات بھر مین کئی مرتبہ پہاڑی پر چڑھکر آہٹ لیتے رہے،

غزوۂ ذی قردہ آنحضرت صلعم کے کچھ اونٹ ذی قردہ کی چراگاہ مین چرتے تھے، اسکو بنو غطفان لوٹ لے گئے، سلمہ بن اکوع طلوع فجر کے قبل گھر سے نکلے، تو حضرت عبد الرحمن بن عوف رض کے غلام نے ان سے کہا، کہ آنحضرت صلعم کے اونٹ لٹ گئے، پوچھا کس نے لوٹا، کہا بنو غطفان نے، یہ سنکر آپ نے اس زور سے یا صباحاہ کا نعرہ لگایا، کہ مدینہ کے اس سرے سے اس سرے تک آواز گونج گئی، اور تن تنہا ڈاکوؤن کے تعاقب مین ہولئے، وہ پانی

۱؎ مسلم ج ۲ ص ۹۸ - ۹۹ مطبوعہ مصر،

کی تلاش مین مصروف تھے، کہ سلمہ پہونچ گئے، یہ بڑے قادر انداز تھے تاک تاک کر تیر برسانا شروع کردیئے، تیر برساتے جاتے تھے، اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے،

انا ابن الاکوع　　　　الیوم یوم الرضع

مین اکوع کا بیٹا ہون　　　　آج کا دن سخت جنگ کا دن ہے،

اور اس قدر تیر باری کی کہ ڈاکوؤن کو اونٹ چھوڑ کر بھاگ جانا پڑا، بدحواسی مین اپنی چادرین بھی چھوڑ گئے، اس درمیان مین آنحضرت صلعم بھی لوگون کو لے کر پہونچ گئے، سلمہ رضؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ! مین نے ان لوگون کو پانی نہین پینے دیا ہے، اگر ابھی ان کا تعاقب کیا جائے، تو مل جائین گے، لیکن رحمت عالم نے فرمایا کہ قابو پانے کے بعد درگذر کرو[1]

خیبر　اس کے بعد ہی خیبر کی مہم درپیش ہوئی، اسمین بھی آپنے سرفروشیان دکھلائین فتح خیبر کے بعد اس شان سے لوٹے کہ آنحضرت صلعم کے دست مبارک مین ہاتھ دیئے ہوئے تھے[2]

غزوۂ ثقیف وہوازن　پھر غزوۂ ثقیف وہوازن مین شریک ہوئے، اسمین بھی نمایان رہے اسی غزوہ کے دوران مین ایک شخص مسلمانون کے لشکرگاہ مین اونٹ پر سوار ہو کر آیا، اور اس کو باندھ کر مسلمانون کے ساتھ ناشتہ مین شریک ہوگیا، اس کے بعد چارون طرف نظر ڈال کے مسلمانون کی طاقت کا جائزہ لینے لگا، اور جائزہ لے کر، سوار ہوا اور تیزی سے نکل گیا، اس طرح اچانک آنے اور فوراً چلے جانے سے مسلمانون کو جاسوسی کا شبہ ہوا، چنانچہ ایک شخص نے اسکا تعاقب کیا، اسکو دیکھ کر سلمہ رضؓ نے بھی پیچھا کیا، اور آگے بڑھکر اس کے اونٹ کی مہار پکڑ کے بٹھالیا، اور تلوار کا ایسا کاری وار کیا کہ ایک ہی وار مین وہ ڈھیر ہوگیا، پھر اس کی سواری پر قبضہ کرلیا، آنحضرت صلعم نے دیکھا، تو پوچھا کہ اس شخص کو کس نے قتل کیا

[1] بخاری ج ۲ کتاب المغازی، باب غزوہ ذی القروہ اور مسلم ج ۲ حوالہ مذکور، [2] ایضا باب غزوۂ خیبر،

لوگون نے عرض کیا، سلمہ نے فریایا تو مقتول کا سب سامان ان کا ہے[1]،

سریۂ بنی کلاب، سنہ ۷ھ مین آنحضرت صلعم نے ایک دستہ حضرت ابوبکرؓ کی امارت مین بنو فزارہ کی طرف بھیجا، اسمین سلمہؓ ساتھ تھے، اور گو معمولی سپاہی کی حیثیت سے تھے، تاہم اپنی غیر معمولی شجاعت و شہامت کے باعث خلعت امتیاز حاصل کیا، تن تنہا سات خانوادون کو تہ تیغ کیا، جو لوگ بھاگ کھڑے ہوئے تھے، ان کی عورتون کو گرفتار کرلیا، ان مین ایک لڑکی نہایت حسین تھی، اس کو حضرت ابوبکرؓ نے سلمہؓ کو دیدیا، حضرت سلمہؓ جب اس کو لیکر مدینہ آئے، تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے سلمہ! یہ لڑکی میرے حوالہ کردو، عرض کی، یا رسول اللہ! مین نے ابھی تک اُس کو ہاتھ نہین لگایا ہے، دوبارہ ارشاد کرنے پر انھون نے لاکر حاضر کردی، آنحضرت صلعم نے اُسکو مکہ بھیجکر اُس کے بدلہ مین ان چند مسلمانون کو آزاد کرایا، جو کفار کے ہاتھون مین گرفتار ہوگئے تھے[2]، یہ واقعہ حضرت سلمہؓ کے زہد و ورع، ایثار اور رسول کی فرمان برداری کی ایک خاص مثال ہوسکتا ہے،

غزوات کی مجموعی تعداد، اسلام کے بعد بمشکل کوئی ایسا غزوہ نکلے گا جسمین سلمہؓ نظر نہ آتے ہون، ان غزوات کی تعداد جنمین شریک ہوئے، چودہ تک پہونچ جاتی ہے، سات غزوون مین آنحضرت صلعم کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا، اور سات وہ تھے، جو آنحضرت صلعم نے مختلف اطراف مین بھیجے[3] بروایت مستدرک ان کی تعداد جن مین وہ شریک ہوئے سولہ تک پہونچ جاتی ہے[4]،

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۵۱، [2] ابن سعد حصہ مغازی سریہ ابی بکر صدیقؓ سات خانوادون کے قتل کا ذکر مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۴۶ مین بھی ہے، [3] استیعاب ج ۲ ص ۵۸۴،

[4] مستدرک ج ۳ ص ۵۶۲،

وفات، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد سے برابر مدینہ میں رہے لیکن حضرت عثمان رض کی شہادت کے بعد مدینہ چھوڑ کر ربذہ میں سکونت اختیار کرلی وہاں شادی کی اور اولادیں ہوئیں، بروایت بخاری ۷۴ھ میں پھر مدینہ واپس ہوئے، اور واپسی کے دوہی چار دن کے بعد وفات پائی، اور گھوم پھر کر بالآخر دیار حبیب کی خاک میں مدفون ہوئے[۱]

فضل وکمال، صحبت نبوی سے ہر شخص کو بقدر صلاحیت واستعداد علم ومعارف کا حصہ ملتا تھا، حضرت سلمہ رض بھی اس سے محروم نہ رہے، اور چونکہ بکثرت غزوات میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہتے تھے، اس لئے احادیث سننے کے بہت مواقع ملتے تھے، آنحضرت صلعم کے علاوہ وہ حاشیہ نشینان بارگاہ نبوت سے بھی استفادہ کرتے تھے، چنانچہ ذات اقدس کے علاوہ حضرت عمر رض، عثمان رض، اور طلحہ رض سے بھی روایتیں کی ہیں، اسی لئے ان کے مرویات کی تعداد ۷۷ تک پہونچ جاتی ہے جنمیں سے ۱۶ متفق علیہ ہیں، اور ۵ میں بخاری، اور ۹ میں امام مسلم منفرد ہیں[۲]، ان کے رواۃ میں ایاس بن سلمہ، یزید بن عبید، عبدالرحمن بن عبداللہ اور محمد بن حنفیہ، قابل ذکر ہیں[۳]،

انفاق فی سبیل اللہ، حضرت سلمہ رض خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں بہت کشادہ دست تھے، جو شخص خدا کا واسطہ دیکر سوال کرتا، اسکو ناکام نہ واپس کرتے، اور فرماتے کہ جو شخص راہ خدا میں نہیں دیگا، پھر وہ کس میں دیگا، لیکن خدا کا واسطہ دیکر مانگنے کو برا سمجھتے تھے کیونکہ اسمیں الحاف ہے[۴]،

صدقات سے اجتناب، خود تو لوجہ اللہ صرف کرتے تھے لیکن اپنی ذات کے لئے صدقہ کا مال حرام سمجھتے تھے، اگر کسی چیز میں صدقہ کا شائبہ بھی ہوتا تو اس کا استعمال نہ کرتے

۱؎ اصابہ ج ۳ ص ۱۰۸، ۲؎ تہذیب الکمال ص ۱۴۸، ۳؎ تہذیب التہذیب تذکرہ سلمہ بن اکوع ۴؎ ابن سعد جز ۴ ق ۲ ص ۴۰،

چنانچہ اپنی صدقہ کی ہوئی چیز دوبارہ بقیمت خریدنا بھی پسند نہ کرتے تھے[1]

شدت احتیاط، یہ احتیاط محض صدقہ تک محدود نہ تھی، بلکہ تمام اوامر ونواہی میں یہی عمل تھا، حتی کہ بعض وکھیل جو اس وقت بچوں میں رائج تھے وہ اپنے لڑکوں کو نہ کھیلنے دیتے تھے شاید اس لئے کہ اس میں جوے کی مشابہت ہوگی،[2]

شجاعت، شجاعت، بہادری اور خاص کر پیدل تیز دوڑنے میں تمام صحابہ میں ممتاز تھے اسکی متعدد مثالیں اوپر گذر چکی ہیں، صاحب اصابہ لکھتے ہیں، کان من الشجعان ویسبق الفرس عدواً یعنی وہ بہادروں میں سے ایک تھے، اور اسپ سوار سے وہ دوڑ میں مقابلہ کرتے تھے، اور اس سے آگے بڑھ جاتے تھے، صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بہتر سواروں میں ابوقتادہ، اور بہتر پیادوں میں سلمہ بن اکوع ہیں، اس تعریف کے بعد آپ کو دو حصہ دیئے، سوار کا الگ، اور پیدل کا الگ،[3]

حضرت ابن ام مکتوم

نام ونسب، یہ عموماً ابن ام مکتوم کے نام سے مشہور ہیں، ان کی یہ کنیت اتنی مشہور ہوئی کہ اس کے پردہ میں انکا اصلی نام چھپ گیا، اسی لئے مختلف ارباب سیر ان کے نام کو مختلف بتاتے ہیں، چنانچہ بعض عبد اللہ کہتے ہیں، اور بعض عمرو بتاتے ہیں، باپ کا نام قیس تھا لیکن ماں کی نسبت سے ابن ام مکتوم مشہور ہوئے، سلسلہ نسب یہ ہے عمرو بن قیس بن زائدہ بن اصم بن ہرم بن رواحہ بن حجر بن عدی بن معیص بن عامر بن لوی القرشی

---

[1] ابن سعد جز ۴ ق ۲ ص ۴۰ [2] ایضاً [3] اصابہ ج ۳ ص ۱۱۸، [4] ابن سعد جز ۴ قسم ۱ ص ۱۵۹

ماں کا نام عاتکہ تھا، ننہالی شجرہ عاتکہ بنت عبداللہ بن عنکثہ بن عامر بن مخزوم ہے،

اسلام | ابتدائے بعثت میں سرزمین مکہ میں مشرف باسلام ہوئے گو یہ نابینا تھے، ظاہری آنکھوں کی روشنی سے محروم تھے، مگر چشم دل وا تھی اس لئے مکہ میں جیسے ہی اسلام کا نور چمکتا نظر آیا، وہ کفر کی تاریکی سے باہر نکل آئے، ان کی حق بینی کی یہ ادا ایسی نہ تھی کہ رحمت خاص کو اپنی طرف متوجہ نہ کر لیتی، چنانچہ وہ اکثر آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے، مکہ کے مغرور امرا اور روسا بھی مجلس نبوی میں آیا کرتے تھے، جو ابن ام مکتوم کی ظاہری نابینائی اور غربت و افلاس کی وجہ سے ان کو ذلیل سمجھتے تھے، اور کہا کرتے تھے کہ محمد (صلعم) ہماری مجلس میں ایسے لوگ برابر نہ بیٹھا کریں، آنحضرت صلعم کو چونکہ یہ بات دل سے لگی تھی کہ کسی طرح قریش کے یہ روسا دعوت حق قبول کر لیں، اس لئے آپ انکی خاطر داری کرتے تھے، ایک مرتبہ آنحضرت صلعم روسا قریش میں تبلیغ فرما رہے تھے کہ درمیان میں حضرت ام مکتوم آ گئے، اور کچھ مذہبی مسائل پوچھنا شروع کر دیئے، اس وقت ان کی یہ گفتگو آنحضرت صلعم کو ناگوار ہوئی کہ اس سے روسا قریش کے سلسلہ تبلیغ میں رکاوٹ پیدا ہوتی اور ان کے دلوں میں تاثر کے بجائے تکدر پیدا ہوتا اس لئے ابن مکتوم کی طرف التفات نہ فرمایا، اور بدستور سلسلہ گفتگو جاری رکھا، آنحضرت صلعم کا یہ طرز عمل گو تبلیغ حق اور دعوت اسلام کی سچی خواہش پر مبنی تھا، تاہم خدا کے دربار میں ناپسندیدہ ہوا، اور اس پر یہ آیتہ نازل ہوئی، [2]

عَبَسَ وَتَوَلّٰی اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی وَمَا یُدْرِیْكَ	محمد جب تمہارے پاس نابینا آیا تو تم ترش رو ہوئے
لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰی اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی	اور منہ موڑ لیا، اور تم کیا جانو کہ عجب نہیں وہ

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۲۷، [2] فتح الباری ج ۸ ص ۵۱۳،

أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَىٰ فَأَنتَ لَهُ تَصَدَّىٰ وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّىٰ وَأَمَّا مَن جَاءَكَ يَسْعَىٰ وَهُوَ يَخْشَىٰ فَأَنتَ عَنْهُ تَلَهَّىٰ

تمھاری تعلیم سے پاک ہوجائے، یا نصیحت سنے اور اس کو وہ نصیحت فائدہ بخشے لیکن جو شخص بے توجہی کرتا ہے، اس کی طرف تم خوب توجہ کرتے ہو، حالانکہ اگر وہ درست نہ ہو تو، تم پر کوئی الزام نہین، اور جو تمھارے پاس خدا کے ڈر سے دوڑتا ہوا آتا ہے، تو تم اس سے بے اعتنائی کرتے ہو،

اس آیہ کے نزول کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر ان کا لحاظ رکھتے تھے، اور کاشانہ نبوی مین ان کی بڑی خاطر مدارات ہوتی تھی حضرت عائشہ صدیقہ آپ کو لیموں اور شہد کھلایا کرتی تھین، اور فرماتی تھین کہ نزول آیہ کے بعد یہ ام مکتوم کا روزینہ تھا[1]

ہجرت اذن ہجرت کے بعد جب آنحضرت صلعم نے مسلمانون کو ہجرت مدینہ کا حکم دیا، تو حضرت ابن مکتوم بھی ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے، اس وقت تک آنحضرت صلعم نے ہجرت نہ فرمائی تھی[2] ہجرت کے بعد موذنی کے جلیل القدر منصب پر مامور ہوئے، رمضان مین ان کی اذان اختتام سحر کا اعلان ہوتی تھی، اس کے بعد لوگ کھانا پینا بند کر دیتے تھے[3]

غزوات ہجرت مدینہ کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا، لیکن حضرت ابن مکتوم اپنی مجبوری کے باعث جہاد کی شرکت سے معذور رہا کرتے تھے، جب یہ آیۃ نازل ہوئی جسمین جہاد کرنے والون کو نہ جہاد کرنے والون پر فضیلت دی گئی،

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ یعنی وہ مسلمان جو گھرون پر بیٹھے رہتے، وہ رتبہ مین

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۳۴، [2] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۱۵۰، [3] بخاری کتاب الاذان باب الاذان قبل الفجر

والمجاھدین فی سبیل اللہ — مجاہدین فی سبیل اللہ کے برابر نہین ہیں

اور آنحضرت صلعم کاتب وحی حضرت زید بن ثابت سے اسکو لکھانے لگے تو ابن ام مکتوم بھی پہونچ گئے، اور عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ صلعم اگر مجھ کو جہاد کرنے کی قدرت ہوتی اور اس کے لایق ہوتا تو مین بھی شرف جہاد حاصل کرتا، ان کی یہ پرحسرت آرزو بارگاہ خداوندی مین اتنی پسند ہوئی کہ وحی الٰہی نے ان کو اور ان کے جیسے تمام مجبور اشخاص کو اس حکم کے ذریعہ سے

لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم (نساء ع ۱۴)

یعنی ضرر رسیدہ لوگون کے علاوہ وہ مسلمان جو گھرون پر بیٹھے رہتے ہین وہ مرتبہ ہین ان مجاہدین فی سبیل اللہ کی برابر نہین مین جو اپنے جان و مال سے جہاد کرتے ہین،

مستثنیٰ کر دیا[1] اس کے بعد مجبور اشخاص پر سے شرکت جہاد کا فرض ساقط ہو گیا، اور انکی شرکت ضروری نہین رہی لیکن اس حکم سے ان کا ولولۂ جہاد کم ہونے کے بجائے اور بڑھ گیا، چنانچہ نابینا ہونیکے باوجود بھی کبھی کبھی جنگ مین شریک ہوتے تھے، اور لوگون سے کہتے تھے کہ مجھکو علم دیکر دونون صفون کے درمیان کھڑا کر دو، مین نابینا ہون اس لئے بھاگنے کا کوئی خطرہ نہین ہے[2] اللہ اللہ یہ جوشش فدویت و جان نثاری کہ ظاہری آنکھین بے نور ہین، ایک قدم چلنا مشکل ہے، لیکن جہاد فی سبیل اللہ مین کٹنے کے لئے رگ جان تڑپ رہی ہے، درحقیقت یہی وہ کمال عقیدت و نیازمندی تھی جس نے ذات خداوندی کو بھی متوجہ کر لیا تھا،

گو حضرت ابن ام مکتوم اپنی معذوری کے باعث اکثر جہاد کے شرف سے محروم رہتے تھے لیکن اس سے بھی بڑھکر شرف حاصل ہوتا تھا کہ جب آنحضرت صلعم بہ نفس نفیس اکابر مہاجرین و

---

[1] بخاری کتاب التفسیر باب لا یستوی القاعدون، [2] اصابہ و استیعاب ترجمہ ابن ام مکتوم،

انصار کے ساتھ کہین باہر تشریف لیجاتے تھے، تو ابن ام مکتوم کو جو معذوری کی وجہ سے باہر نہین جا سکتے تھے اور مدینہ ہی مین رہتے تھے، امامت کی نیابت کا شرف عطا فرماتے تھے، چنانچہ غزوۂ ابواء، بواط، ذو العشیر جہینہ، سویق، غطفان، حمراء الاسد، نجران، ذات الرقاع وغیرہ مین ان کو آنحضرت صلعم نے نیابت کا شرف عطا فرمایا، بدر مین بھی کچھ دنون اس منصب جلیل کے حامل رہے لیکن پھر چند روز کے بعد یہ شرف ابولبابہ کی جانب منتقل ہو گیا، مجموعی حیثیت سے ان کو ۱۳ مرتبہ آنحضرت صلعم کی نیابت کا شرف حاصل ہوا،[1]

وفات، آنحضرت صلعم کی وفات سے لیکر خلافت فاروقی کے اختتام تک ان کے حالات پردۂ خفا مین ہین صرف اس قدر پتہ چلتا ہے، کہ جنگ قادسیہ مین علم بلند کئے زرہ بکتر لگائے میدان کارزار مین کھڑے تھے، واقدی کے بیان کے مطابق ان کی وفات مدینہ مین ہوئی لیکن زبیر بن بکار کی روایت کی رو سے قادسیہ مین شہادت پائی[2] اکثر ارباب سیر اس روایت کو صحیح سمجھتے ہین،

جماعت کی حاضری، نابینا تھے، مسجد نبوی سے گھر دور تھا، راستہ مین جھاڑیان پڑتی تھین کوئی راہ نما بھی نہ تھا، ان تمام دشواریون کے باوجود آپ مسجد نبوی مین نماز پڑھتے تھے، ایکمرتبہ آنحضرت صلعم سے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت چاہی لیکن چونکہ اذان اور اقامت کی آواز ان کے گھر تک جاتی تھی اس لئے آپ نے اجازت نہ دی[3] چنانچہ یہ اسی حالت مین چھڑی سے ٹٹولتے ٹٹولتے مسجد آتے تھے حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ مین انکو رہنا دیا تھا،

فضل و کمال، حضرت ابن ام مکتوم کا سب سے بڑا طغرائے کمال تو یہی ہے کہ انکو ۱۳ مرتبہ رسول اللہ صلعم کی نیابت کا اعزاز ملا، جسمین وہ مسجد نبوی کی امامت کرتے تھے، اس کے علاوہ وہ

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۲۷ [2] تہذیب الکمال ص ۲۸۹ [3] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۱۵۵، و اصابہ ج ۴ ص ۲۸۴ [4] ابن سعد حوالہ مذکور

ام الکتاب کے حافظ تھے، چنانچہ مدینہ آنے کے بعد لوگوں کو قرأت سکھاتے تھے[1] آنحضرت صلعم کے فیض صحبت سے احادیث سے بھی، انکا دامن خالی نہ تھا، چنانچہ ان سے انس اور زر بن حبیش نے احادیث روایت کی ہیں[2]،

حضرت بریدہؓ بن حصیب

نام ونسب، بریدہ نام ابوعبداللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے کہ بریدہ بن حصیب بن عبداللہ بن حارث بن اعرج بن سعد بن زراح بن عدی بن سہم بن مازن بن حارث بن سلامان بن اسلم اسلمی،

اسلام، بریدہؓ عین زمانہ ہجرت میں مشرف باسلام ہوئے، اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ جب مرکز نبوت مکہ کے ستم کدہ سے مدینہ کے بیت الامن مدینہ میں منتقل ہونے لگا، اور رکوبہ نبوی غمیم پہونچا، تو یہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپنے اسلام پیش کیا، ان میں قبول حق کا مادہ موجود تھا، بلا پس وپیش قبول کرلیا، ان کے ساتھ بنو اسلم کے ۸۰ خانوادے حلقہ بگوش اسلام ہوئے، پھر کچھ دنوں قرآن کی تعلیم حاصل کرکے گھر لوٹ گئے[3]،

ہجرت اور غزوات، بدر واحد کے معرکے ان کے وطن کے قیام کے زمانہ میں ختم ہوچکے تھے غالباً ۶ھ یا اس سے کچھ پہلے ہجرت کا شرف حاصل کیا[4]، اور سب سے پہلے صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے، اور بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا[5]، ۷ھ میں غزوہ خیبر پیش آیا، اس میں یہ پیش پیش تھے، چنانچہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگوں نے خیبر کا محاصرہ کیا، پہلے دن ابوبکرؓ

---

[1] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۵۱، [2] تہذیب الکمال ص ۲۰۹، [3] ابن سعد جز ۷ ق اول ص ۷، و استیعاب ج اول ص ۶۹، [4] اسد الغابہ ج ۲ ص ۷۵، [5] ابن سعد حوالہ مذکور،

نے علم لیا لیکن فتح نہ کرسکے، دوسرے دن پھر یہی ہوا، لوگ بہت تھک چکے تھے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو علم دونگا جسکو خدا اور اس کا رسول محبوب رکھتا ہے، اور وہ بھی خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے، وہ فتح کرکے لوٹے گا، لوگ بہت خوش ہوئے کہ کل یہ مہم سر ہوگی، دوسرے دن صبح کو آنحضرت صلعم نے فجر کی نماز پڑھکر علم منگوایا لوگ اپنی اپنی صفوں میں تھے، پھر علیؓ کو طلب فرمایا، ان کو آشوب چشم کی شکایت تھی، آنحضرت صلعم نے لعاب دہن لگاکے علم مرحمت فرمایا، اور انھیں کے ہاتھوں خیبر فتح ہوا۔[۱]

سنہ ۸ھ میں آنحضرت صلعم نے مکہ پر چڑھائی کی، انہیں بھی یہ ہمرکاب تھے، چنانچہ بیان کرتے تھے کہ فتح کے دن آنحضرت صلعم نے کئی نمازیں ایک وضو سے پڑھیں۔[۲]

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلعم نے حضرت خالدؓ کی ماتحتی میں جو سریہ یمن بھیجا تھا، بریدہ اس میں بھی ساتھ تھے، بعد کو پھر اسی مقام پر حضرت علیؓ کی سرداری میں مسلمانوں کی ایک اور جماعت بھیجی گئی، اور اب پوری فوج کی سرداری حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھی، جنگ کے بعد انھوں نے مال غنیمت کی تقسیم میں ایک لونڈی خمس میں اپنے لئے رکھی، حضرت بریدہؓ کو یہ بات پسند نہ آئی، لوٹ کر انھوں نے یہ واقعہ آنحضرت صلعم سے جاکر بیان کیا، واقعہ کو سنکر آپ نے فرمایا، بریدہ کیا تمکو علی سے کینہ ہے انھوں نے صفائی سے عرض کی جی ہاں، فرمایا ان سے کینہ نہ رکھو، کہ ان کو خمس میں سے اس سے زیادہ کا حق تھا،[۳] دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلعم کے چہرہ کا رنگ بدل گیا، فرمایا، بریدہ! کیا مومنین پر میرا حق خود ان کی ذات پر مقدم نہیں ہے، عرض کیا ہاں یارسول اللہ، فرمایا جس کا میں مولیٰ ہوں علیؓ بھی اس کا مولیٰ ہے،[۴] حضرت بریدہؓ کہتے ہیں

---

[۱] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۵۳، [۲] ایضاً ص ۳۵۰، [۳] صحیح بخاری جلد دوم باب بعث علی الی الیمن و مسند ابن حنبل ج ۵ ص ۳۵۰، [۴] مسند ابن حنبل ج ۵ ص ۳۴۷،

کہ آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے یہ لفظ سنکر میری ساری شکایت حضرت علیؓ سے جاتی رہی اور ان سے وہ محبت ہوگئی جو کسی دوسرے سے نہین[1]،

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین جس قدر غزوات بھی ہوئے تقریباً سب مین یہ شریک تھے، ان کے غزوات کی مجموعی تعداد سولہ[2] ہے، آنحضرت صلعم نے اپنے مرض الموت مین اسامہؓ کی زیر سرکردگی جو سریہ شام بھیجا تھا، اس مین بھی یہ شریک تھے، اور سریہ کے علمبردار تھے[3]،

آنحضرت صلعم کی زندگی بھر دیار حبیب مین رہے، آپ کی وفات کے بعد جب حضرت عمرؓ کے زمانہ مین بصرہ آباد ہوا، تو دوسرے صحابہ کے ساتھ یہان منتقل ہوگئے، اور یہین مستقل گھر بنالیا[4]،

ان کی رگ رگ مین جہاد کا خون دوڑتا تھا، لوگون سے کہا کرتے تھے کہ زندگی کا مزا گھوڑے کدانے مین ہے[5]، اسی جذب و ولولہ کی بنا پر خلفائے کے زمانہ مین بھی مجاہدانہ شریک ہوتے تھے، حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین خراسان پر فوج کشی ہوئی، اس مین آپ کی تلوار نے اپنے جوہر دکھائے[6]،

لیکن یہ سارا جوش شجاعت کفار کے مقابلہ مین تھا، ورنہ مسلمانون کے مقابلہ مین انکی تلوار ہمیشہ زنگ آلود رہی، شیخین کے بعد جس قدر خانہ جنگیان ہوئین، ان مین سے کسی مین شریک نہ ہوئے، بلکہ شدت احتیاط کی بنا پر ان لوگون کے بارہ مین جو اسمین شریک تھے کوئی رائے بھی نہ قایم کرتے تھے، ایک شخص نے ان کے سامنے حضرت علیؓ، عثمانؓ، طلحہؓ

---

[1] مسند ابن حنبل ج ۵ ص ۳۵۰، [2] بخاری کتاب المغازی باب کم غزا النبی صلی اللہ علیہ وسلم، [3] طبقات ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۳۶، [4] ابن سعد ج ۴ ق اول تذکرہ بریدہ بن حصیب [5] ایضاً ص ۱۰۹، [6] اصابہ ج اول ص ۱۵۱

اور زبیرؓ کا ذکر کیا تاکہ ان بزرگوں کے بارہ میں انکی رائے معلوم کرے، بریدہ فوراً قبلہ رو ہوکر دست بدعا ہو گئے کہ خدایا علیؓ کی مغفرت فرما عثمانؓ کی مغفرت فرما، اور زبیرؓ کی مغفرت فرما، پھر اس شخص سے مخاطب ہوئے کہ تو مجھ کو میرا قاتل معلوم ہوتا ہے، اس نے کہا حاشا میں قاتل کیوں ہونے لگا، اس استفسار سے میرا یہ مقصد تھا، فرمایا ان لوگوں کا معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے، اگر وہ چاہیگا تو ان کی نیکیوں کے بدلہ میں بخش دیگا، اور اگر چاہے گا تو ان کی غلطیوں کی سزا میں عذاب دیگا[1]

وفات | یزید کے عہد حکومت میں ۶۳ھ میں وفات پائی، دو لڑکے یادگار چھوڑے، عبد اللہ اور سلیمان،

فضل وکمال | فضل وکمال کے اعتبار سے بھی یہ عام صحابہ کی جماعت میں ممتاز ہیں، احادیث نبوی کی کافی تعداد ان کے حافظہ میں محفوظ تھی، ان کی مرویات کا شمار ۱۶۴ حدیثوں تک پہونچتا ہے، اسمیں ایک متفق علیہ ہے، اور ۲ میں بخاری اور ۱۱ میں مسلم منفرد ہیں[2]، ان کی مرویات تمامتر براہ راست زبان نبوت سے منقول ہیں، ان کے تلامذہ میں ان کے صاحبزادہ عبد اللہ اور سلیمان اور دوسرے لوگوں میں عبد اللہ بن اوس خزاعی شعبی اور ملیح بن اسامہ قابل ذکر ہیں[3]،

عام حالات | حضرت بریدہؓ کو بارگاہ نبوی میں پذیرائی حاصل تھی، حضور انور ان سے بے تکلف ملتے تھے، کبھی کبھی آنحضرت صلعم ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے نکلتے تھے، ایکمرتبہ کا واقعہ ہے کہ یہ کسی ضرورت سے کہیں جا رہے تھے، راستہ میں آنحضرت صلعم سے ملاقات ہو گئی، آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا، اور آگے بڑھے[4]،

---

[1] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۱۶۷، [2] تہذیب الکمال ص ۴۷ [3] تہذیب التہذیب ج اول ص ۴۳۳

[4] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۵۰،

حق گوئی، ان تعلقات نے ان پر فیضانِ نبوت کا پورا اثر ڈالا تھا حق گوئی، انکا خاص وصف تھا اور وہ بڑی سی بڑی شخصیت کے مقابلہ میں بھی حق گوئی سے باز نہ رہتے تھے حضرت علیؓ کا واقعہ اوپر گذر چکا، ایکمرتبہ یہ امیر معاویہؓ کے پاس گئے، ایک شخص بیٹھا ہوا ان سے باتیں کر رہا تھا بریدہؓ نے کہا میں بھی کچھ کہہ سکتا ہوں، معاویہ سمجھے کہ یہ بھی پہلے شخص کی طرح مجھے سراہیں گے، کہا ہاں شوق سے فرمایا میں نے آنحضرت صلعم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھکو امید ہے کہ قیامت کے دن میں روے زمین کے کنکر پتھر اور درختوں کی تعداد کے برابر لوگوں کی شفاعت کرونگا معاوؓ کیا اس عام شفاعت کے تم مستحق ہو، اور علی نہیں ہیں[1]؟ (غالباً پہلا شخص حضرت علیؓ کی مذمت کر رہا تھا، اور معاویہؓ بریدہؓ کی زبان سے بھی یہی سننا چاہتے تھے)

فرمانِ نبوی پر عمل، آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے ایک مرتبہ جو سن لیا، وہ ہر وقت پیش نظر رہتا تھا، اور اس پر عمل کے لئے ہمہ تن تیار رہتے تھے، ایکمرتبہ آنحضرت صلعم کی پاس بیٹھے تھے، آپ نے فرمایا کہ میری امت کو ڈھال کی طرح چوڑے چہرہ اور چھوٹی آنکھ والی قوم تین مرتبہ ہنکائے گی، یہانتک کہ اسکو ہنکاتے ہنکاتے جزیرۃ العرب کے اندر محدود کر دیگی، اس کے پہلے حملہ میں جو لوگ بھاگ جائینگے، وہ بچ جائینگے، دوسرے حملہ میں بعض بچینگے اور بعض ہلاک ہو جائینگے، تیسرے حملہ میں سب کے سب اس آگ میں پڑ جائینگے، لوگوں نے پوچھا یا نبی اللہ! وہ کون ہیں، فرمایا ترک، پھر فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ لوگ اپنے گھوڑوں کو مسلمانوں کی مسجدوں کے ستونوں سے باندھینگے اس ہولناک پیشین گوئی کے بعد بریدہ ہمیشہ دو تین اونٹ زاد سفر اور پانی پینے کا برتن ساتھ رکھتے تھے، کہ جیسے ہی یہ وقت آئے، فوراً اس عذاب سے بھاگ نکلیں[2]،

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۳۴۷، [2] ایضاً ص ۳۴۹،

حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضؓ

نام ونسب، طفیل نام، ذو النور لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے طفیل بن عمرو بن طریف بن العاص بن ثعلبہ بن سلیم، بن فہم بن غنم بن دوس بن عدنان بن عبد اللہ بن زہران بن کعب بن حارث بن نصر بن ازد (ازدی)، دوس کے قبیلے سے تھے، اس لئے دوسی کہلاتے تھے، یہ قبیلہ یمن کے ایک گوشہ میں آباد تھا، اور خاصہ طاقتور تھا، ایک قلعہ بھی اس کے پاس تھا، اور حضرت طفیلؓ اس قبیلہ کے رئیس تھے، غالبًا یہ تجارت پیشہ تھے، اور اسی تعلق سے یہ مکہ معظمہ آتے رہتے تھے

مکہ کا سفر، جس زمانہ میں آنحضرت صلعم مکہ میں دعوت اسلام فرمارہے تھے اس زمانہ میں طفیل کا مکہ آنا ہوا، قریش کے وہ اشخاص جو لوگوں کو آنحضرت صلعم کے پاس آنے سے روکتے تھے آئے اور کہا کہ چونکہ تم ہمارے شہر میں مہمان آئے ہو، اس لئے ازراہ خیر خواہی تم کو آگاہ کئے دیتے ہیں، کہ اس شخص (آنحضرت صلعم) نے ہماری جماعت میں پھوٹ ڈال کر ہمارا شیرازہ بکھیر دیا ہے، اور ہم لوگوں کو بہت تنگ کر رکھا ہے معلوم نہیں اس شخص کی زبان میں کیا سحر ہے جس کے زور سے بیٹے کو باپ سے، بھائی کو بھائی سے، بیوی کو شوہر سے چھڑا دیتا ہے، ہم کو خوف ہے، کہ کہیں تم اور تمھاری قوم بھی ہم لوگوں کی طرح، اس کے دام میں نہ آجائے، اس لئے ہمارا یہ دوستانہ مشورہ ہے، کہ تم نہ اس سے ملو اور نہ اسکی بات سنو، غرض ان لوگوں نے طفیل کو سب نشیب و فراز سمجھا کر آنحضرت صلعم کی ملاقات سے روک دیا، طفیل نے اس خیال

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۵۴،

سے کہ مبادا آنحضرت صلعم کی آواز کانون مین نہ پڑجائے، دونون کانون مین روئی ٹھونس لی،

اسلام، | اتفاق سے اسی حالت مین، ایک دن مسجد کی طرف سے گذرے، اس وقت آنحضرت صلعم خانہ کعبہ مین نماز پڑھ رہے تھے، اسلام کا شرف ان کی قسمت مین مقدر ہوچکا تھا، اس لئے تمام احتیاطین بے کار ثابت ہوئین، اور کچھ آیتین ان کے کان تک پہونچ گئین، یہ کھڑے ہوکر سننے لگے، تو اُس مین بڑی دلآویزی معلوم ہوئی، دل ہی دل مین باتین کرنے لگے، کہ مین بھی کیا وہمی ہون، مین خود اچھا شاعر ہون، کلام کے محاسن و معائب کو سمجھ سکتا ہون، پھر اس شخص کا کلام کیون نہ سنون، اگر اس مین کوئی خوبی ہے تو اس کے اعتراف مین بخل نہ کرنا چاہیئے اور اگر ناقابل توجہ ہے، تو التفات کی ضرورت نہین، غرض اس طرح دل کو تسلی دیکر اچھی طرح قرآن سنا، یہ کیا معلوم تھا کہ کلام کے حسن و قبح کا فیصلہ خود قسمت کا فیصلہ کردیگا، جبتک آنحضرت صلعم نماز پڑھتے رہے طفیل گوش ہوش سے سنتے رہے، ادھر آپ نے نماز ختم کی، ادھر طفیل کی قسمت کا فیصلہ ہوگیا، بے اختیارانہ پیچھے پیچھے چلے، کاشانۂ اقدس پر پہونچ کر قریش کی پوری گفتگو سنا کر عرض کی، کہ اسی خوف سے مین نے کانون مین روئی رکھ لی تھی تاکہ آپ کا معجزانہ کلام نہ سن سکون، لیکن خدا کو سنانا منظور تھا، اس لئے یہ تمام احتیاط بے کار ثابت ہوئی، اب آپ اپنی تعلیمات سنائیے، آنحضرت صلعم نے اسلام کی تعلیمات بتاکر قرآن کی کچھ آیات تلاوت فرمائین، طفیل قرآن کی آیتین سنکر مسحور ہوگئے، بے اختیار زبان سے نکل گیا، خدا کی قسم آج تک اس سے بہتر کلام نہ میرے کانون نے سنا اور نہ اس سے زیادہ عادلانہ کوئی مذہب دیکھا، مین بطیب خاطر اس مذہب حق کو قبول کرتا ہون،

وطن کی واپسی | اسلام لانے کے بعد عرض کیا، یا رسول اللہ! مین اپنی قوم کا سر برآوردہ شخص ہون، اس لئے چاہتا ہون، کہ وہان جاکر اہل وطن کو بھی دعوتِ اسلام دون، آپ دعا فرمائیے

کہ خدا اس کار خیر مین میری مدد کرے، آنحضرت صلعم نے اجازت دی اور دعا فرمائی گھر پہونچے تو والد ملنے آئے، کہا قبلہ و کعبہ! آپ مجھ سے الگ رہئے اب آپ سے مجھ سے کوئی تعلق نہین انھون نے کہا کیون؟ کہا مین نے دین اسلام قبول کر کے محمد (صلعم) کا طوق غلامی گردن مین ڈال لیا ہے اس لئے اب آپ سے کوئی واسطہ باقی نہین رہا، باپ کی قسمت مین بھی یہ سعادت لکھی تھی، اس لئے کسی سخت جواب کے بجاے بولے بیٹا جو دین تمھارا وہی میرا، چنانچہ اسی وقت نہلا دھلا کر ان کو اسلام کے دائرہ مین داخل کیا، بیوی کو آمد کی خبر معلوم ہوئی، تو وہ بھی آئین، انکو بھی وہی جواب دیا جو پہلے والد کو دے چکے تھے، بیوی نے کہا کہ مین تمھارے مذہب سے خلاف کیسے رہ سکتی ہون، مجھے بھی اس نعمت مین شریک کرو، چنانچہ ان کو بھی مشرف با سلام کیا، گھر روشن کرنے کے بعد قبیلہ کی طرف متوجہ ہوئے لیکن اس مین آواز بے اثر رہی تو مکہ واپس آئے، اور آنحضرت صلعم سے عرض کیا، کہ میری قوم میرا کہنا نہین مانتی، آپ ان کی ہدایت کے لئے دعا فرمائیے، آپ نے دعا فرمائی، کہ "خدایا! دوس کو ہدایت دے، اور اس پر ابر رحمت کا نزول فرما، دعا کے بعد ہدایت فرمائی، کہ نرمی اور آشتی کے ساتھ جا کر اسلام کی طرف مائل کرو، چنانچہ وہ حسب ارشاد نبوی دوبارہ گھر لوٹ کر تبلیغ ہدایت مین مشغول ہو گئے، اور آنحضرت صلعم کی دعا کی برکت سے کچھ دنون کے بعد، دوس کی کافی تعداد اسلام کے حلقۂ اثر مین آگئی۔[1]

آنحضرت صلعم کو اپنے قلعہ مین چلنے کی دعوت دینا

دائرہ اسلام کی وسعت کے ساتھ ساتھ مشرکین مکہ کا جور و ستم بھی بڑھتا جاتا تھا حتی کہ ذات نبوی کیساتھ گستاخیان کرنے مین بھی انکو باک نہ تھا، اور انھون نے آنحضرت صلعم اور مسلمانون کی ایذا رسانی کو اپنا مستقل شعار بنا لیا تھا، اس وقت دوس مین ایک نہایت

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۱۷۵

مضبوط قلعہ تھا، طفیل نے آنحضرت صلعم کو اپنے اس قلعہ مین منتقل ہونے کی دعوت دی، اور آپکی حفاظت کی ذمہ داری لی لیکن یہ فخر انصار کے لئے مقدر ہوچکا تھا، اس لئے آپ نے ان کی دعوت قبول نہ فرمائی؛[1]

ہجرت | اس درمیان مین آنحضرت صلعم ہجرت کر کے مدینہ آگئے، بدر، احد اور خندق کی لڑائیان بھی ختم ہوگئین، اور خیبر کی طیاریان شروع ہوئی تھین، کہ حضرت طفیل تقریباً اسی گھرانون کے ساتھ مدینہ تشریف لائے[2] لیکن آنحضرت صلعم خیبر مین تھے، اس لئے یہ پورا قافلہ بھی وہین روانہ ہوگیا،

غزوات | اور یہ سب کے سب غزوۂ خیبر مین شریک ہوئے، اور طفیل کی خواہش پر آنحضرت صلعم نے دوسیون کو خیبر شکن فوج کے میمنہ پر مقرر کیا، اس کے بعد سے پھر فتح مکہ تک آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے[3]،

سریۂ ذوالکفین | اگرچہ دوس کے اکثر خانوادے مشرف باسلام ہوچکے تھے، تاہم مدتون کے عقائد دفعۃً نہین بدل سکتے تھے، چنانچہ ذوالکفین نامی بت کا صنم کدہ موجود تھا، اور بہت سے لوگ اسکی پوجا کرتے تھے، لیکن طفیل کا موحد دل دوس کے دامن پر شرک کا ایک دھبہ بھی نہین گوارا کرسکتا تھا، اس لئے آنحضرت صلعم سے درخواست کی کہ مجھ کو ذوالکفین گرانے کی اجازت مرحمت ہو، آپ نے اجازت دیدی، چنانچہ کچھ دوسیون کو لیکر گئے، اور بتکدہ کو ڈھا کر بت مین آگ لگادی، اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے،

یا ذا الکفین لست من عبادکا میلادنا اقدم من میلادکا

انی حششت النار فی فوادکا

---

[1] مسلم ج اول ص ۷۵ باب الدلیل علی ان قاتل نفسہ لایکفر، [2] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۱۷۶، و استیعاب ج اول ص ۲۱۸، [3] ابن سعد ج ۴ ق ۱ ص ۱۷۶۔

اے ذو الکفین بت! اب میں تیرے پرستارون میں نہین ہون، میری پیدایش تیری پیدایش سے قدیم ہے،

مین نے تیرے قلب مین آگ بھردی،

غزوۂ طائف| یہان سے لوٹتے وقت دوس کے اور چار سو آدمی مع ساز و سامان کے ساتھ ہوگئے،

اور سب طائف مین آنحضرت صلعم کے ساتھ شریک ہوئے، ان کا دستہ الگ تھا، آنحضرت صلعم

نے پوچھا، تمھارا علم کون اٹھائیگا، طفیل نے عرض کی نعمان بن باریہ مدتون سے اس قبیلہ کے

علمبردار ہین، اس موقع پر بھی وہی اٹھائین گے، آنحضرت صلعم نے بھی یہ رائے پسند فرمائی[1]

طائف کی واپسی کے بعد وہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین مستقل طور سے رہنے لگی، اور

تا وفات نبوی آپ کے قدمون سے جدا نہ ہوئے،

فتنۂ ارتداد مین نہایت سرگرمی سے حصہ لیا، اور طلیحہ و نجد کے فتنون سے فراغت کے بعد

یمامہ مین شریک ہوئے[2]، اور اسی مین جام شہادت پیا[3]،

اولاد| اولاد مین صرف ایک لڑکے عمرو کا نام معلوم ہے، یہ بھی یمامہ کی جنگ مین شریک تھے، اور

یرموک کے معرکہ مین شہادت حاصل کی،

فضل و کمال| حضرت طفیل مذہبی علوم مین کوئی مرتبہ نہ حاصل کرسکے، اس کا سبب یہ تھا کہ

ابتداءً مدینہ مین رہنے کے بجائے اپنے وطن مین اسلام کی اشاعت کا فرض ادا کرتے رہے،

لیکن فضل و کمال کا یہ باب بھی کچھ کم نہین، کہ آپ کی کوششون سے قبیلہ دوس مشرف باسلام ہوا،

البتہ شاعر کی حیثیت سے ممتاز تھے،

---

[1] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۱۳ [2] مستدرک ج ۳ ص ۲۶۰

[3] استیعاب ج ا ص ۲۱۹

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رض

نام ونسب، عقبہ رض نام، ابو عمرو کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عقبہ بن عامر بن عبس بن عمرو بن عدی بن عمرو بن رفاعہ بن مودوعہ، بن عدی بن غنم بن ربیعہ بن رشدان بن قیس بن جہینہ جہنی،[1]

حضرت عقبہ رض آنحضرت صلعم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد مشرف باسلام ہوئے، اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ جب کوکبۂ نبوی مکہ سے مدینہ منتقل ہوا تو عقبہ بکریاں چرا رہے تھے، آپ کی آمد کی خبر سنکر بکریاں چھوڑکے خدمت اقدس مین حاضر ہوئے، اور عرض کی مجھ سے بیعت لیجئے آنحضرت صلعم نے پوچھا بیعت عربیہ کرنا چاہتے ہو یا بیعت ہجرت؟ عرض کی بیعت ہجرت، چنانچہ بیعت کرکے مدینہ مین مقیم ہوگئے،[2]

عہد خلفاء، غزوات مین شرکت کا پتہ نہین چلتا، عہد فاروقی مین شام کی فتوحات مین مجاہدانہ شریک ہوئے، دمشق کی فتح کا مژدہ بھی حضرت عمر رض کے پاس لائے تھے[3]، جنگ صفین مین امیر معاویہ کے طرفدار تھے، اور انھین کی حمایت مین لڑے، مصر پر تسلط کے بعد ان کو وہان کا امیر الخراج بنایا، اور نماز کی امامت کا منصب بھی ملا،[4]

سنہ ۴۷ھ مین امیر معاویہ کے ایما سے روڈس پر حملہ کیا، لیکن حملہ کے دوران مین معزول کردیے گئے، اور ان کی جگہ مسلمہ مقرر ہوئے، انکو معزولی کی اطلاع ہوئی، تو یہ کہکر علیحدہ ہوگئے، کہ مین معزولی کی حالت مین جنگ کرون؟؟[5]

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۴۱۷، [2] ابن سعد جزو ۴ ق ۲ ص ۷۶ و اصابہ تذکرۂ ابن عامر، [3] اصابہ ج ۴ ص ۲۴۹
[4] کتاب الولاۃ کندی ص ۳۷، [5] ابن سعد جزو ۴ ق ۲ تذکرہ ابن عامر،

وفات، آپ کی وفات کے بارہ مین مختلف روایتین ہین لیکن صحیح روایت یہ ہے، کہ ۵۸ھ مین وفات پائی،

فضل و کمال، علم و فضل کے اعتبار سے حضرت عقبہ ممتاز شخصیت کے مالک تھے، قرآن، حدیث، فقہ، فرائض، اور شاعری سب مین امتیازی پایہ تھا علامہ ذہبی لکھتے ہین، کہ عقبہ فقیہ کتاب اللہ کے قاری، فرائض کے ماہر فصیح اللسان، شاعر، اور بلند مرتبہ شخص تھے[1]

خصوصاً قرآن کی تلاوت سے مخصوص ذوق تھا، اور بڑے ولولہ اور ذوق سے اس کی تعلیم حاصل کرتے تھے بعض بعض سورتین خود زبان وحی الہام سے سیکھی تھین، ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کے قدمون سے چمٹ گئے، کہ یا رسول اللہ صلعم! مجھکو سورۂ ہود و یوسف پڑھا دیجئے اسی ذوق و شوق نے قرآن کا قاری بنا دیا تھا، ایک قرآن خود مرتب کرکے لکھا تھا، اس کی ترتیب عثمانی مصحف سے مختلف تھی، یہ نسخہ نوین صدی ہجری تک مصر مین موجود تھا، اور اس کے اخیر مین آپ کے دست قلم کی لکھی ہوئی یہ تحریر موجود تھی "یہ قرآن عقبہ بن عامر نے اپنے ہاتھون سے لکھا"[2]

حدیث، عقبہ خدمت نبوی کے حاضر باش تھے، کبھی کبھی سفر مین بھی رفاقت کا شرف حاصل ہوتا تھا اس لئے احادیث سننے کے کافی مواقع ملتے تھے، ان کی مرویات کی مجموعی تعداد ۵۵ ہے ان مین سے ۷ متفق علیہ ہین، اور ایک مین بخاری اور ۷ مین مسلم منفرد ہین[3] گو ان کے تبحر کے مقابلہ مین یہ تعداد بہت کم ہے لیکن استناد کے اعتبار سے ان کی احادیث کو اکابر صحابہ معتبر سمجھتے تھے اسی لئے دور دراز کی مسافتین طے کرکے ان سے استفادہ کے لئے آتے تھے حضرت ابو ایوب رض صرف

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۳۶، [2] تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۴۳،

[3] تہذیب الکمال ص ۲۶۹،

ایک حدیث سننے کے لئے خاص طور پر مدینہ سے مصر آئے، اور سنکر فوراً واپس گئے، آنحضرت ابن عباسؓ جو حبر الامۃ تھے، عقبہ سے خوشہ چینی کرتے تھے[1]، ان کے تلامذہ کی تعداد کافی تھی، ان میں ابوامامہ، قیس بن ابی حازم، جبیر بن نفیر، بعجہ بن عبداللہ جہنی، وخیین بن عامر، ربعی بن خراش، عبدالرحمن بن شماسہ، علی بن رباح، قابل ذکر ہیں[2]، فقہ میں بھی آپ کو یدطولیٰ حاصل تھا،

شاعری، مذہبی علوم کے علاوہ عرب کے دوسرے مروجہ علوم خطابت وشاعری میں بھی دخل تھا، خود بھی خوش گو شاعر تھے،

اخلاق، عقبہ گو بلند پایہ صحابی تھے لیکن مذہبی ذمہ داری سے بہت گھبراتے تھے، چنانچہ مصر میں امام رہ چکے تھے، تاہم عہدہ کی حیثیت سے نماز پڑھانے کے علاوہ، عام طور پر نماز پڑھانے میں بہت محتاط تھے، ابوعلی ہمدانی کا بیان ہے، کہ ایک مرتبہ سفر میں لوگوں نے درخواست کی کہ آپ آنحضرت صلعم کے صحابی ہیں، اس لئے آپ نماز پڑھائیے، فرمایا نہیں! میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ جس نے امامت کی اور صحیح وقت پر پورے شرائط کیساتھ نماز پڑھائی، تو امام اور مقتدی دونوں کے لئے باعث اجر ہے، اور اگر اس میں کوئی فروگذاشت ہوئی تو امام ماخوذ ہوگا، اور مقتدی بری الذمہ ہوں گے[3]

خدمت رسول، آقائے دوعالم کی خدمت گذاری ان کا خاص مشغلہ تھا، سفر میں آنحضرت صلعم کی سواری کھینچنے کی خدمت انھیں کے متعلق تھی، کان صاحب بغلۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشہباء[4]

اس رفاقت میں انکو ذات نبوی سے خوشہ چینی کے بہترین مواقع ملتے تھے، بیان کرتے

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۵۹، [2] تہذیب الکمال ص ۲۶۹، [3] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۴۵،
[4] کتاب الولاۃ کندی ص ۸۴،

ہیں، کہ ایک مرتبہ سفر میں آنحضرت صلعم کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا میں سواری اقدس کھینچ رہا تھا، آپ نے فرمایا عقبہ! میں تم کو دو بہترین سورتیں پڑھنے کے قابل بتاتا ہوں، میں نے عرض کی، ارشاد ہو، فرمایا، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس[1]،

لیکن اس معیت کے باوجود سفر میں بھی ذات نبوی کے جذبۂ احترام میں فرق نہ آتا تھا، حتی کہ آپ کی سواری پر بیٹھنا بھی سوء ادب سمجھتے تھے، ایک مرتبہ سفر میں تھے، اپنی خدمت انجام دے رہے تھے، آنحضرت صلعم نے سواری بٹھا دی، اور خود اتر کر فرمایا، عقبہ! اب تم سوار ہو لو، عرض کی، سبحان اللہ یا رسول اللہ! میں اور آپ کی سواری پر سوار ہوں!! دوبارہ پھر آپ نے حکم دیا، انھوں نے وہی عرض کی، جب زیادہ اصرار بڑھا، تو الامر فوق الادب کے خیال سے بیٹھ گئے، اور سرکار دو عالم ان کی جگہ سواری کھینچنے کی خدمت انجام دینے لگے[2]،

عیب پوشی

عیب پوشی عقبہ کا خاص شیوہ تھا، دوسروں کے اعمال کا اعلان کرنا بہت برا سمجھتے تھے، ایک مرتبہ غلام نے آکر عرض کی کہ ہمارے ہمسایہ شراب پیتے ہیں، فرمایا جانے دو، کسی پر ظاہر نہ کرنا، اس نے کہا کہ میں محتسب کو خبر کر دوں گا، فرمایا بڑے افسوس کا مقام ہے، جانے بھی دو، میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے، کہ جس نے کسی کی عیب پوشی کی اس نے گویا مردہ کو زندہ کیا[3]،

انفاق فی سبیل اللہ

عقبہ خدا کی راہ میں نہایت فیاضی سے خرچ کرتے تھے، آپ کو اسلحہ سے بڑی دلچسپی تھی، چنانچہ وفات کے وقت ۷۰ کمانیں تھیں، اور دوسرے لوازم علیحدہ تھے، ان سب کو خدا کی راہ میں وقف کر گئے[4]،

---

[1] مسند ابن حنبل ج ۴ ص ۱۵۳، [2] کتاب الولاۃ کندی ص ۴۷، [3] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۵۸، [4] ایضاً ص ۱۴۸،

آپ کو سپاہیانہ فنون سے بڑی دلچسپی تھی، اس زمانہ میں تیراندازی سب سے بڑا فن تھا، اسکی ترویج میں بہت کوشش کرتے تھے، اور اس کا سیکھنا مذہبی فرض سمجھتے تھے، ایک مرتبہ خالد بن ولید کو بلایا، ان کو آنے میں کچھ تامل تھا، فرمایا آؤ، میں تمہیں ایک حدیث سناؤں گا، حدیث کا نام سنکر خالدؓ چلے آئے، تو حدیث سنائی، کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے، کہ اللہ تعالے ایک تیر کے بدلہ میں ۳ اشخاص کو جنت میں داخل کرتا ہے، اس کے بنانے والے کو، خدا کی راہ میں اس کے لیجانے والے کو اور چلانے والے کو، حضور نے یہ بھی فرمایا کہ تمام کھیلوں میں صرف ۳ کھیل جائز ہیں، تیراندازی، گھوڑے کی تادیب اور اپنی بیوی سے ہنسی دل لگی کرنا، جس نے تیراندازی سیکھ کر بھلا دی، اس نے بڑی نعمت کھودی[1]،

عقبہ گو فارغ البال تھے، غلام بھی پاس تھا لیکن غایت سادگی کی بنا پر اپنا کام آپ کرتے تھے[2]،

حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ

نام و نسب عمیر نام، ابو امیہ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمیر بن وہب بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح، ماں کا نام ام سخیلہ تھا، نانہالی نسب نامہ یہ ہے، ام سخیلہ بنت ہاشم بن سعید بن سہم قرشی[3]،

قبل اسلام عمیر قریش کے سربرآوردہ اور بہادر لوگوں میں تھے، قبول اسلام کے قبل اسلام اور پیغمبر اسلام کے سخت دشمن تھے، بدر میں مشرکین کی حمایت میں مسلمانوں کے مقابلہ میں آئے، اس غزوہ میں مسلمانوں کی قوت کا اندازہ لگانے کے لئے یہی نکلے تھے، اگرچہ

[1] مسند احمد بن حنبل صفحہ ۱۴۸، [2] ایضاً [3] ابن سعد جزء ۴ قسم اول ص ۶۴،

اسلام کی بیخ کنی ان کی دلی تمنا تھی، تاہم مسلمانون کا مقابلہ کرنا نہین چاہتے تھے، چنانچہ بدر مین شرکت کے باوجود ان کی برابر یہ کوشش رہی، کہ کسی طرح لڑائی ٹل جائے، ابن سعد کے یہ الفاظ ہین، "وقد کان حریصًا علی رد قریش عن رسول اللہ صلعم ببدر"، لیکن جب اس کوشش مین ناکامی ہوئی، تو مایوس ہوکر دوسرا طریقہ اختیار کیا، اور قریش سے انصار کی تذلیل کے طور پر کہا، کہ ان کے چہرے سانپون کی طرح ہین، جو پیاس سے بھی نہین مرتے، ان کی یہ مجال نہین ہے کہ ہمارے مقابلہ مین آکر بدلہ لین، اس لئے ان روشن و تابان چہرہ والون (قریش) کو ان سے تعرض نہ کرنا چاہئے، انصار نے جواب دیا، "یہ خیال چھوڑ دو، اور اپنے قبیلہ کو جنگ پر آمادہ کرو، جب یہ تدبیر بھی ناکام رہی تو پھر گھوڑے سے اتر پڑے اور جنگ شروع ہوگئی، جس کا نتیجہ قریش کی شکست کی صورت مین ظاہر ہوا، اور ان کا لڑکا وہب مسلمانون کے ہاتھ مین گرفتار ہوگیا،

آنحضرت صلعم کے قتل کا ارادہ

بدر کی شکست سے مشرکین کی آتش انتقام اور تیز ہوگئی، اور طرح طرح کے منصوبے سوچنے لگے، ایک دن عمیر اور سرخیل مشرکین صفوان بن امیہ آپس مین بیٹھے باتین کر رہے تھے، صفوان بولا، بدر کے مقتولین کے بعد زندگی بے مزہ ہوگئی، عمیر نے کہا بالکل سچ ہے، واللہ لطف زندگی جاتا رہا، اگر مجھ پر قرض کا، اور اہل و عیال کی پرورش کا بار نہ ہوتا، تو مین محمدؐ کے قتل کی کوشش کرتا، صفوان یہ سنکر پھولا نہ سمایا، بولا، یہ کون سی بڑی بات ہے، تمھارے قرض کی ادائگی کا مین ذمہ لیتا ہون، رہا اہل و عیال کا معاملہ تو جس طریقہ سے مین اپنے اہل و عیال کی پرورش کرتا ہون، اسی طرح تمھارے اہل و عیال کی پرورش کرون گا، غرض صفوان نے ضروری سامان سفر مہیا کر دیا،

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۷۳۴،

اور ایک سم آلود تلوار دی، اور عمیر یہ ہدایت کرکے کہ ابھی کچھ دنوں میرے حالات پوشیدہ رکھنا مدینہ پہونچے، مسجد کے دروازہ پر سواری کھڑی کی، اور تلوار لئے ہوئے سیدھے آنحضرت صلعم کی طرف چلے، حضرت عمرؓ یہ تماشا دیکھ رہے تھے، وہ گھبرائے ہوئے آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئے، اور عرض کیا، یا رسول اللہ! ان کو کسی قیمت پر امان نہ دیجئے گا، فرمایا، اچھا ان کو بلاؤ، حضرت عمرؓ چند اشخاص کو آنحضرت صلعم کی حفاظت پر متعین کرکے خود عمیر کو لیکر آئے، عمیر تلوار لئے ہوئے داخل ہوئے، آنحضرت صلعم نے عمرؓ کو ہٹا دیا، عمیر نے سلام علیک کی جگہ د انعموا صباحا جاہلیت کا سلام کیا، آنحضرت صلعم نے فرمایا، ،، خدائے عزوجل نے تمھارے طریقۂ تحیہ سے ہم کو مستغنی کردیا، اور ہمارا طریقۂ تحیہ سلام متعین کیا ہے پھر پوچھا کیسے آنا ہوا، عمیر نے کہا اپنے قیدیون کو چھڑانے کے لئے آخر تم بھی ہمارے ہی ہم قبیلہ اور ہم خاندان ہو، آنحضرت صلعم نے پوچھا، یہ تلوار کیسی گلے مین آویزان ہے، کہا، ان تلوارون کا برا ہو، یہ ہمارے کیا کام آئین، اترتے وقت گلے سے نکالنا بھول گیا، اس لئے یہ لٹکی رہ گئی، پھر آنحضرت صلعم نے پوچھا کہ سچ سچ کہو تم کس ارادہ سے آئے ہو، کہا کچھ نہین، صرف قیدیون کو چھڑانے کیلئے، فرمایا تم نے صفوان سے کیا شرط کی تھی، اس سوال پر عمیر بہت گھبرائے، اور کہا مین نے کیا شرط کی تھی، فرمایا ان شرائط کے ساتھ تم نے قتل کا وعدہ کیا تھا،

اسلام | یہ سننا تھا کہ تمام عزیمتین اور ارادے بدل گئے، اور جس زبان سے آنحضرت صلعم کے قتل کا عہد کرکے آئے تھے، اسی زبان سے بے اختیار اشھد انک رسول اللہ و اشھد ان لا الہ الا اللہ نکل گیا[1]، قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلعم نے مسلمانون سے فرمایا کہ اپنے بھائی کو آرام پہنچاؤ، اور ان کا قیدی چھوڑدو، چنانچہ وہب کو بغیر فدیہ کے رہا کردیا گیا[2]،

---

[1] اصابہ ج ۵ ص ۳۶ و ابن سعد ج ۴ ص اول ص ۱۴۷،۱۴۶، [2] ابن سعد جز ۴ ق ۱ ص ۱۴۷،

مکہ کی واپسی اور اشاعت اسلام

ادھر مکہ مین صفوان نہایت بے چینی سے انتظار کر رہا تھا، اور قریش سے کہتا پھرتا تھا، کہ مین تم کو ایسی کامیابی کی خوشخبری سناتا ہون، کہ اس کے بعد بدر کی شکست کا غم بھول جائے گا، اور ہر آنے جانے والے سے پوچھتا کہ مدینہ مین کوئی نیا واقعہ تو نہین پیش آیا (یعنی آنحضرت صلعم کا کام تمام تو نہین ہوا) ایک دن بالکل خلاف توقع خبر سنی کہ جو شکار کرنے نکلا تھا، وہ خود شکار ہو گیا یعنی عمیر مسلمان ہو گئے، اس خبر سے بہت پیچ و تاب کھایا، اور عہد کر لیا کہ اب کبھی عمیر سے نہ بولونگا، اور نہ اس کی کسی قسم کی مدد کرونگا، تمام مشرکین نے عمیرؓ کے اسلام پر اظہار ملامت کیا، اس درمیان مین عمیرؓ نے قرآن کی کچھ تعلیم حاصل کر کے آنحضرت صلعم سے عرض کیا، کہ اگر اجازت ہو تو مین مکہ جا کر اشاعت اسلام کا فرض انجام دون، شاید خدا ان لوگون کو ہدایت دے، آپ نے منظور فرمایا، اور عمیرؓ نے مکہ مین آکر بڑی سرگرمی سے تبلیغ شروع کر دی، اور ان کی کوششون سے بڑی تعداد اسلام کے شرف سے بہرہ ور ہوئی[1]

ہجرت و غزوات مکہ مین عرصہ تک تعلیم و ارشاد کا فرض انجام دیتے رہے، پھر احد کے قبل ہجرت کر کے مدینہ آگئے، اور احد، تبوک، فتح مکہ وغیرہ تمام معرکون مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب[2] رہے، اور اپنی تلوار کے جوہر دکھائے،[3]

عہد خلفاء آنحضرت صلعم کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت مین بھی مہمات امور مین برابر شریک رہے، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین جب عمرو بن العاصؓ نے مصر پر چڑھائی کی، اور ابتدائی فتوحات کے بعد اسکندریہ کی تسخیر مین زیادہ دیر لگی، تو حضرت عمرؓ نے دس ہزار امدادی فوج چار امرا کی سرکردگی مین بھیجی، ان مین ایک عمیرؓ بھی تھے[4] اور یہ ہدایت کر دی تھی، کہ حملہ کے وقت ان چارون کو آگے آگے رکھنا، چنانچہ انھین چارون

---

[1] اصابہ ج ۵ ص ۲۷، [2] ابن سعد قسم اول ص ۷، [3] اصابہ ج ۵ ص ۳۳، [4] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۰

کی کوششون سے اسکندریہ کی مہم سر ہوئی، اسکندریہ کی تسخیر کے بعد عمرو بن العاص رضؓ نے متفرق چھوٹے چھوٹے مقامات پر علیحدہ علیحدہ افسر متعین کئے تھے، اس سلسلہ مین عمیر رضؓ نے بہت سے مقامات فتح کئے، تنیس، دمیاط، تونہ، دمیرہ، شطا، دقہلہ، بنا اور بوسیر وغیرہ خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں[1]،

وفات، حضرت عمر رضؓ کے آخر عہدِ خلافت مین وفات پائی،

حضرت زید بن خطاب رضؓ

نام ونسب، زید نام، ابو عبد الرحمن کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، زید بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ قرشی عدوی،

مان کا نام اسماء تھا، ننہالی سلسلۂ نسب یہ ہے، اسماء بنت وہب بن حبیب اسدی[2]

آپ حضرت عمر رضؓ کے سوتیلے بھائی اور عمر مین ان سے بڑے تھے[3]،

اسلام وہجرت، گو ابتدا مین خطاب کا گھر حضرت عمر رضؓ کی سختیون کے باعث اسلام کی دشمنی سے تیرہ وتار ہو رہا تھا، لیکن حضرت زید رضؓ حضرت عمر رضؓ سے بہت پہلے مشرف باسلام ہو چکے تھے، اور مہاجرین کے پہلے قافلہ کے ساتھ مدینہ آئے، آنحضرت صلعم تشریف لائے، تو ان مین اور معن بن عدی عجلانی مین مواخاۃ کرا دی[4]،

غزوات، مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے بدر مین شرکت کا شرف حاصل کیا، پھر احد مین شریک ہوئے، غایتِ شجاعت نے زرہ سے بے نیاز کر دیا تھا، میدانِ جنگ مین ننگے بدن

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۴، [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۲۸، [3] استیعاب ج ۱ ص ۱۹۰،

آئے، حضرت عمرؓ کو ان سے بہت محبت تھی، انھوں نے گوارا نہ کیا، اور قسم دلا کر آپ نے اپنی زرہ پہنا دی، لیکن طالب شہادت کے لئے زرہ کی روک عار تھی، تھوڑی دیر پہن کر اتار دی، اب عریان سینہ دشمنوں کا ہدف تھا، حضرت عمرؓ نے سبب پوچھا، فرمایا تمھاری طرح مجھکو بھی جام شہادت پینے کی تمنا ہے[1]،

احد کے بعد صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آنحضرت صلعم نے موت پر بیعت لینا شروع کی، تو فدا کارانہ جان بازوں کی فہرست میں نام لکھایا[2]، اس کے علاوہ خندق، حنین اور اوطاس وغیرہ میں بھی برابر شریک رہے،

حجۃ الوداع میں بھی آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، اسی موقع پر آپ نے ان سے یہ حدیث بیان فرمائی تھی، کہ جو تم کھاتے پہنتے ہو، وہی اپنے غلاموں کو بھی کھلاؤ پہناؤ، اور اگر وہ جرم کے مرتکب ہوں، اور تم نہ معاف کر سکو، تو فروخت کر ڈالو[3]،

فتنہ ردّہ اور شہادت عہد صدیقی میں جب مسلمان جوق در جوق فتنۂ ارتداد کے فرو کرنے کے لئے نکلے، تو ان کی حق شناس تلوار بھی میان میں نہ رہ سکی، یہ بھی مجاہدانہ ساتھ ہو گئے اور متعدد سرکش بے دینوں کو واصل جہنم کیا،

مشہور مرتد نہار بن عنفوہ جس کے متعلق اس کے زمانۂ اسلام میں آنحضرت صلعم نے پیشین گوئی فرمائی تھی، انھیں کے ہاتھ سے مارا گیا[4]،

جنگ یمامہ میں اسلامی فوج کی علم برداری کا منصب سپرد ہوا، بنو حنیفہ نے ایکمرتبہ اس زور کا حملہ کیا، کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، کچھ لوگ میدان جنگ سے بھاگ نکلے

---

[1] ابن سعد جز ۳ قسم ۱ ص ۲۷۵، [2] استیعاب ج ۱ ص ۱۹۰، [3] ابن سعد جز ۳ قسم ۱ ص ۲۷۴،

[4] استیعاب ج ۱ ص ۱۹۰،

حضرت زیدؓ کو علم برداری کی لاج تھی، یہ رنگ دیکھکر شہادت کی رگ تڑپ اٹھی، کہا خدا کی قسم مین اس وقت تک نہ بولون گا، جب تک دشمنون کا منہ نہ پھیر دون یا خود لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤن، اور مسلمانون کو للکارا کہ آنکھین بند کرکے ڈاڑھین داب کر، دشمنون کے قلب مین گھس جاؤ[۱]، ایک طرف لوگون کو ابھارتے تھے، دوسری طرف زبان بارگاہ ایزدی مین معذرت مین مصروف تھی، کہ "خدایا مین اپنے ساتھیون کی پسپائی پر تیری بارگاہ مین معذرت خواہ ہون" اسی حالت مین علم ہلایا، اور دشمنون کی صفین چیرتے ہوئے گھستے چلے گئے، اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے[۲]، آپ کی شہادت کے بعد حضرت سالمؓ نے علم سنبھالا، لوگون نے کہا سالم! تمھاری علمبرداری سے شکست کا خطرہ ہے، کہا اگر میرے سبب سے شکست ہو تو مجھ سے بدتر حامل قرآن کون ہوگا[۳]۔

حضرت عمرؓ کا غم حضرت عمرؓ ان کو بہت محبوب رکھتے تھے، ان کی شہادت سے بہت غم زدہ ہوئے، اور جب کبھی کوئی مصیبت پیش آتی، تو فرماتے کہ سب سے بڑا داغ زید کا تھا، اس کو اٹھایا، اور صبر کیا[۴]، اکثر فرمایا کرتے کہ باد صبا سے زید کی خوشبو آتی ہے، اس سے انکی یاد تازہ ہو جاتی ہے[۵]۔

اسی زمانہ مین مشہور شاعر متمم بن نویرہ کا بھائی ایک معرکہ مین خالد بن ولید کے ہاتھ سے مارا گیا، متمم اپنے بھائی کا عاشق و شیفتہ تھا، اس حادثہ نے اس کو دیوانہ بنا دیا، کہ دیکھنے والون کو ترس آتا، اسی جذب مین اپنے بھائی کا ایسا رقت انگیز مرثیہ لکھا کہ سننے والے بیقرار ہو جاتے، اتفاق سے حضرت عمرؓ سے ملاقات ہو گئی، آپ نے فرمایا تمکو اپنے بھائی کا کس قدر قلق ہے، عرض کیا، ایک مرض کی وجہ سے ایک آنکھ کے آنسو خشک ہو گئے تھے، لیکن بھائی کے غم مین جب سے اشکبار ہوئی ہے،

---

[۱] ابن اثیر ج ۲ ص ۲۷۸، [۲] ایضاً ص ۲۷۸، [۳] ابن سعد جز ۳ ق ا ص ۶۲، [۴] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۲۶
[۵] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۲۷، [۶] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۲۷،

آج تک نہ رکی، حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ رنج والم کی آخری حد ہے، کوئی جانے والے کا اتنا غم نہین کرتا، اس کے بعد فرمایا، کہ خدا زیدؓ کی مغفرت کرے، اگر مین شاعر ہوتا، تو مین بھی ان کا مرثیہ کہتا، متمم نے کہا، امیر المومنین، اگر آپ کے بھائی کی طرح میرا بھائی شہید ہوا ہوتا، تو مین کبھی اشکباری نہ کرتا، حضرت عمرؓ کو ایک گونہ تسلی ہو گئی[1] فرمایا کہ اس سے بہتر تعزیت کسی نے نہین کی[2] لیکن بھائی کے ساتھ شدید تعلق قلب کے باوجود صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا، جس وقت حضرت زیدؓ کی شہادت کی دلخراش خبر ملی تھی، اس وقت بجائے نالہ وشیون کرنے کے فرمایا کہ میرے بھائی دو نیکیون مین مجھ سے سبقت لے گئے، مجھ سے پہلے اسلام لائے اور مجھ سے پہلے جام شہادت پیا[3]

حلیہ، یہ تھا، قد بلند وبالا، رنگ گندم گون،

ازدواج واولاد، آپ کے دو بیویان تھین، لبابہ اور جمیلہ، لبابہ سے عبد الرحمٰن تھے، اور جمیلہ سے اسماء تھین[4]

فضل وکمال، آپ سے متعدد اشخاص نے حدیث روایت کی ہے،

حضرت ابو رافعؓ

نام ونسب، نام مین بہت اختلاف ہے، زیادہ مشہور اسلم ہے، اور ابو رافع کنیت ہے، نسب کے متعلق صرف اس قدر لکھدینا کافی ہے، کہ آپ آقائے دوعالم کی غلامی کا شرف

---

[1] ابن سعد جزء ۳ ق ۱ ص ۲۷۵،

[2] استیعاب ج ۱ ص ۱۹۱ [3] ایضاً،

[4] ابن سعد جزء ۳ ق ۱ ص ۲۷۵،

رکھتے تھے، اور حضور نے یہ کہکر اپنے خاندان مین شامل کر لیا تھا کہ مولی القوم من انفسھم[1] اس مرتبہ کے بعد خاندانی اور نسبی عظمت کا کون درجہ باقی رہجاتا ہے،

غلامی اور آزادی ابتدا مین ابورافع حضرت عباسؓ کے غلام تھے، انھون نے آنحضرت صلعم کو دیدیا تھا، آنحضرت صلعم نے حضرت عباسؓ کے اسلام کی مسرت پر آزاد کر دیا،[2]

اسلام حضرت ابورافعؓ ان لوگون مین ہین، جن کے دل پر نبوت کا پر جلال چہرہ دیکھکر اسلام کا نقش بیٹھ گیا، اپنے اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہین، کہ ایک مرتبہ مجھ کو قریش نے آنحضرت صلعم کے پاس کسی کام سے بھیجا، آپ کو دیکھتے ہی میرا دل اسلام کی طرف مائل ہوگیا، مین نے عرض کیا، یارسول اللہ! اب مین واپس نہ جاؤن گا، آپ نے فرمایا کہ مین قاصد کو نہین روکتا، اور عہد شکنی نہین کرتا، اس وقت تم لوٹ جاؤ، اگر کچھ دنون تک بدستور تمھارے دل مین اسلام کا جذبہ باقی رہا، تو پھر چلے آنا، چنانچہ اس وقت یہ واپس چلے گئے اور پھر دوبارہ حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے،[3]

ابتلاو آزمایش لیکن بدر تک جبابرۂ قریش کے خوف سے اسلام کا اعلان نہین کیا، ایک دن چاہ زمزم کی چہار دیواری مین بیٹھے تیر درست کر رہے تھے، حضرت عباسؓ کی اہلیہ بھی پاس ہی بیٹھی ہوئی تھین، کہ اتنے مین ابولہب گھسٹتا ہوا آیا، اور حجرہ کی طناب کے پاس بیٹھ گیا، اس کے بعد ابوسفیان آئے، ابولہب نے ان سے بدر کے حالات دریافت کرنے شروع کئے، بولا کیا پوچھتے ہو، مسلمانون نے ہماری ساری قوت تباہ کردی، بہتون کو تہ تیغ کر ڈالا، کچھ لوگون کو گرفتار کر لیا، اس سلسلہ مین ایک واقعہ عجیب و غریب بیان کیا جاتا ہے،

---

[1] ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۶ ، [2] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۵۱ ، [3] ابوداؤد ج ۱ ص ۲۷۳ ومستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۹۸،

کہ میدانِ جنگ مین آسمان سے زمین تک سفید پوش سوار بھرے ہوئے تھے، اس پر ابو رافع نے کہا کہ وہ فرشتے تھے، یہ سنکر ابولہب نے ان کے منہ پر زور سے ایک طمانچہ مارا، یہ سنبھالکر لپٹ گئے، مگر کمزور تھے، اس لئے ابو رافع غالب نہ آسکے، ابولہب نے پٹک دیا، اور سینہ پر چڑھکر جہان تک مارسکا مارا، حضرت عباسؓ کی بیوی دیکھ رہی تھین، ان سے یہ ظلم نہ دیکھا گیا، انھون نے ایک ستون اٹھاکر اس زور سے مارا کہ ابولہب کا سر کھل گیا، اور بولین اس کا آقا موجود نہین، اس لئے کمزور سمجھ کر مارتا ہے[1]،

ہجرت بدر کے بعد ہجرت کرکے مدینہ گئے، اور آنحضرت صلعم کے ساتھ مقیم ہوگئے[2]،

غزوات بدر کے علاوہ احد، خندق، وغیرہ تمام غزوات مین شریک ہوئے، آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کی امارت مین یمن کی طرف جو سریہ بھیجا تھا، اس مین یہ بھی تھے، چنانچہ حضرت علی رضؓ نے اپنی عدم موجودگی مین سریہ کی نگرانی ان کے سپرد کی تھی[3]،

وفات حضرت علیؓ کے ابتدائی زمانۂ خلافت مین وفات پائی[4]،

اولاد وفات کے وقت ۷ اولادین تھین، حسن، رافع، عبید اللہ، معتمر، مغیرہ، اور سلمیٰ[5]،

فضل وکمال اسلام نے غلامون کو ہر قسم کی ترقی کے جو مواقع عطا کئے ہین، ابو رافع اس کی روشن مثال تھے، گو یہ غلام تھے، لیکن فضل وکمال مین آزادون کے ہمسر تھے، ان کی ۶۸ روایتین حدیث کی کتابون مین موجود ہین، ان مین سے ایک مین بخاری اور ۳ مین مسلم منفرد ہین[6]،

آزادی کے بعد بھی آستانۂ نبوی کی خدمت گذاری کا فخر نہ چھوٹا، اس لئے انکو معمولات نبوی

---

[1] ابن سعد جز ۴ ق ۱ ص ۵۱ [2] ایضاً ص ۵۲، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۹۸ [4] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۹۱ [5] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۹۲، [6] تہذیب الکمال ص ۴۴۹،

کے متعلق بہت معلومات تھے، اور اکابر صحابہؓ ان سے استفادہ کرتے تھے، ابن عباسؓ ان کے پاس ایک کاتب لے کر آتے تھے، اور سوال کرتے تھے، رسول اللہ صلعم نے فلان فلان دن کیا کیا، یہ بیان کرتے جاتے تھے، اور کاتب قلمبند کرتا جاتا[1]

تلامذہ، ان کے سرچشمۂ فضل و کمال سے سیراب ہونے والون کا دائرہ خاصہ وسیع تھا، چنانچہ ان کے لڑکون میں حسن، رافع، عبید اللہ، معتمر، پوتون میں حسن، صالح، اور عام لوگون مین عطاء بن یسار، ابو غطفان بن طریف، ابو سعید مقبری، اور سلیمان بن یسار ان کے خوشہ چینون مین تھے[2]

عام حالات، آنحضرت صلعم نے گو آزاد کر دیا تھا، لیکن بدستور آپ کی غلامی مین گرفتار رہے، آزادی کے وقت آنکھین بے اختیار اشکبار ہو گئین، لوگون نے سوال کیا آزادی مین رونے کا کون مقام ہے، کہا آج ایک اجر جا رہا[3]، اس کے بعد قانوناً آزاد ہو گئے تھے لیکن خدمت گذاری کا شرف پھر بھی نہ چھوڑا، چنانچہ سفر وغیرہ مین خیمہ یہی نصب کرتے تھے[4]، آقائے دو عالم کے ساتھ غلامی کی نسبت بہت محبوب تھی، ہمیشہ اپنے کو آنحضرت صلعم کا غلام کہتے تھے، عمرو بن سعید بن عاص مدینہ کی امارت کے زمانہ مین اپنا غلام کہلانا چاہا، لیکن یہ برابر انکار کرتے رہے، تاآنکہ سعید نے ۵۰۰ کوڑے لگا کر زبردستی اپنا غلام کہلایا[5]،

---

[1] اصابہ ج ۴، ص ۹۲، [2] تہذیب التہذیب حوالۂ مذکور، [3] مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۴۴
[4] مسلم ج ۱، ص ۵۰۲، [5] تہذیب التہذیب حوالہ مذکور،

حضرت سعید بن عامر بن خذیمؓ

نام و نسب، سعید نام، سلسلۂ نسب یہ ہے، سعید بن عامر بن خذیم بن سلامان بن ربیعہ بن سعد بن جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب، ماں کا نام اروی تھا، ننہالی سلسلۂ نسب یہ ہے، اروی بنت ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف[1]،

اسلام و ہجرت، غزوۂ خیبر کے قبل مشرف بہ اسلام ہوئے، اسلام لانے کے بعد ہی ہجرت کر کے مدینہ آ گئے[2]،

غزوات، مدینہ آنے کے بعد سب سے اول غزوۂ خیبر مین شریک، پھر تمام لڑائیون مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے[3]،

جنگِ یرموک حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت مین جب حضرت ابو عبیدہؓ نے یرموک کی مہم کے لئے مزید امدادی فوج طلب کی تو حضرت عمرؓ نے ان کو ایک جمعیت کے ساتھ روانہ کیا[4]، اس مہم مین انھون نے بڑے نمایان کارنامے دکھائے،

حمص کی گورنری عیاض بن غنم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کی جگہ حمص کی گورنری ان کے سپرد کی، ان کے عہدِ حکومت مین کسی نے حضرت عمرؓ کو خبر دی کہ سعید پر جنون کا اثر رہتا ہے، آپ نے فوراً تحقیق کے لئے طلب کیا، آپ کی طلبی پر حمص کا والی اس

---

[1] ابن سعد جزو ۴ قسم ۲ ص ۱۳ [2] اصابہ ج ۳ ص ۹۹، [3] استیعاب ج ۲ ص ۵۵۶،

[4] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۳۱۱،

سروسامان سے آیا کہ ہاتھ میں ایک عصا تھا، اور کھانے کے لئے ایک پیالہ حضرت عمرؓ نے پوچھا، بس اسی قدر سازوسامان ہے، عرض کی، اس سے زیادہ اور کس چیز کی ضرورت ہے، پیالہ میں کھاتا ہون، اور عصا پر زادِ راہ لٹکاتا ہون، اس کے بعد پوچھا کہ مین نے سنا ہے، تم پر کچھ جنون کا اثر ہے، کہا نہین، پوچھا پھر مجھ کو کیسے اطلاع ملی کہ تم کو غشی کے دورے ہوتے ہین، کہا ہان یہ سچ ہے، اس کا سبب یہ ہے، کہ حبیب بن عدی کے مصلوب ہوتے وقت مین بھی موجود تھا اور وہ اس حالت مین قریش کے لئے بددعا کرتا تھا، اور چونکہ مین بھی قریشی ہون، اس لئے جب اس منظر کو خیال کرتا ہون، تو غشی کی سی کیفیت طاری ہوجاتی ہے، واقعہ کی تحقیقات کے بعد پھر حضرت عمرؓ نے واپس کرنا چاہا، تو انکار کر دیا، لیکن جب اصرار زیادہ بڑھا تو مجبور ہو کر واپس گئے[1]،

وفات، | سنہ وفات مین اختلاف ہے، بعض ۱۹ اور بعض ۲۱ بتاتے ہین، وفات کے وقت چالیس سال کی عمر تھی[2]،

فقر و درویشی، | حضرت سعیدؓ کا زہد و تقوی درجۂ کمال کو پہونچا ہوا تھا، کتب سیر اس قسم کے واقعات سے لبریز ہین ہم یہان بطور نمونہ دو ایک واقعات لکھتے ہین، حمص کی گورنری کے زمانہ مین اس بے سروسامانی اور فقیرانہ شان سے رہتے تھے، کہ ان مین اور عام مساکین مین کوئی امتیاز باقی نہ رہا تھا، حضرت عمرؓ جب حمص گئے تو وہان کے فقرا کی فہرست طلب کی تاکہ ان کے معاش کا انتظام کر دین، فہرست تیار ہو کر آئی، تو منجملہ اور نامون کے ایک نام سعید بن عامر بھی تھا، حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ سعید بن عامر کون ہین؟ لوگون نے عرض کیا یا امیر المومنین، ہمارے اور آپ کے امیر، آپ نے حیرت سے پوچھا

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱۱، [2] ایضاً،

کہ تمھارا امیر اور فقیر و ظیفہ کیا کرتا ہے؟ لوگون نے کہا اس کو وہ ہاتھ تک نہین لگاتے حضرت عمرؓ یہ زہد و ورع اور بے نیازی سنکر رونے لگے، اور فوراً ایک ہزار دینار کی تھیلی سعید کے پاس بھیجی، کہ اس کو اپنی ضروریات مین صرف کرین، آدمی نے لیجاکر پیش کی، سعید نے دیکھتے ہی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، بیوی نے پوچھا خیریت ہے، کیا امیر المومنین کو خدانخواستہ کوئی گزند پہونچا، فرمایا اس سے زیادہ اہم واقعہ ہے، بیوی نے کہا آخر ہے کیا؟ کیا قیامت آگئی، فرمایا قیامت سے بھی زیادہ خطرناک، انھون نے کہا پھر آخر معاملہ کیا ہے، فرمایا دنیا فتنون کو لیکر میرے پاس آئی ہے، وہ بولین پھر کوئی تدارک کر دو، چنانچہ ساری رقم ایک توبڑے مین ڈالدی، اور ساری رات نماز پڑھتے رہے، صبح کو ہلائی لشکر ادھر سے گذرا، آپ نے کل روپیہ اٹھاکر اس کی ضروریات کے لئے دیدیا[1]،

محکوم سے ہمدردی محکومون کے ساتھ ہمدردی آپ کا نمایان وصف تھا، جہان امیر ہوئے وہان کی رعایا آپ کی مواساۃ و ہمدردی کی گرویدہ ہوگئی، چنانچہ شام کی رعایا آپ کی غمخواری سے بہت خوش رہتی تھی، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا، کہ شام والے تم سے اس قدر محبت کیون کرتے ہین، کہا مین انکی گلہ بانی کے ساتھ انکی غمخواری بھی کرتا ہون، آپنے خوش ہوکر دس ہزار کی گران قدر رقم آپ کی خدمت مین پیش کی، آپ نے یہ کہکر لینے سے انکار کردیا کہ میرے گھوڑون اور غلامون کی آمدنی میرے لئے کافی ہے مین چاہتا ہون کہ مسلمانون کا کام فی سبیل اللہ کرون حضرت عمرؓ نے فرمایا اسکو لے لو، واپس نہ کرو، ایکمرتبہ آنحضرت صلعم نے مجھکو کچھ مال دیا تھا، مین نے بھی تمھاری طرح یہی جواب دیکر واپس کرنا چاہا، تو آپ نے فرمایا کہ اگر بغیر سوال کے خدا دے، تو اسکو لے لیا کرو، کہ وہ اسکا عطیہ ہے[2]،

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱۱، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۸۶،

حضرت عقیل بن ابی طالبؓ

نام و نسب: عقیل نام، ابو یزید کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عقیل بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف القرشی الہاشمی، ماں کا نام فاطمہ تھا، آپ حضرت علیؓ کے سوتیلے بھائی اور عمر میں ان سے بیس سال بڑے تھے[۱]

بدر میں گرفتاری: عقیل کا دل ابتدا سے اسلام کی طرف مائل تھا، لیکن مشرکین مکہ کے خوف سے علی الاعلان اسلام نہیں قبول کر سکتے تھے، چنانچہ بدر میں مشرکین کے ساتھ با دل ناخواستہ شریک ہوئے، اور جب ان کو شکست ہوئی تو دوسرے مشرکین کے ساتھ یہ بھی گرفتار ہوئے، آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کو بھیجا کہ دیکھو میرے گھرانے والوں میں کون کون لوگ گرفتار ہوئے، آپ نے تحقیقات کرکے جاکر عرض کی، کہ نوفل، عباس اور عقیل گرفتار ہوئے ہیں، یہ سنکر آنحضرت صلعم خود بنفس نفیس تشریف لائے، اور عقیل کے پاس کھڑے ہوکر فرمایا، کہ ابوجہل قتل ہوگیا، عقیل بولے اب تہامہ میں مسلمانوں کے لئے کوئی مزاحم باقی نہیں رہا، عقیل کے ہاتھ مال و دولت سے خالی تھے، اس لئے حضرت عباسؓ نے اپنی جیب سے ان کا فدیہ دیکر ان کو آزاد کرایا،[۲]

اسلام و ہجرت اور غزوات: آزاد ہونے کے بعد مکہ واپس گئے، اور ۸ھ ہجری میں باقاعدہ اسلام لاکر ہجرت کا شرف حاصل کیا، اور غزوۂ موتہ میں شریک ہوکر پھر مکہ واپس گئے، وہاں

[۱] اسد الغابہ ج ۳ ص ۴۲۲ [۲] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۲۹،

جاکر بیار پڑگئے، اس لئے فتح مکہ، طایف، اور حنین مین شرکت سے معذور رہے، لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے، کہ حنین مین شریک ہوئے، بلکہ جب مسلمانون کو ابتدا مین شکست ہوئی، اور مہاجرین وانصار کے پیر اکھڑ گئے، تو اس وقت بھی یہ ثابت قدم رہے،[1]

عہد مرتضوی | خلفائے ثلثہ کے زمانہ مین کہین پتہ نہین چلتا، حنین کے بعد امیر معاویہ اور جناب امیر کے اختلافات کے زمانہ مین نظر آتے ہین، یہ گو حضرت علی رضؓ کے بھائی تھے لیکن جناب امیر اور امیر معاویہؓ کے اختلافات مین امیر معاویہ کے ساتھ تھے، چنانچہ یہ مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے، واقعہ یہ تھا کہ عقیل مفلس اور مقروض تھے، انھین روپیہ کی ضرورت تھی اور جناب امیر کے ہان یہ شے عنقا تھی، اس کے برعکس امیر معاویہ کا خزانہ ہر شخص کے لئے کھلا ہوا تھا، اس لئے ان کے افلاس ونا داری نے امیر معاویہؓ کے ساتھ دینے پر مجبور کر دیا، چنانچہ امیر معاویہ کے پاس جانے سے پہلے قرض کی ادائگی کی فکر مین حضرت علی رضؓ کے پاس گئے، انھون نے ہاتھون ہاتھ لیا، حسنؓ کو حکم دیا، انھون نے لاکر کپڑے بدلائے، شام کو دستر خوان بچھا تو صرف روٹی، نمک، اور ترکاری آئی، عقیل نے کہا، بس یہی سامان ہے، علیؓ نے کہا ہان پھر اپنا مطلب بیان کیا، کہ میرا قرض ادا کر دو، حضرت علیؓ نے پوچھا کس قدر ہے، کہا ۴ ہزار، آپ نے جواب دیا، کہ میرے پاس اتنا روپیہ کہان، تھوڑا صبر کیجیے جب چار ہزار میرا وظیفہ ملے گا، تو آپ کو دیدون گا، عقیل نے کہا تم کو کیا دشواری ہے بیت المال تمھارے ہاتھ مین ہے، مجھکو وظیفہ کے انتظار مین کہان تک رکھوگے، حضرت علی رضؓ نے فرمایا مین مسلمانون کا امین ہون، آپ چاہتے ہین کہ خیانت کرکے ان کا مال آپ کے حوالہ کر دون؟، یہ جواب سنکر عقیل چلے آئے، اور امیر معاویہ کے پاس پہونچے، امیر معاویہؓ نے پوچھا کہ تم نے علیؓ اور ان کے ساتھیون

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۴۲۲، [2] اصابہ ج ۴ ص ۲۵۵

کو کیسا پایا، جواب دیا، وہ لوگ رسول کے صحیح صحابی ہین، بس صرف اسی قدر کمی ہے کہ آنحضرت صلعم انہین نہین ہین اور تم اور تمھارے ساتھی ٹھیک ابو سفیان اور ان کے حواریون کی طرح ہو، دوسرے دن امیر معاویہ نے دربار مین انھین بلوا کر پچاس ہزار درہم دلوائے[1] عقیل کے شام جانے کے بعد امیر معاویہ لوگون کے سامنے ان کو مثال مین پیش کر کے ان کو اپنی حمایت پر آمادہ کرتے تھے، کہ اگر مین حق پر نہ ہوتا، تو علی کے بھائی انکو چھوڑ کر میرا ساتھ کیون دیتے، ایکمرتبہ لوگون کے سامنے یہی دلیل پیش کر رہے تھے، عقیل بھی موجود تھے، انھون نے جواب دیا، کہ میرا بھائی دین کے لئے بہتر ہے، اور تم دنیا کے لئے، البتہ یہ دوسری بات ہے، کہ مین نے دنیا کو دین پر ترجیح دی، رہا آخرت کا معاملہ تو اسکے لئے خدا سے حسن خاتمہ کی دعا کرتا ہون[2]،

وفات، امیر معاویہ کے اخیر عہد یا یزید کے ابتدائی زمانہ مین وفات پائی[3]،

اہل وعیال، عقیل نے مختلف اوقات مین متعدد شادیان کی، ان بیویون اور اولادون کے نام یہ ہین،

اولاد	بیوی
یزید و سعید	ام سعید
علی، محمدؐ، رملہ	خلیلہ
جعفر، اکبر، ابو سعید، احول	ام نبین
	ام ولد
مسلم، عبداللہ، عبدالرحمن، عبداللہ الاصغر،	اسما بنت سفیان

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۴۲۳، [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۴۲۳، [3] اصابہ ج ۴ ص ۲۵۵

ان کے علاوہ جعفر، اصغر، حمزہ، عثمان، ام ہانی، اسمار، فاطمہ، ام قاسم، زینب اور ام نعمان وغیرہ مختلف لونڈیوں کے بطن سے تھیں[1]،

ذریعۂ معاش، آنحضرت صلعم نے خیبر کی پیداوار سے ڈیڑھ سو وسق سالانہ مقرر فرمایا تھا[2]،

استعداد علمی، ہجرت کے بعد پھر مکہ لوٹ گئے تھے، اور عرصہ تک یہاں مقیم رہے، اس لئے صحبت نبوی سے فیضیاب ہونے کا بہت کم موقع ملا، اسی لیے رسول کے عزیز ہونے کی حیثیت سے علم میں انکا جو پایہ ہونا چاہئے تھا، وہ نہ پیدا ہو سکا، بلکہ اس حیثیت سے عام صحابہؓ کے برابر بھی نہ تھے، تاہم حدیث کی کتابوں میں ان کی دو چار روایتیں موجود ہیں محمدؒ، حسن بصری، اور عطا آپ کے زمرۂ رواۃ میں ہیں[3]،

البتہ مذہبی علوم کے علاوہ علوم جاہلی میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے، علم الانساب جو عرب کا خاص علم تھا، عقیل اس کے بڑے ماہر تھے، ایام عرب کی داستانیں بھی انکو ازبر تھیں، اور ان علوم میں لوگ ان سے استفادہ کرتے تھے، چنانچہ مسجد نبوی میں نماز کے بعد یہ بیٹھتے تھے، اور لوگ ان سے مستفید ہوتے تھے[4]،

آنحضرت صلعم کی محبت، آنحضرت صلعم ان سے بہت محبت کرتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ ابو یزید مجھ کو تمھارے ساتھ دوہری محبت ہے، ایک قرابت کے سبب سے دوسری اس وجہ سے کہ میرے چچا تمکو محبوب رکھتے تھے[5]،

پابندی سنت، عقیل شادی و مسرت کے موقعوں پر بھی جبکہ لوگ عموماً کچھ نہ کچھ بے اعتدالیاں کر جاتے ہیں مسنون طریقوں کا لحاظ رکھتے تھے، ایک مرتبہ نئی شادی کی، صبح کو احباب

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۲۹، [2] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۴۲۲ [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۷۶،

[4] مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۲۰۱ [5] تہذیب الکمال ص ۲۷۰،

مبارک باد دینے آئے، اور عرب کے قدیم دستور کے مطابق ان الفاظ مین تہنیت پیش کی، کہ بالرفاء والبنین اگرچہ ان الفاظ مین کوئی خاص قباحت نہین تھی لیکن چونکہ مسنون طریقۂ تہنیت موجود تھا اس لئے کہا کہ یہ نہ کہو بلکہ "بارک اللہ لکم وبارک اللہ علیکم" کہو کہ ہمکو اسی کا حکم ملا ہے،

حضرت نوفل بن حارث رضؓ

نام ونسب! نوفل نام، ابوحارث کنیت، نسب نامہ یہ ہے، نوفل بن حارث بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی قرشی ہاشمی، ماں کا نام غزیہ تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، غزیہ بنت قیس بن طریف بن عبد العزیٰ بن عامرہ بن عمیرہ بن ودیعہ بن حارث بن فہر، نوفل آنحضرت صلعم کے چچازاد بھائی تھے،

بدر! دعوت اسلام کے زمانہ مین آنحضرت صلعم کے عزیز قریب بھی آپ کے دشمن ہو گئے تھے، لیکن نوفل کے خون مین ہمیشہ یکسان برادرانہ محبت قائم رہی، چنانچہ حالت شرک مین بھی آپ سے مقابلہ کرنا ناپسند کرتے تھے، بدر مین جب طوعاً کرہاً مشرکین کے ساتھ مسلمانون کے مقابلہ مین نکلے، تو یہ پرخلوص اشعار ورد زبان تھے،

حرام علی حرب احمد اننی	اری احمد امنی قریبًا واصرہ
مجھ پر احمد سے جنگ کرنا حرام ہے،	وہ میرے قریبی عزیز ہین،

اسلام! بدر مین جب مشرکین کو شکست ہوئی، تو اس کے دوسرے قیدیون کے ساتھ یہ بھی گرفتار ہوئے، آنحضرت صلعم نے فرمایا، نوفل! فدیہ دے کر رہا ہو جاؤ، عرض کی، یا رسول اللہ!

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۵۲۳،

میرے پاس فدیہ کے لایق کوئی چیز نہیں، فرمایا جدّہ والے نیزے فدیہ میں دیدو، اس کے جواب میں انھوں نے آپ کی رسالت کا اعتراف کیا، اور ہزار نیزے فدیہ میں پیش کیے اور ذیل کے اشعار میں اپنے خیالات کا اظہار کیا[1]،

الیکما الیکما اننی لست منکم — تبرات من دین الشیوخ الاکابر

"دور ہو، دور ہو، میں تمھاری جماعت میں نہیں ہوں، میں قریش کے بڑے بوڑھوں کے دین سے بیزار ہوں"

شہدت علی ان النبی محمدً — اتی بالھدی من ربہ والبصائر

میں نے شہادت دی ہے، کہ محمد نبی ہیں، اور خدا کی جانب سے وہ ہدایت و بصیرت لائے ہیں،

وان رسول اللہ یدعوا الی التقی — وان رسول اللہ لیس بشاعر

اور رسول اللہ صلعم تقوی کی طرف بلاتے ہیں، اور رسول اللہ شاعر نہیں ہیں،

علی ذلک احیی ثم ابعث موقنا — واثوی علیہ میتاً فی المقابر

میں اسی پر زندہ رہوں گا، اور اسی پر میں قبر میں موت کی حالت میں سوؤنگا، اور پھر اسی پر قیامت کے دن اٹھوں گا،"

اسلام کے بعد پھر مکہ واپس آئے، اور غزوۂ خندق یا فتح مکہ کے زمانہ میں حضرت عباس رض کے ساتھ مدینہ روانہ ہوئے، ابوا پہونچ کر ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب نے لوٹنے کا قصد کیا، انھوں نے کہا اس شرک کدہ میں کہاں جاتے ہو، جہاں کے آدمی رسول اللہ سے لڑتے ہیں، اور انکی تکذیب کرتے ہیں، اب خدا نے رسول اللہ کو عزت دی ہے، اور ان کے ساتھی بھی زیادہ ہو گئے ہیں، ہمارے ساتھ چلے چلو، چنانچہ یہ قافلہ ہجرت کرکے مدینہ پہونچا،

---

[1] سعد جز ۷ ق ۱ ص ۱۳۰، سنہ ۵۲ ھ

نوفل اور عباس سے قدیم تعلقات تھے، اس لئے آنحضرت صلعم نے ان دونون مین مواخات کرادی، اور قیام کے لئے دو مکان مرحمت فرمائے، ایک مکان رحبۃ القضا مین مسجد نبوی کے متصل تھا، اور دوسرا بازار مین ثنیۃ الوداع کے راستہ پر[1]

غزوات: مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے فتح مکہ مین شریک ہوئے، پھر طائف و حنین وغیرہ مین داد شجاعت دی، بالخصوص حنین مین نہایت شجاعت و پامردی سے مقابلہ کیا، چنانچہ جب مسلمانون کی صفین درہم برہم ہوگئین، اور وہ بے ترتیب ہوگئے، اس وقت بھی ان کے پائے ثبات مین لغزش نہ آئی[2]، اس غزوہ مین انھون نے مسلمانون کی بڑی گران قدر مدد کی تھی، ۳ ہزار نیزے آنحضرت صلعم کی خدمت مین پیش کئے، آپ نے مدحیہ فرمایا، مین دیکھ رہا ہون، کہ تمھارے نیزے مشرکون کی پیٹھ توڑ رہے ہین"

وفات: حضرت عمرؓ کے خلیفہ ہونے کے ایک سال ۳ ماہ بعد مدینہ مین وفات پائی، حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور جنت البقیع مین سپرد خاک کیا[3]

اولاد: وفات کے بعد متعدد اولادین چھوڑین، عبد اللہ، عبد الرحمن، ربیعہ، سعید، مغیرہ، نوفل کی اولاد مدینہ، بصرہ، اور بغداد مین بکثرت پھیلی، عبد اللہ امیر معاویہ کے زمانہ مین مدینہ کے قاضی اور سعید فقیہ تھے[4]

عام حالات: آنحضرت صلعم وقتاً فوقتاً ان کی خبر گیری فرمایا کرتے تھے، انکو شادی کی ضرورت ہوئی تو آنحضرت صلعم نے ایک عورت سے شادی کرادی، ان کے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان نہ تھا، آنحضرت صلعم نے ابو رافع اور ابو ایوب کے ہاتھ اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی اور اس کے بدلہ تیس صاع جو لیکر عطا کی[5]

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶ [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۴۶، [3] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۳۱،
[4] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۳۱ [5] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۴۶

حضرت فضل بن عباسؓ

نام ونسب، فضل نام، ابو محمد کنیت، ہمرکاب رسول، لقب، سلسلہ نسب یہ ہے فضل بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی، ماں کا نام لبابہ تھا، آنحضرت صلعم کے چچازاد بھائی تھے،

اسلام، بدر کے قبل مشرف باسلام ہوئے، اس زمانہ میں انکا پورا گھر اسلام سے منور ہو چکا تھا لیکن مشرکین کے خوف سے اعلان نہیں کیا تھا[1]،

ہجرت، فتح مکہ کے کچھ دنوں پہلے اپنے والد بزرگوار حضرت عباسؓ کے ساتھ ہجرت کی،

غزوات، ہجرت کے بعد غزوۂ فتح ہوا، سب سے پہلے اسی غزوہ میں فضل شریک ہوئے، اس کے بعد حنین کا معرکہ پیش آیا، اس میں غیر معمولی جان فروشی دکھائی اور مسلمانوں کی ابتدائی شکست میں جب فوج کا بڑا حصہ منتشر ہو گیا، ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی، اور برابر ذات پیکر اقدس کے ساتھ جمے رہے[2]،

پھر حجۃ الوداع میں آنحضرت صلعم کے ساتھ نکلے، تو اس شان سے کہ آنحضرت صلعم کے ساتھ آپ کی سواری پر سوار تھے، اسی دن سے ردیف رسول، یعنی ہمرکاب رسول، لقب ہو گیا، اسی درمیان میں قبیلہ خثعم کی ایک نوجوان وخوبصورت عورت حج کے متعلق ایک مسئلہ پوچھنے آئی، اور چونکہ حج میں منہ چھپانا عورتوں کے لیے درست نہیں، اس لیے منہ کھول کر سامنے

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۳۷، [2] مسند احمد بن حنبل بروایت ابو رافع، [3] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۳۷،

آئی، فضل بھی نہایت خوش رو تھے، وہ ان کی طرف گھورنے لگی، اور یہ بھی اسکو دیکھنے لگے، آنحضرتؐ بار بار ان کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیتے تھے، مگر یہ پھر اسکی طرف رخ کر دیتے، آخر میں آپ نے فرمایا، برادر عزیز آج کے دن جو شخص آنکھ، کان اور زبان پر قابو رکھے گا، اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے،[1] رمی جمار کے وقت آنحضرت صلعم کی پشت پر چادر آڑ کئے ہوئے سایہ کئے کھڑے تھے[2]،

آخری سعادت | فضل نے آنحضرت صلعم کی آخری خدمت کی سعادتیں بھی حاصل کیں، آپ نے مرض الموت میں جو آخری خطبہ دیا تھا، اس کے لئے جن دو سعادتمندوں کے سہارے سے باہر تشریف لائے تھے، ان میں سے ایک حضرت فضلؓ تھے، اور انھیں کے ذریعہ سے مسلمانوں میں خطبہ دینے کا اعلان کرایا تھا[3]، سب سے آخری سعادت جسد اطہر کا غسل تھا، وفات نبوی صلعم کے بعد مقربین خاص بعض اہم اسلامی مصالح کی بنا پر سقیفہ بنی ساعدہ چلے گئے تھے اور کاشانہ نبوی میں صرف خاص اعزہ رہ گئے تھے، ان میں ایک فضل بھی تھے، چنانچہ غسل دینے کے وقت یہ پانی ڈالتے تھے، اور حضرت علیؓ نہلاتے تھے[4]،

وفات | آپکی وفات کے بارہ میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ شام میں طاعون عمواس میں وفات پائی، بعض کا خیال ہے کہ اجنادین کے معرکہ میں شہید ہوئے، اور یہی سب میں مستند ہے، چنانچہ بخاری نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے[5]،

حلیہ | نہایت حسین و جمیل تھے[6]،

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق ۱ ص ۳۸، تھوڑے تغیر کے ساتھ یہ واقعہ بخاری کتاب العمرہ باب حج المرأۃ میں بھی مذکور ہے،
[2] ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۶ [3] اصابہ ج ۵ ص ۲۱۷ [4] استیعاب ج ۲ ص ۵۳۰ [5] اصابہ ج ۵ ص ۲۱۲،

اہل وعیال | اولاد میں صرف ام کلثوم تھیں جن کے ساتھ بعد میں حضرت حسن نے شادی کی، اور ان کے طلاق کے بعد ابوموسیٰ اشعری کے عقد میں آئیں[1]،

فضل وکمال | فضل بن عباس سے ۲۴ حدیثیں مروی ہیں، ان میں ۳ متفق علیہ ہیں[2]، اکابر صحابہ میں ابن عباس، اور ابوہریرہ، اور عام لوگوں میں کریب، قثم بن عباس، عباس بن عبید اللہ، ربیعہ بن حارث، عمیر، ابومعبد، سلیمان بن یسار، شعبی، عطاء بن ابی رباح وغیرہ نے روایتیں کی ہیں[3]،

حضرت طلیب بن عمیرؓ

نام ونسب | طلیب نام، ابوعدی کینت، سلسلۂ نسب یہ ہے، طلیب بن عمیر بن وہب بن عبد بن قصی بن کلاب بن مرہ قرشی عبدری، آپ کی ماں اروی عبدالمطلب کی لڑکی اور آنحضرت صلعم کی پھوپھی تھیں[4]،

اسلام | طلیب آنحضرت صلعم کے ارقم کے گھر میں پناہ گزین ہونے کے بعد دولت اسلام سے مشرف ہوئے، اسلام لانے کے بعد گھر آئے، اور ماں سے کہا میں خلوص دل سے اسلام لاکر محمد کا پیرو ہو گیا ہوں، ان نیک خاتون نے جواب دیا، کہ تمہارے بھائی غیروں سے زیادہ تمہاری مدد کے مستحق ہیں، اگر مجھ میں مردوں جیسی قوت ہوتی تو ان کو کفار کی دراز دستیوں سے بچاتی، ماں کے ان شریفانہ جذبات کو سن کر کہا کہ پھر آپ کو اسلام لانے سے کیا چیز روکتی ہے، آپ کے بھائی حمزہ بھی اسلام لاچکے، بولیں مجھ کو اپنی بہنوں کا انتظار

---

[1] استیعاب جلد ۲ ص ۵۰۵ [2] تہذیب الکمال ص ۳۰۹، [3] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۲۸۰، [4] اسد الغابہ ج ۳ ص ۷۵،

ہے، کہ وہ کیا کرتی ہین، ان کے بعد مین بھی انھین کی پیروی کرون گی، طلیب نے اصرار کیا کہ مین آپ کو خدا کا واسطہ دلاتا ہون، آپ محمدؐ کے پاس چلیئے، اور ان کی رسالت اور خدا کی توحید کا اقرار کیجئے،

ان کا اسلام، ان خاتون محترم کا دل شروع سے آنحضرت صلعم کی دعوت کی طرف مائل تھا، اس لئے اس اصرار پر انکار کی ہمت نہ ہوئی، اور اسی وقت کلمۂ توحید آپ کی زبان پر جاری ہو گیا،

اردی عورت تھین لیکن اسلام کے بعد مردانہ ہمت و استقلال کے ساتھ آنحضرت صلعم کی امکانی مدد کرتی رہین، اگر نسائیت کی وجہ سے عملی امداد سے مجبور تھین تاہم زبان سے جو کچھ بن پڑتا تھا کہتی تھین، اور اپنے فرزند کو آنحضرت صلعم کی امداد و اعانت پر آمادہ کرتی تھین[1]،

آنحضرت صلعم کی مدد، ابتدائے اسلام مین جب آنحضرت صلعم پر ظلم و ستم کی بدلیان گرج گرج کر برستی تھین، طلیب آنحضرت صلعم کی حمایت کرتے تھے، مشرکین نے حضور انور کی ایذا رسانی کو اپنا مستقل شیوہ بنا لیا تھا، ایک مرتبہ عوف بن صبرہ سہمی آپکی شان مین ناروا الفاظ استعمال کر رہا تھا، طلیب نے اس کو اونٹ کے گلے سے مار کر زخمی کر دیا، لوگون نے انکی ماں سے شکایت کی، ان نیک خاتون نے جواب دیا[2]،

ان طلیبا نصر ابن خالہ   واساہ فی ذمہ ومالہ

طلیب نے اپنے ماموں کے بیٹے کی مدد کی   اور اسکی خون اور اسکے مال کی غمخواری کی،

اس سلسلہ مین ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے، کہ ابو اہاب بن عزیز دارمی کو قریش

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۳۹، [2] اصابہ ج ۳ ص ۲۹۵،

نے آنحضرت صلعم کے مارنے پر آمادہ کیا، قبل اس کے کہ وہ اپنا ناپاک ارادہ پورا کرتا حضرت طلیب سے ملاقات ہوئی، آپ نے اس کے ارادۂ فاسد کو اسی کے ساتھ پورا کر دکھایا،

مشرکین کا سرغنہ ابولہب جو مسلمانوں کی ایذارسانی میں سب سے آگے رہتا تھا، ان کا حقیقی ماموں تھا، جب اس نے مسلمانوں کو قید کیا، تو طلیب نے اسکو مارنے میں بھی دریغ نہ کیا، اس جرأت پر مشرکین نے آپ کو باندھ دیا، لیکن چونکہ ابولہب کے بھانجے تھے، اس لئے اس نے چھوڑ دیا، اور اپنی بہن سے شکایت کی، انھوں نے جواب دیا کہ طلیب کی زندگی کا بہترین دن وہی ہے، جس میں وہ محمد کی مدد کریں[1]،

ہجرت و مواخات | مکہ میں رہکر کفار کے ظلم و ستم کا مقابلہ کرنا آسان نہ تھا، اس لئے آپ ہجرت ثانیہ میں حبشہ چلے گئے، وہاں سے مدینہ آئے، اور عبداللہ بن سلمہ عجلانی کے مہمان ہوئے[2]

بدر | جس شخص کی تلوار نے ظلم و ستم کی گھٹاؤں میں اپنی چمک دکھائی وہ آزادی ملنے کے بعد کب میان میں رہ سکتی تھی، اسلئے مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے معرکۂ بدر عظمیٰ میں شریک ہو کر حق شجاعت ادا کیا[3]،

وفات | بدر کے بعد سے وفات تک کے حالات پردہ میں ہیں لیکن قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زندگی بھر جہاد میں شریک ہوتے رہے، چنانچہ اسی سلسلہ میں اجنادین کی جنگ میں جمادی الاولی ۱۳ھ میں شہادت پائی، وفات کے وقت کل ۳۵ سال کی عمر تھی، اولاد کوئی نہ تھی[4]،

حضرت ثوبانؓ

نام و نسب | ثوبان نام، ابو عبداللہ کنیت، خاندانی تعلق یمن کے مشہور حمیری خاندان سے تھا، غلام تھے، آنحضرت صلعم نے خرید کر آزاد کر دیا، اور فرمایا دل چاہے، اپنے خاندان والوں کے پاس چلے جاؤ، اور دل چاہے، میرے ساتھ رہو، میرے ساتھ رہوگے، تو اہل بیت

[1] اصابہ ج ۳ ص ۵۹۰، [2] ابن سعد جزء ۳ ق ۱ ص ۸۷، [3] استیعاب ج ۱ ص ۲۳۷، [4] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۸۷،

مین شمار ہوگا، انھون نے خدمت نبوی کی حاضری کو اہل خاندان پر ترجیح دی، اور زندگی بھر خلوت وجلوت مین آپکے ساتھ رہے[1]،

آپ کی وفات کے کچھ دنون بعد تک مدینہ ہی مین رہے، لیکن آقا کے سانحہ رحلت نے گلشن مدینہ کو خار بنا دیا، اس لئے یہان کا قیام چھوڑ کر رملہ (شام) مین اقامت اختیار کرلی، اور مصر کی فتوحات مین شریک ہوتے رہے، پھر رملہ سے منتقل ہوکر حمص مین گھر بنا لیا، اور یہین ۵۴ھ مین وفات پائی[2]،

فضل وکمال آپ کی کتاب فضل کا سب سے نمایان اور روشن باب تو یہی ہے، کہ آقاے دوجہان کے غلام اور اہل بیت مین تھے، اور اسی غلامی نے آپ کو فضل وکمال کا مالک بنایا تھا، کیونکہ سفر وحضر اور خلوت وجلوت مین ہمیشہ ساتھ رہتے تھے، چنانچہ ان کی مرویات کی تعداد ۱۲۷ تک پہونچتی ہے، ثوبانؓ حفظ حدیث کے ساتھ اس کی اشاعت کا فرض بھی ادا کرتے تھے، علامہ ابن عبد البر لکھتے ہین، کہ ثوبان ان لوگون مین تھے جنھون نے حدیثین حفظ کین اور اسی کے ساتھ ان کی اشاعت بھی کی[3]،

اسی فضل وکمال کی بناپر لوگ آپ کی حدیثین سننے کے شایق رہتے تھے، ایکمرتبہ لوگون نے حدیث سننے کی خواہش کی آپنے فرمایا، جو مسلمان خدا کے لئے ایک سجدہ کرتا ہے، خدا اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے، اور اس کی خطاؤن سے درگذر کرتا ہے[4]،

وہ لوگ جو خود بھی علم وفضل مین ممتاز تھے، اپنی مسموعہ احادیث کی تصدیق ان سے کراتے تھے، معدان بن طلحہؓ بلند پایہ محدث تھے انھون نے حضرت ابو درداؓ سے ایک حدیث سنی

---

[1] اسد الغابہ ج اول ص ۲۴۹ و مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۸۱ [2] استیعاب ج اول ص ۱۸۰ وفات کا ذکر مستدرک مین ہے [3] ایضًا، [4] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۷۶،

توثوبانؓ سے اس کی تصدیق کی[1]، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد جو جماعت صاحب علم و افتا تھی، اس کے ایک ممبر یہ بھی تھے[2]،

ان کے تلامذہ کا دائرہ بھی وسیع تھا معدان بھی طلحہؓ، راشد بن سعدؓ، جبیر بن نفیرؓ، عبد الرحمن بن غنمؓ، ابوادریس خولانی، آپ کے خوشہ چینوں میں تھے[3]

اخلاق و عادات | نبوت کا احترام گو مسلمانوں کا مذہبی فرض ہے، لیکن ثوبانؓ کو اس میں اسقدر غلو تھا، کہ وہ غیر مسلموں سے بھی کوئی لفظ ایسا نہیں سن سکتے تھے، جس میں ذرا بھی نبوت کے احترام کو صدمہ پہونچتا ہو، ایکبار یہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر تھے، کہ ایک یہودی عالم نے آکر السلام علیک یا محمدؐ! کہا ثوبانؓ چین بچین ہوگئے اور اس زور سے اسکو دھکا دیا کہ وہ گرتے گرتے بچا، اس نے سنبھلکر سبب پوچھا، کہا تو نے یارسول اللہ! کیوں نہ کہا، وہ بولا اس میں کیا گناہ تھا، کہ میں نے ان کا خاندانی نام لیا آنحضرت صلعم نے فرمایا ہاں میرا خاندانی نام محمدؐ ہے[4]،

نبوت کا احترام تو خیر ضروری امر ہے، ثوبانؓ آپ کے ساتھ اپنی غلامی کی نسبت کا بھی احترام کرتے تھے، اگر کوئی اس میں بیوائی کرتا تو فوراً متنبہ کرتے تھے، حمص کے قیام کے زمانہ میں بیمار ہوئے، عبد اللہ بن قرط ازدی یہاں کا والی تھا، وہ عیادت کرنے نہ آیا، آپ نے اس کو ایک رقعہ لکھوایا، کہ "اگر موسیٰ اور عیسیٰ کا غلام تمھارے یہاں ہوتا، تو تم اس کی عیادت کرتے" والی کو یہ رقعہ ملا تو فوراً اس بدحواسی کے ساتھ گھر سے نکلا کہ لوگ سمجھے کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آگیا ہے[5]، اسی حالت میں آپ کے گھر تک آیا، اور دیر تک

۱؎ ابوداؤد ج اول ص ۲۳۶، ۲؎ اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۵، ۳؎ تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۳۴

۴؎ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۰۴، ۵؎ مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۸۰

بیٹھا رہا[1]،

پاس فرمان رسول، آنحضرت صلعم کے فرمان کا اس قدر لحاظ کرتے تھے، کہ جو حکم آپ نے دیدیا وہ ہمیشہ جان کے ساتھ رہا، اور ہر اس کام سے احتراز کرتے رہے جسمین آپ کی عدول حکمی کا کوئی خفیف سا بھی پہلو نکلتا ہو، ایکمرتبہ آنحضرت صلعم نے ان سے فرمایا تھا، کہ کبھی کسی سے سوال نہ کرنا، اس حکم کے بعد پھر عمر بھر کبھی کسی کے سامنے دست سوال نہ دراز کیا، حتی کہ اگر سواری کی حالت مین کوڑا ہاتھ سے چھوٹ جاتا، تو خود اتر کے اٹھاتے، مگر کسی سے سوال نہ کرتے[2]،

حضرت عمرو بن عبسہ رض

نام ونسب، عمرو نام، ابو نجیح کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے، عمرو بن عبسہ بن عامر بن خالد بن غاضرہ بن عتاب بن امرؤ القیس، ماں کا نام رملہ بنت وقیعہ تھا، یہ خاتون قبیلہ بنی حرام سے تھین، عمرو مشہور صحابی حضرت ابوذر غفاری رض، کے ماں جائی بھائی تھے[3]،

اسلام، عمرو بدو خلقت سے فطرت سلیم لے کر آئے تھے، چنانچہ زمانہ جاہلیت مین جبکہ سارا عرب بت پرستی کی ضلالت مین مبتلا تھا، ان کو اس سے نفرت تھی، اور بت پرستون کو گمراہ سمجھتے تھے، بعثت نبوی کی خبر پاکر مکہ آئے، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کی معاندانہ روش کے باعث علی الاعلان دعوت اسلام نہین کرتے تھے، اس لئے عمرو بن عبسہ رض نے خفیہ طور پر آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر سوال کیا، کہ آپ کون ہین؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا، نبی ہون، پوچھا نبی کیا چیز ہے؟ فرمایا مجھکو خدا نے بھیجا ہے، پوچھا کن تعلیمات

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۰۰ [2] ایضاً ص ۲۷۷ ، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۱۶،

کے ساتھ؟ فرمایا صلہ رحمی، بت شکنی، اور توحید کے ساتھ، پوچھا کسی اور نے بھی اس دعوت کو قبول کیا؟ فرمایا ہان ایک غلام اور ایک آزاد نے، اس وقت صدیق اکبرؓ، اور سرخیل عشاق بلالؓ آپ کے ساتھ تھے، ان ضروری تحقیقات کے بعد عرض کی مجھکو بھی خدا پرستون کے زمرہ مین داخل کیجئے، مین آپ کے ساتھ ہی رہون گا، فرمایا ایسی حالت مین جب کہ ہر جہار جانب سے میری مخالفت کے طوفان اٹھ رہے ہین، میرے ساتھ کیسے رہ سکتے ہو، اس وقت تم وطن واپس جاؤ، میرے ظہور کے بعد پھر چلے آنا،

وطن کی واپسی، غرض مشرف باسلام ہونے کے بعد حسب ارشاد نبوی وطن لوٹ گئے، اور آنے جانے والون سے برابر حالات کا پتہ چلاتے رہے، اتفاق سے یثرب کے کچھ اشخاص آپ کے یہان آگئے، ان سے پوچھا، کہ جو شخص مدینہ آیا ہے، اس کا کیا حال ہے، انھون نے کہا کہ لوگ جوق در جوق اسکی طرف ٹوٹ رہے ہین، اس کی قوم نے تو اس کو قتل کر دینے کا تہیہ کر لیا تھا، مگر قتل نہ کر سکی، اب وہ مدینہ آگیا ہے،[1]

ہجرت، اس خبر کے بعد مدینہ روانہ ہو گئے، اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر اپنا تعارف کرایا، آپ نے فرمایا مین نے تم کو پہچان لیا، تم مکہ مین مجھ سے ملے تھے، پھر کچھ صوم و صلوٰۃ کے مسائل وغیرہ دریافت کر کے وہین مقیم ہو گئے،[2]

غزوات، بدر، احد، حدیبیہ، اور خیبر وغیرہ کے معرکے وطن کے زمانۂ قیام مین ختم ہو چکے تھے، سب سے پہلا غزوہ جسمین یہ شریک ہوئے، فتح مکہ ہے، طائف مین بھی شرکت کا ایک روایت سے پتہ چلتا ہے، چنانچہ بیان کرتے تھے، کہ طائف کے محاصرہ مین آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص خدا کے راستہ مین ایک تیر چلائے گا، اس کے لئے جنت مین ایک دروازہ

---

[1] مسلم ج ۱ ص ۳۰۷ و ۳۰۸ و مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۱۲ [2] اصابہ ج ۵ ص ۵،

کھل جائے گا، یہ بشارت سنکر مین نے سولہ تیر چلائے[1]، طائف کے علاوہ اور کسی غزوہ کی شرکت متعین طور پر نہین بتائی جاسکتی لیکن اس قدر معلوم ہوتا ہے، کہ اس کے بعد بھی بعض غزوات مین شرکت کا شرف حاصل کیا،

وفات | زمانۂ وفات صحت کے ساتھ نہین بتایا جاسکتا، ارباب سیر قیاساً آخر عہد عثمانی بتاتے ہین، چنانچہ صاحب اصابہ نے محض اس قیاس پر کہ یہ عہد عثمانی کے فتنون اور معاویہ کے زمانہ مین کہین نہین نظر آتے، انکا زمانۂ وفات آخر عہد عثمانی لکھا ہے[2]، لیکن مسند احمد بن حنبل مین سلیم بن عامر سے ایک روایت ہے، کہ امیر معاویہ اور رومیون کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا، جس کی رو سے امیر معاویہؓ ایک مدت معینہ تک ان پر حملہ نہین کر سکتے تھے، چنانچہ یہ اس حساب سے حملہ کی تیاریان کرکے چلے، کہ رومیون کی سرحد تک پہونچتے پہونچتے میعاد ختم ہو جائے، اور انقضاے میعاد کے ساتھ ہی فوراً حملہ کر دیا جائے، اس وقت حضرت عمرو بن عبسہؓ پکارتے پھرتے تھے، کہ وعدہ وفا کرو، دھوکا نہ دو[3]،

اس روایت سے یہ احتمال ہوتا ہے، کہ امیر معاویہؓ کے زمانہ تک زندہ تھے لیکن اگر صاحب اصابہ کا قیاس صحیح مانا جائے تو یہ واقعہ اس عہد کا ہوگا جب معاویہ عہد عثمانی مین شام کے گورنر تھے، کیونکہ اس زمانہ مین بھی انکے اور رومیون کے درمیان نبرد آزمائیان ہوتی رہتی تھین،

فضل و کمال | عمرو بن عبسہ کو گو صحبت نبوی سے فیضیاب ہونے کا بہت کم موقع ملا، تاہم جو لمحات بھی میسر آئے ان مین خوشہ چینی سے غافل نہ رہے، چنانچہ مدینہ آئے اور اپنا تعارف کرانے کے بعد سب سے پہلا سوال آنحضرت صلعم سے یہی کیا، کہ علمنی ما علمک اللہ، آپکو جو خدا نے سکھایا، وہ تھوڑا مجھے بھی سکھا دیئے، اسی لئے اس قلیل مین

---

[1] مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۳ [2] اصابہ ج ۵ ص ۶

[3] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۱۳ یہ روایت ترمذی مین بھی ہے،

مدت کے باوجود آپ کی ۸۴ روایتیں کتب حدیث میں موجود ہیں[1]، اور آپ کے رواۃ کے نام حسب ذیل ہیں، عبد اللہ بن مسعود، سہیل بن سعد، ابو امامہ باہلی، معدان بن ابی طلحہ، ابو عبد اللہ صنابحی، شرجیل بن سمط وغیرہ[2]،

حضرت ولید بن ولید رضی اللہ عنہ

نام ونسب ولید نام، سلسلۂ نسب یہ ہے، ولید بن ولید بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم القرشی، مشہور صحابی خالد بن ولید اور آپ ایک ہی ماں کے بطن سے تھے[3]،

بدر کی شرکت اور گرفتاری بدر میں مسلمانوں کے خلاف مشرکین کے ساتھ لڑنے نکلے، اور شکست کھا کر عبد اللہ بن جحش کے ہاتھوں گرفتار ہوئے، دونوں بھائی خالد بن ولید اور ہشام بن ولید چھڑانے آئے حضرت عبد اللہ بن جحش نے چار ہزار زر فدیہ طلب کیا، خالد کو اتنی بڑی رقم دینے میں تردد ہوا، ہشام نے کہا تم کو کیا لاگ ہوگی تم تو ان کے بھائی ہو نہیں، اگر عبد اللہ اس سے بھی زیادہ مانگیں تو بھی چھڑانا ہے، دوسری روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے رہائی کے معاوضہ میں نقد کے بجائے ان کے والد کی زرہ، تلوار اور خود مانگی، مجبوراً یہ قیمت بھی ادا کی، اور چھوٹ کر بھائیوں کے ساتھ چلے، ذوالحلیفہ میں پہونچکر بھاگ نکلے، اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے، دوبارہ جب بھائی سے ملاقات ہوئی، تو انھوں نے کہا کہ جب تم کو اسلام ہی لانا تھا، تو پھر فدیہ کے قبل کیوں نہ مسلمان ہو گئے، خواہ مخواہ والد کی نشانیاں بھی ضایع ہوئیں اور کوئی نتیجہ نہ نکلا، کہا اس وقت اس لئے نہیں اسلام لایا کہ میں بھی اپنے ہم قبیلہ لوگوں کے ساتھ فدیہ دیکر آزاد ہونا چاہتا تھا، تاکہ قریش کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے، کہ ولید فدیہ کے ڈر سے مسلمان ہو گیا،

---

[1] تہذیب الکمال ص ۲۹۱ [2] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۹ [3] استیعاب ج ۲ ص ۶۱۹،

قیدِ محن، | اسلام لانے کے بعد مکہ لوٹ گئے، راستہ مین بھائیون نے کوئی تعرض نہ کیا، مگر مکہ پہونچ کر دوسرے بلاکشانِ اسلام کے ساتھ ان کو بھی قید کر دیا، اور یہ عیاش بن ابی ربیعہ اور سلمہ بن ہشام کے ساتھ طوق و سلاسل کی نگرانی مین دن کاٹنے لگے، بدر کے قبل سے آنحضرت صلعم عیاش اور سلمہ کے لئے دعا فرماتے تھے، بدر کے بعد جب ولید قید ہوئے، تو ان کے لئے بھی دعا فرمانے لگے،

قید سے فرار، | عرصہ تک قیدِ محن کی مصیبتین جھیلتے رہے، ایک دن موقع پا کر قید سے نکل آئے اور سیدھے مدینہ پہونچے، آنحضرت صلعم نے عیاش اور سلمہ کا حال پوچھا، عرض کیا ان پر بہت سختیان ہو رہی ہین، ایک بیڑی مین دونون کے پیر ڈال دیئے گئے ہین، فرمایا تم واپس جاؤ، وہان کا لوہار حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکا ہے، اس کے یہان ٹھہرو، اور قریش کی آنکھ بچا کر خفیہ طریقہ سے عیاش اور سلمہ کے پاس پہونچو، اور ان سے کہو کہ مین رسول اللہ صلعم کا فرستادہ ہون، میرے ساتھ نکل چلو،

ایک کارنامہ | اس فرمان کے مطابق یہ مکہ پہونچے، اور پوشیدہ طریقہ سے مل کر ان دونون بزرگون کو آنحضرت صلعم کا پیام سنا دیا، یہ دونون نکل کے ساتھ ہو گئے، قریش کو خبر ہوئی تو خالد بن ولید نے کچھ لوگون کو لے کر تعاقب کیا، مگر ناکام رہے، اور یہ مختصر قافلہ بخیر و خوبی مدینہ پہونچ گیا[1]،

عمرۃ القضا اور خالد کا اسلام | عمرۃ القضا مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، خالد اس وقت تک اسلام نہین لائے تھے، اس لئے کہین روپوش ہو گئے تاکہ آنحضرت صلعم اور صحابہ رض کا سامنا نہ ہو، آنحضرت صلعم نے ولیدؓ سے فرمایا، کہ اگر خالدؓ میرے پاس آتے تو مین ان کا

---

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۹۷، ۹۸ و استیعاب ترجمہ ولید بن ولید،

اعزاز و اکرام کرتا مجھکو سخت تعجب ہے کہ ان کے ایسے زیرک و دانا شخص کے دل مین ابھی تک اسلام کا اثر نہین ہوا، چنانچہ ولیدؓ نے خالدؓ کو خط لکھا، اس خط سے ان کا دل اسلام کی طرف مائل ہوگیا، اور یہ میلان آیندہ چل کر اسلام کی شکل مین ظاہر ہوا[۱]،

وفات؛ وفات کے متعلق دو روایتین ہین، ایک یہ کہ جب سلمہ اور ہشام کو چھڑا کر واپس ہو رہے تھے تو مدینہ سے کچھ فاصلہ پر اس قسم کے صدمات پہونچے کہ مدینہ آتے آتے انتقال کر گئے لیکن یہ صحیح نہین ہے، کیونکہ باتفاق ارباب سیر آپ عمرۃ القضا مین موجود تھے، چنانچہ علامہ ابن عبد البر لکھتے ہین، والصحیح انہ شہد مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضا[۲] اور عمرۃ القضا سنہ ۷ھ کے آخر مین ہوا، اور اس روایت کی رو سے ان کا انتقال عمرۃ القضا سے دو سال پہلے سنہ ۵ھ مین ماننا پڑیگا کیونکہ سنہ ۲ھ کے آخر مین اسلام لائے، اور اسلام کے بعد ہی ان کو ان کے بھائیون نے قید کر دیا جس کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے، رہائی کے بعد فوراً حضرت سلمہؓ اور ہشامؓ کو چھڑانے گئے، یہ کل مدت سنہ ۵ سے نہین بڑھتی، دو سال حالت کفر کے، ڈیڑھ سال قید کے، اور زیادہ سے زیادہ دو چار مہینہ سلمہؓ اور ہشامؓ کے چھڑانے وغیرہ مین صرف ہوئے ہون گے، ان سب کی مجموعی مدت سنہ ۵ سے آگے نہین بڑھتی، اس لئے یہ روایت قطعاً غلط ہے، ہان عمرۃ القضا کے بعد البتہ زیادہ دنون تک زندہ نہین رہے، اور اس قدر مسلم ہے کہ سنہ ۸ کے اندر ہی آپ کا انتقال ہو گیا تھا[۳]،

مان کی بے قراری؛ آپ کے انتقال کے وقت آپ کی مان زندہ تھین، ان کے دل پر قیامت گذر گئی، یہ دل دوز صدمہ ان کے لئے ناقابل برداشت تھا، چنانچہ آنحضرت صلعم نے ان کو خاص طور پر ماتم کرنے کی اجازت دیدی تھی، اور وہ نہایت دلدوز لہجہ مین یہ مرثیہ

---

[۱] اسد الغابہ ج ۵ ص ۹۳، [۲] استیعاب ج ۲ ص ۶۲۰، [۳] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۹۸

پڑھتی تھیں جس کا ایک شعر یہ ہے[1]،

یاعین فابکی للولید بن الولید بن المغیرہ | کان الولید بن الولید ابو الولید فتی العشیرہ

اے آنکھو اس ولید کی یاد پر اشکبار رہو | جو شجاعت و بہادری میں اپنے باپ کے مثل خاندان کا ہیرو تھا،

آنحضرت صلعم نے سنا تو فرمایا کہ یہ نہ کہو بلکہ قرآن کی یہ آیت تلاوت کرو،

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ (ق ع ۲) | اور موت کی بے ہوشی ضرور آکر رہے گی، (اس وقت کہا جائیگا کہ یہ وہ ہے جس سے تو بھاگتا تھا،

حضرت سلمہ بن ہشام رض

نام و نسب، سلمہ نام، سلسلۂ نسب یہ ہے، سلمہ بن ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر المخزوم القرشی، ماں کا نام ضباعہ تھا، سلمہ مشہور دشمن اسلام ابوجہل کے بھائی تھے[2]،

اسلام ہجرت اور شدائد، دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت کرکے حبشہ گئے، لیکن کچھ دنوں کے بعد اہل مکہ کے اسلام کی غلط خبر سن کر دوسرے مہاجرین کے ساتھ واپس آگئے، اس خبر کی تردید کے بعد اور لوگ تو واپس چلے گئے لیکن ان کو ابوجہل نے نہ جانے دیا، اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانا شروع کیں، کھانا پینا بالکل بند کردیا، اسلام کے جرم میں زدوکوب بھی کرتا تھا، لیکن یہ وہ نشہ نہ تھا جس کو مارپیٹ کی تلخی اتار دیتی، اس لئے اسکی تمام کوششیں ناکام ہوئیں، ابھی اسلام بھی اتنا قوی نہیں ہوا تھا، کہ آنحضرت صلعم کچھ مدد فرماتے، لیکن نماز کے بعد سلمہ اور ان کے ساتھیوں

---

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۱۰۰، [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۴۱

کے لئے دعا فرماتے تھے، کہ خدایا ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ربیعہ کو مشرکین مکہ کی سختیون سے نجات دلا[1]

رہائی اور ہجرت مدینہ، کئی برس اس قیدِ محن مین گرفتار رہے، اتفاق سے آپ کے ایک ساتھی حضرت ولیدؓ کسی طرح قید سے فرار ہوکر آنحضرت صلعم کے پاس پہونچے، اور بیان کیا کہ عیاشؓ اور سلمہؓ بہت مصیبت مین گرفتار ہین، ایک ہی بیڑی مین دونون کے پیر ڈال دیئے گئے ہین' آپ نے پھران کو دوبارہ چھڑانے کے لئے بھیجا، چنانچہ وہ لوگون کی نظرین بچا کر قید سے نکال لے گئے[2]،

مغازی، بدر کا معرکہ ان کی قید کے زمانہ مین ختم ہوچکا تھا، رہائی کے بعد اور تمام لڑائیون مین برابر شریک ہوتے رہے، غزوۂ موتہ مین جن صحابہ کرام کے پیر اکھڑ گئے تھے ان مین ایک سلمہ بھی تھے، اس ندامت مین انھون نے باہر نکلنا چھوڑ دیا، اور جب باہر نکلتے تو لوگ "فرار" بھگوڑا کہکر طعنہ زنی کرتے تھے[3] لیکن رحمۃ اللعالمین "کرار" حملہ آور کہکر حوصلہ افزائی فرماتے تھے[4]،

وفات، عہد صدیقی مین شام کی فوج کشی مین شریک ہوئے، اسی سلسلہ مین حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت مین ۱۴ھ مین مرج روم کے معرکہ مین شہید ہوگئے[5]؛

---

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم ا ص ۹۷ [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۲ و ابن سعد ص ۹۷، [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۴۰، [4] اصابہ ج ۳ ص ۱۲۰، [5] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۲،

حضرت عبداللہ بن سہیلؓ

نام و نسب، عبداللہ نام، ابو سہیل کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبداللہ بن سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبدِ ودّ بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی، ماں کا نام فاختہ تھا، نانہالی سلسلۂ نسب یہ ہے فاختہ بنت عامر بن نوفل بن عبد مناف بن قصی[1]،

اسلام و ہجرت، دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، ہجرت ثانیہ مین مہاجرین کے قافلہ کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ گئے[2]،

مکہ کی واپسی، حبشہ سے مکہ واپس آگئے، ان کے باپ تبدیل مذہب پر بہت غضبناک تھے، اس لئے قابو پانے کے بعد قید کر کے ارتداد پر مجبور کرنا شروع کیا[3]، انھون نے مصلحتِ وقت کے خیال سے بظاہر ان کا کہنا مان لیا، لیکن دل مین بدستور اسلام کی محبت پرورش پاتی رہی،

غزوات، ہجرت عظمیٰ کے بعد مشرکینِ مکہ بڑے اہتمام سے مسلمانون کا استیصال کرنے نکلے، عبداللہؓ بھی اپنے والد کے ساتھ مشرکین کے گروہ مین تھے، والد مطمئن تھے، کہ اطاعت شعار بیٹا کہنے مین آگیا، یہ نہ معلوم تھا کہ مذہب کی چنگاریان اندر اندر سلگ رہی ہین، موقع پاتے ہی بھڑک اٹھین گی، چنانچہ جب جنگ کی تیاری شروع ہوئی، تو عبداللہؓ موقعہ پاکر نکل گئے اور اسلامی فوج مین آکر شامل ہو گئے، اس وقت والد پر حقیقتِ حال واضح ہوئی، اور

---

[1] ابن سعد جزء ۳ قسم ۱ ص ۲۹۵، [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۸۰، [3] ایضاً

صاحبزادہ کی چالاکی پر بہت پیچ و تاب کھایا، لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا، اس لئے خاموش ہو رہے، اور عبد اللہ باطمینان مشرکین کے مقابلہ مین نبرد آزما ہوئے[1]،

اس کے بعد احد، خندق، اور صلح حدیبیہ وغیرہ مین برابر شریک رہے، فتح مکہ مین جب کفار کی قوتین ٹوٹ چکین، اور ہمتین پست ہو گئین، تو ان کے لئے سوائے دامن رحمت کے کوئی جائے پناہ باقی نہ رہی، عبد اللہ کے والد کا نام بھی مجرمون کی فہرست مین تھا، اس لئے ان کے لئے بجز روپوشی کے کوئی چارہ نہ تھا، چنانچہ گھر مین گھسکر اندر سے کواڑے بند کر لئے اور عبد اللہ سے کہلا بھیجا، کہ آنحضرت صلعم سے میری جان بخشی کراؤ، ورنہ مین قتل کر دیا جاؤن گا، سعادت مند لڑکا خدمت نبوی مین حاضر ہو کر عرض گذار ہوا، یا رسول اللہ! میرے والد کو امان دیدیجئے، رحمت عالم کا دامن رحمت اس سے بھی زیادہ وسیع تھا، فرمایا کہ وہ خدا کی امان مین مامون ہین، اطمینان سے گھر مین پھرین، امان دیکر گرد و پیش کے لوگون سے مخاطب ہو کر فرمایا، کہ تم مین جو شخص ان سے ملے تو سختی سے نہ پیش آئے، خدا کی قسم! وہ صاحب عقل و شرف ہین، ان کے جیسا زیرک آدمی اسلام سے ناواقف نہین رہ سکتا[2]،

جنگ یمامہ اور شہادت

خلافت صدیقی ۱۲ھ مین جنگ یمامہ مین شریک ہوئے، اور جواثا کے معرکہ مین شہید ہوئے، اس وقت ان کی عمر کل ۳۸ سال کی تھی، اور انکے والد سہیل زندہ تھے، حضرت ابوبکر رضؓ نے عبد اللہ کی شہادت پر تعزیت فرمائی، اس پر انھون نے کہا، مین نے سنا ہے کہ شہید اپنے گھرانے کے ستر آدمیون کی سفارش کر سکتا ہے، مجھکو امید ہے کہ میرا شہید سخت جگر پہلے میری سفارش کریگا[3]،

---

[1] ابن سعد جز ۳ قسم ۱ ص ۲۹۵، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۸۱، [3] ابن سعد جز ۳ قسم ۱ ص ۲۹۶،

حضرت معیقیب رضؓ بن ابی فاطمہ دوسی،

نام ونسب، معیقیب نام ہنسبی تعلق قبیلہ ازد سے تھا، اور بنی عبد شمس کے حلیف تھے[1]

اسلام وہجرت، دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت ثانیہ مین ہجرت کرکے حبشہ گئے، وہان سے خیبر کے زمانہ مین مدینہ آئے[2]

غزوات مدینہ آنے کے بعد تمام لڑائیون مین شریک ہوتے رہے بعض روایتون سے بدر اور بیعتِ رضوان کی شرکت کا شرف بھی ثابت ہوتا ہے، اس اعتبار سے وہ خیبر سے بھی پہلے مدینہ آچکے تھے لیکن مستند روایت یہی ہے، کہ خیبر کے بعد مدینہ آئے اور بدر وغیرہ مین شریک نہ تھے، ابن سعد نے بھی ان کو صحابہ کرام کے اسی زمرہ مین لکھا ہے، جو قدیم الاسلام تو تھے لیکن بدر مین شریک نہین ہوئے تھے[3]

عہدِ شیخین، آنحضرت صلعم کی زندگی مین خاتمِ رسالت انھین کے پاس رہتی تھی، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ خاتم بردار کی حیثیت سے ان کا خاص لحاظ کرتے تھے، چنانچہ دونون بزرگون کے عہد مین مالیات کا صیغہ ان کے متعلق رہا، اور بیت المال مین خازن کے عہدہ پر ممتاز تھے[4]

حضرت عمرؓ کو ان سے بہت محبت تھی، ان کو جذام کی شکایت ہوگئی تھی حضرت عمرؓ

---

[1] ابن سعد جز ۴ قسم ۱ ص ۸۶، [2] استیعاب ج ۱ ص ۲۹۰، [3] ابن سعد جز ۴ قسم ۱ تذکرۂ معیقیب [4] استیعاب ج ۱ ص ۲۹۰،

نے علاج مین کوئی دقیقہ نہین اٹھا رکھا، جہان جہان مشہور اطباء کا پتہ چلتا تھا، بلا کر علاج کرتے تھے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوتا تھا، آخر مین دو یمنی طبیبون سے علاج کرایا، جس سے مرض تو زائل نہین ہوا، البتہ آیندہ بڑھنے کا خطرہ باقی نہ رہا، عموماً لوگ جذامی آدمی کے ساتھ کھانے پینے سے پرہیز کرتے ہین، لیکن حضرت عمرؓ انکو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھاتے اور فرماتے کہ یہ طرزِ عمل تمھارے ساتھ مخصوص ہے[1]،

عہدِ عثمانی اور وفات، حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کا بھی وہی طرزِ عمل رہا، اور غالباً خاتم برداری کا قدیم منصب انھین کے سپرد تھا، کیونکہ آنحضرت صلعم کی انگوٹھی انھین کے ہاتھ سے بیر معونہ مین گری تھی، اسی عہد کے آخر مین وفات پائی[3]،

اولاد، آپ کی اولادون مین صرف محمد بن معیقیب کا پتہ چلتا ہے، انھون نے آپ سے روایت بھی کی ہے[4]،

علمی حالت، علمی حیثیت سے کوئی ممتاز شخصیت نہ تھی، تاہم نوشت وخواند مین پوری مہارت رکھتے تھے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے جب اپنی املاک وقف کی تو اس وقف نامہ کی کتابت انھین نے کی تھی[5]، احادیث نبوی کے خوشہ چین بھی تھے، چنانچہ ان کی متعدد مرویات احادیث کی کتابون مین موجود ہین، ان مین دو متفق علیہ ہین، اور ایک مین امام مسلم منفرد ہین[6]،

---

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۸۷، [2] مسلم ج ۲ ص ۲۱۴ مطبوعہ مصر، [3] اسد الغابہ ج ۴ ص ۴۰۳، [4] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۵۵ [5] ابوداؤد ج ۲ ص ۹، [6] تہذیب الکمال ص ۳۹۷،

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رض

نام ونسب، عبداللہ نام، ابوحذیفہ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم بن عمرو بن حصیص بن کعب بن لوی قرشی سہمی،[1]

اسلام وہجرت، عبداللہ دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، اسلام لانے کے بعد عرصہ تک آنحضرت صلعم کے ساتھ رہے، پھر مہاجرین کے دوسرے قافلہ کے ساتھ ہجرت کرکے حبشہ گئے،[1]

سفارت، ۶ھ مین آنحضرت صلعم نے آس پاس کے سلاطین کے پاس دعوت اسلام کے خطوط بھیجے تھے شہنشاہ ایران کے پاس دعوت نامہ لے جانے کی خدمت ان کے سپرد ہوئی، کہ اس کو ایرانی گورنر متعینہ بحرین تک پہونچا دین، اور وہ اس کو دربار ایران بھیجدے، چنانچہ انھون نے اس کو امیر بحرین کے پاس بحفاظت پہنچادیا،[2]

مغازی، بدر کے علاوہ تمام غزوات مین شریک ہوئے، حضرت ابوسعید رض خدری بدری بتاتے ہین لیکن موسی بن عقبہ اور ابن اسحٰق وغیرہ تمام اس کے مخالف ہین،،

امارت سریہ، آنحضرت صلعم نے ان کو ایک سریہ کا امیر بناکر بھیجا، اور ماتحتون کو ہدایت فرمادی کہ کسی بات مین ان کی عدول حکمی نہ کرنا، منزل مقصود پر پہونچ کر عبداللہ رض کو کسی بات پر غصہ آگیا، اور مجاہدین سے کہا کیا تم لوگون کو آنحضرت صلعم نے میری اطاعت

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۴۲، [2] ایضاً [3] بخاری ج ۲ کتاب المغازی باب کتاب النبی صلعم الی کسریٰ وقیصر،

کا حکم نہین دیا ہے؟ سب نے کہا ہان دیا ہے، کہا اچھا لکڑیان جمع کرکے اس مین آگ دیدو، اور پھاند پڑو، سب نے لکڑیان جلائین اور پھاندنے کو تھے کہ دفعۃً کسی خیال سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، اور بعض لوگون نے کہا کہ ہم نے آگ سے بچنے کے لئے رسول اللہ صلعم کی پیروی کی ہے، اور پھر خود ہی آگ مین کودین، یہ مباحثہ یہان تک جاری رہا کہ آگ ٹھنڈی ہوگئی، اور اس درمیان مین ان کی آتش غضب بھی سرد پڑگئی، واپس آکر سب نے آنحضرت صلعم سے یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا، اگر تم لوگ آگ مین گھس گئے ہوتے تو پھر کبھی نہ نکلتے۔ اطاعت صرف انھین چیزون مین واجب ہے، جس کی خدا نے اجازت دی ہے،[1]

خلفاء کا عہد | عہد فاروقی مین فتوحات شام مین شریک تھے، سوء اتفاق سے ایک معرکہ مین رومیون نے گرفتار کرلیا، رومیون کا قاعدہ تھا، کہ جب وہ کسی کے سامنے اپنا مذہب پیش کرتے، اور وہ انکار کرتا، تو اس کو ایک عظیم الجثہ تانبے کی گاے کے جوف مین جسمین زیتون کا تیل کھولتا ہوتا تھا، ڈال دیتے، چنانچہ انھون نے ان کے سامنے اپنا مذہب پیش کرکے کہا، اگر تم اس کو نہین قبول کروگے، تو تم کو گاے پر قربان کردیا جائیگا، یہ اس سے مطلق خوفزدہ نہ ہوئے، اور قبول مذہب سے انکار کردیا، ان جلادون نے ان کی عبرت پذیری کے لئے ایک دوسرے مسلمان قیدی کو بلاکر عیسویت کی دعوت دی، اس نے بھی انکار کیا، تو اس کو زیتون کے کھولتے ہوئے تیل مین ڈال دیا، وہ کشتۂ حق جل بھن کر کباب ہوگیا، یہ منظر دکھا کر بولے اگر نہین قبول کرتے تو تمھارا بھی یہی حشر ہوگا، لیکن جذبۂ حق اس سے زیادہ آزمائش کے لئے تیار تھا، پھر انکار کردیا، حکم ہوا ڈال دو،

[1] بخاری کتاب الاحکام باب السمع والطاعۃ للامام مالم یکن معصیۃ۔

آپ کی آنکھون سے آنسو رواں ہوگئے، رومیون نے کہا آخر ڈر کر رونے لگا، فرمایا مین آپنے انجام پر نہین روتا، بلکہ اپنی کم مائگی پر آنکھین اشکبار ہین، کہ صرف ایک جان خدا کی راہ مین کام آئے گی، کاش ایک جان کے بجائے میرے ہر موئے بدن مین ایک مستقل جان ہوتی، اور یہ سب راہِ خدا مین نثار ہوتین، یہ قوت ایمانی دیکھکر وہ لوگ دنگ رہ گئے، اور اس شرط پر رہائی دینے کے لئے تیار ہو گئے، کہ آپ شاہِ روم کی پیشانی کا بوسہ دین لیکن اس پرستارِ حق کا لب ایک صلیب پرست کی بوسہ ستانی سے آلودہ نہین ہوسکتا تھا، اس لئے پھر وہی جواب تھا، جب اس پر بھی آپ آمادہ نہ ہوئے تو انھون نے مال و دولت اور حسن و رعنائی کے سبز باغ دکھائے، آپ نے ان دلفریبیون کو بھی نہایت حقارت سے ٹھکرا دیا، تو آخر مین ان سے کہا اگر میری پیشانی کو چوم لو تو تمام مسلمان قیدی چھوڑ دیئے جائین گے، آپ کے لئے مسلمانون کی جان سے زیادہ عزیز اور کون سی شے ہوسکتی تھی، اس لئے فوراً آمادہ ہوگئے، اور ایک بوسہ کے صلہ مین اتنے مسلمانون کی گران بہا جانین بچ گئین، جب واپس ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرطِ مسرت سے ان کی پیشانی چوم لی، بعض صحابہؓ آپ سے مزاحًا کہتے، کہ تم نے ایک بے دین کی پیشانی کا بوسہ دیا، جواب دیتے ہان چوما، لیکن اس کے بدلہ مین ۸۰ مسلمانون کی جانین بچ گئین[1]،

وفات حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت مین مصر مین وفات پائی[2]،

نسب کی تحقیق ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے جلال کی حالت مین فرمایا کہ تم لوگون کو جو پوچھنا ہو، پوچھو، اس وقت جو بات پوچھوگے، بتاؤن گا، آپ نے اٹھکر پوچھا

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۴۳، [2] استیعاب ج ۱ ص ۳۵۷،

میرا باپ کون ہے، فرمایا ابو حذیفہ! آپ کی ماں نے سنا تو کہا کہ تم نے رسول اللہ صلعم سے کتنا خطرناک سوال کیا تھا، اگر خدانخواستہ وہ کچھ اور بتاتے تو میں سب کے سامنے رسوا ہوتی، جواب دیا کہ میں نسب کی تحقیق کرنا چاہتا تھا،[1]

فضل وکمال، آپ سے متعدد حدیثیں مروی ہیں، ان میں سے ایک بخاری میں بھی ہے آپ سے روایت کرنے والوں میں ابو وائل، سلیمان، اور ابن یسار قابل ذکر ہیں،[2]

حضرت حجاج بن علاط رض

نام ونسب، حجاج نام، ابو محمد کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے، حجاج بن علاط بن خالد بن نویرہ بن حنثر بن ہلال بن عبید بن ظفر بن سعد بن عمرو بن بہز بن امراؤ القیس بن بہثہ بن سلیم بن منصور سلمی،

اسلام، حجاج خیبر کے قبل مشرف باسلام ہوئے، اسلام کا محرک ایک خاص واقعہ ہے ایک مرتبہ چند ساتھیوں کے ہمراہ مکہ جا رہے تھے، راستہ میں ایک بھیانک وادی میں رات ہوگئی، یہ وہیں شب باش ہوگئے، حجاج سب کی پاسبانی کرنے لگے، اتنے میں کوئی شخص یہ تلاوت کرتا سنائی دیا،

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ (سورۂ رحمٰن)

اے جن وانس کے گروہ! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ، اور تم بغیر سلطان کے نہ نکل سکو گے،

[1] بخاری کتاب الفتن [2] ابن سعد جزء ۴ قسم ا ص ۱۳۹، [3] تہذیب الکمال ص ۷۴ [4] اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۸۴

مکہ پہونچ تو یہ واقعہ قریش سے بیان کیا، انھون نے کہا معلوم ہوتا ہے تم بھی بے دین ہوگئے یہ تو وہی کلام ہے جو محمدؐ کے زعم مین ان کے اوپر نازل ہوتا ہے، حجاج نے اس واقعہ کی تصدیق اپنے ہمراہیون سے کرائی، اور مدینہ آکر مشرف باسلام ہوگئے[۱]

ہجرت، ان کی جائے سکونت کے متعلق کوئی فیصلہ نہین کیا جا سکتا، لیکن ان کی بیوی مکہ مین رہتی تھین، اور کل مال و متاع بھی وہین تھا، اسلام لانے کے بعد کل اثاثہ مدینہ منتقل کرنے کی ضرورت ہوئی، ورنہ مشرکین کا دست تطاول دراز ہو جاتا، لیکن وہ لوگ مشتبہ ہو چکے تھے، اس لئے آسانی سے لے آنا بھی ممکن نہ تھا، اس لئے انھون نے آنحضرت صلعم سے ایک چال کی اجازت مانگی، آپ نے مصلحتاً اجازت دیدی، یہ اجازت لے کر مکہ آئے، قریش نے آنحضرت صلعم کے حالات دریافت کرنا شروع کئے، انھون نے کہا محمد (صلعم) نے بہت سخت شکست کھائی، ان کے تمام ساتھی مارے گئے، وہ خود گرفتار کر لئے گئے ہین اور عنقریب تم لوگون کے سامنے لا کر قتل کئے جائینگے، قریش کیلئے اس سے بڑھکر مژدہ کیا ہو سکتا تھا، آن کی آن مین یہ خبر تمام شہر مین پھیل گئی، غرض اس طرح مشرکین کو خوش کر کے کہا محمد (صلعم) کا ساز و سامان فروخت ہو رہا ہے، مین چاہتا ہون کہ تاجرون کے پہونچنے کے قبل خرید لون، مکہ مین لوگون پر میرا قرض ہے، اگر تم لوگ کوشش کرو، تو آسانی سے وصول ہو سکتا ہے، سب اس "کار خیر" کے لئے آسانی سے تیار ہو گئے، اور کوشش کر کے کل بقایا وصول کرا دیا، اس کے بعد گھر کا کل اندوختہ لیا، حضرت عباسؓ کے کانون تک یہ خبر پہونچی تو ان کو اس قدر صدمہ ہوا کہ خود واقعہ کی تحقیق کے لئے بھی نہ آسکے اور ایک لڑکے کی زبانی بلا بھیجا، حجاج آئے اور ان کو تخلیہ

[۱] استیعاب ج ۱ ص ۱۳۲

مین لیجاکر اصل واقعہ سنایاکہ مین نے یہ خبر اس لئے اڑائی ہے، تاکہ میرا روپیہ وصول ہو جائے، مین خود مشرف باسلام ہو چکا ہون، اگر ان کو اسلام کی خبر ہو جاتی، تو ایک حبہ بھی نہ دیتے، آنحضرت صلعم خدا کے فضل سے بالکل محفوظ ہین، خیبر کا میدان بھی مسلمانون کے ہاتھ رہا، اور آنحضرت صلعم حیی بن اخطب رئیس خیبر کی لڑکی کے ساتھ ایام عروسی بسر کر رہے ہین، لیکن جب تک مین ان کی زد سے نہ نکل جاؤن، اس وقت تک اس راز کو کسی پر نہ ظاہر کرنا، چنانچہ تین دن تک حضرت عباسؓ بالکل خاموش رہے، چوتھے دن جب اطمینان ہو گیا، کہ حجاجؓ اہل مکہ کی دسترس سے باہر ہو گئے، تو کپڑے بدل کر حجاج کے مکان پر گئے، اور ان کی بیوی سے واقعہ بیان کیا، پھر مسجد مین آئے یہان بھی وہی تذکرہ تھا، آپ نے لوگون کو مخاطب کرکے فرمایا، کہ آنحضرت صلعم نے خیبر فتح کر لیا، حیی بن اخطب کی لڑکی ان کی زوجیت مین آئی، بنی ابی حقیق سرداران یثرب کی گردنین اڑا دی گئین، اور حجاج اپنا مال و متاع لے کر روانہ ہو گئے، لوگون نے پوچھا تم نے کس سے سنا، فرمایا حجاج سے، ان لوگون نے ان کی بیوی سے تحقیق کیا تو واقعہ سچ نکلا، اس کے پانچوین دن مدینہ سے بھی خبرین آگئین، لیکن اب کیا ہو سکتا تھا، حجاج قابو سے نکل چکے تھے، اس لئے خاموش ہو گئے،[1]

غزوات، خیبر کے کچھ ہی دنون پہلے مشرف باسلام ہوئے، اس لئے سب سے پہلے اسی غزوہ مین شریک ہوئے، فتح مکہ کے زمانہ مین مدینہ سے باہر تھے، آنحضرت صلعم نے حملہ کا ارادہ کیا تو ان کو بلوا بھیجا،[2]

تعمیر مکان و مسجد، حجاج دولت مند آدمی تھے، اپنا کل اثاثہ بھی مکہ سے لیتے آئے تھے، تاکہ

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم ۲ ص ۱۴ و ۱۵، [2] ایضاً ص ۱۵،

مدینہ میں کسی کا دست نگر نہ ہونا پڑے، اور اس سے اپنا ذاتی مکان بنوایا، اور ایک مسجد تعمیر کرائی[1]

وفات | وفات کے بارے میں دو روایتیں ہیں، ایک روایت یہ ہے، کہ عہد فاروقی کی ابتدا میں وفات پائی، اور دوسری یہ کہ جنگ جمل میں کام آئے لیکن پہلی روایت زیادہ مستند ہے، کیونکہ جنگ جمل میں یہ خود نہیں بلکہ ان کے لڑکے معرض قتل ہوئے تھے[2]

تمول | حجاج تمام صحابہ میں مال و دولت کے لحاظ سے ممتاز تھے، اس کا سبب یہ تھا کہ بنو سلیم کی کانیں انھیں کی ملکیت میں تھیں[3]،

اولاد | حجاج کے متعدد اولادیں تھیں، ایک معرض جو جنگ جمل میں کام آگئے، اور دوسرے نصر یہ اس قدر حسین تھے، کہ اکثر عورتیں ان پر شیفتہ ہو جاتی تھیں، اسی خطرہ سے حضرت عمرؓ نے ان کو مدینہ سے بصرہ منتقل کر دیا تھا[4]

حضرت ابو برزہ سلمیؓ

نام ونسب، | نضلہ نام، ابو برزہ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، نضلہ بن عبد اللہ بن حارث بن حبال بن ربیعہ بن دعبل بن انس بن خزیمہ بن مالک بن سلامان بن اسلم بن قصی اسلمی

اسلام وغزوات | دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اسلام لائے، اسلام کے بعد جس قدر غزوات ہوئے، سب میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے[5]، فتح مکہ میں خون کا ایک

---

[1] اصابہ ج ۱ ص ۳۲۷، [2] ایضاً، [3] استیعاب ج ۱ ص ۱۳۲، [4] اصابہ ج ۶ ص ۲۶۰

[5] ابن سعد ق ۱ ج ۷ ص ۴،

قطرہ نہ گرا، رحمت عالم نے تمام دشمنان اسلام کے لئے عفو و درگذر کا اعلان فرمادیا، چند معاندین جن کا عناد اور جن کی سرکشی حد سے بڑھی ہوئی تھی، وہ البتہ اس سے مستثنیٰ تھے، اور ان کا خون ہدر کردیا گیا تھا، ان میں ایک عبد اللہ بن خطل تھا، یہ پہلے اسلام لایا پھر اپنے ایک مسلمان خادم کو قتل کردیا، اور چونکہ اسلامی عدالت کے قانون قصاص کا اسکو ڈر تھا، اس لئے مرتد ہوکر مکہ بھاگ گیا (زرقانی فتح مکہ) نیز اس کی دو مطربہ لونڈیاں تھیں، جو بازاروں میں آنحضرت صلعم کی ہجو گاتی پھرتی تھیں[۱]، مکہ فتح ہوا تو امان کیلئے خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر لٹک گیا، آنحضرت صلعم سے لوگوں نے کہا وہ کعبہ کے غلاف کی پناہ میں ہے، آپ نے فرمایا، اس کو قتل کردو، آقا کا اشارہ پاتے ہی ابو برزہؓ نے قتل کردیا[۲]

ابو برزہؓ آنحضرت صلعم کی زندگی بھر مدینہ میں رہے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بصرہ میں رہنے لگے، جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے، نہروان میں خارجیوں کا مقابلہ کیا، پھر خراسان کی فتوحات میں مجاہدانہ شریک ہوئے[۳]

وفات، زمانۂ وفات میں اختلاف ہے، بعض ۶۰ھ اور بعض ۶۴ھ بتاتے ہیں، دوسری روایت زیادہ صحیح ہے کیونکہ مروان اور ابن زبیر کے ہنگاموں تک زندہ تھے، اور کہتے پھرتے تھے کہ یہ سب دنیا کے لئے جھگڑتے ہیں، وفات کے بعد ایک لڑکا مغیرہ یادگار چھوڑا،

فضل وکمال، ابو برزہؓ کو آنحضرت صلعم کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا کافی موقع ملا اس لئے

---

[۱] ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی قتل الاسیر صبرا، [۲] ایضاً، [۳] اصابہ ج ۶ تذکرہ نضلہ،

[۴] ایضاً،

ان کو آپ کے اقوال کی سماعت، اور آپ کے افعال کے مشاہدہ کا بھی موقع ملا، چنانچہ احادیث نبوی کی معتدبہ تعداد ان کے حافظہ مین محفوظ تھی، ان کی مرویات کی مجموعی تعداد ۴۶ ہے ان مین سے ۲ متفق علیہ ہین، ان کے علاوہ ۲ مین بخاری اور ۴ مین مسلم منفرد ہین[1]،

ان کے تلامذہ کی تعداد بھی کافی ہے، ذیل کے نام قابل ذکر ہین،

منیرہ، ابو منہال ریاحی، ارزق بن قیس، ابو عثمان نہدی، ابو العالیہ ریاحی، کنانہ بن نعیم، ابو النزاع رالبسی، ابو الوضی، سعید بن عبد اللہ، ابو السوار عدوی، ابو طالوت عبد السلام وغیرہ[2]،

زہد وعفاف | حضرت ابو برزہؓ مین زہد وعفاف کا رنگ بہت نمایان تھا، نہ کبھی بیش قیمت کپڑا پہنا، اور نہ گھوڑے پر سوار ہوے، گیرو ے رنگ کے دو کپڑون سے ستر پوشی کرتے تھے، ان کے ایک معاصر عائذ بن عمر بیش قیمت کپڑا بھی پہنتے اور گھوڑے پر بھی سوار ہوتے تھے، ایک شخص نے ان دونون کے درمیان پھوٹ ڈلوانے کے خیال سے عائذ سے آکر کہا، ابو برزہ کو دیکھئے وہ لباس اور وضع قطع مین بھی آپ کی مخالفت کرتے ہین، آپ خز (ایک بیش قیمت کپڑا) استعمال کرتے ہین، اور گھوڑے پر سوار ہوتے ہین، اور وہ ان دونون چیزون سے احتراز کرتے ہین، لیکن صحابہ کی اخوت محض لباس اور طرز معاشرت کے اختلاف سے نہین ٹوٹ سکتی تھی، جواب دیا خدا ابو برزہ پر رحم کرے، آج ہم مین ان کے مرتبہ کا کون ہے؟ یہان سے مایوس ہو کر یہ شخص ابو برزہؓ کے پاس گیا اور کہا عائذ کو دیکھئے، آپ کی وضع تک ان کو ناپسند ہے، گھوڑا سواری مین ہے، خز کا لباس زیب تن ہے، لیکن یہان بھی وہی جواب ملا، کہ خدا عائذ پر رحم کرے، ہم مین انکا

[1] تہذیب الکمال ص ۴۰۶، [2] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۴۶،

ہمرتبہ کون ہے؟[1]

سکین نوازی، ان کا خاص شعار تھا، صبح و شام معمولاً فقراء و مساکین کو کھانا کھلاتے تھے، حسن بن حکیم اپنی ماں کی زبانی بیان کرتے ہیں، کہ ابو برزہؓ ایک کاسہ ثرید (ایک قسم کا عربون کا مرغوب کھانا) صبح اور ایک کاسہ شام بیواؤن، یتیمون، اور مساکین کو کھلاتے ہین[2]،

احترام نبوت، صحابۂ کرام کو آنحضرت صلعم کی ذات کے ساتھ جو غیر معمولی عقیدت تھی، اس کا قدرتی اقتضا یہ تھا، کہ وہ آپ کی خفیف سے خفیف توہین پر برہم ہو جاتے تھے، عبیداللہ بن زیاد کو حوض کوثر کے متعلق کچھ پوچھنا تھا اس نے لوگون سے پوچھا، حوض کوثر کے متعلق کون بتا سکتا ہے، انھون نے ابو برزہؓ کا نام لیا، عبیداللہ نے ان کو بلا بھیجا، یہ گئے اس نے آتے دیکھا تو بسبیل استہزاء کہا کہ تمھارے یہ محمدی ہین، ابو برزہؓ نے برہمی سے جواب دیا، خدا کا شکر ہے کہ مین ایسے زمانہ تک زندہ رہا، جسمین شرف صحبت پر عار دلایا جاتا ہے، اور اس برہمی کی حالت مین تخت پر بیٹھ گئے، عبیداللہ نے اپنا سوال پیش کیا، انھون نے جواب دیا، کہ جو شخص اس (حوض کوثر) کو جھٹلائے گا، وہ نہ اس کے پاس جانے پائے گا، اور نہ خدا اس کو اس سے سیراب کرے گا، یہ کہکر اُٹھ کے چلے آئے[3]

---

[1] ابن سعد قسم اول جزء ۷ ص ۵۳ [2] ایضاً [3] ایضاً

حضرت ہشام بن عاص رضؓ

نام ونسب، ہشام نام، ابو سعیط کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، ہشام بن عاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم قرشی، اموی، مشہور صحابی عمرو بن العاصؓ فاتح مصر کے چھوٹے بھائی تھے[1]،

اسلام وہجرت، انسان کی خوش بختی اور بد بختی عمر کے تفاوت پر منحصر نہیں، گو ہشامؓ عمرو بن العاصؓ سے عمر میں چھوٹے تھے، لیکن انکی قسمت ان سے زیادہ یاور اور بخت ان سے زیادہ بیدار تھا، چنانچہ عمرو بن العاصؓ جب کفر کی ضلالت میں گھرے ہوئے تھے، ہشامؓ کی پیشانی پر اسلام کا نور چمک رہا تھا، اسلام کے بعد مہاجر قافلہ کے ساتھ حبشہ گئے، کچھ دنوں رہ کر آنحضرتؐ کی ہجرت کی خبر سنکر مکہ واپس آئے، یہاں سے پھر مدینہ کا قصد کیا، لیکن باپ اور اہل خاندان نے قید کر دیا، عرصہ تک محصور رہے، غزوۂ خندق کے بعد موقع ملا تو مدینہ آئے[2]،

غزوات، بدر، احد اور خندق، وغیرہ کی لڑائیاں ان کے ایام اسیری میں ختم ہو چکی تھیں، البتہ خندق کے بعد جتنے معرکے پیش آئے، سب میں داد شجاعت دی[2]،

عہد خلفاء، ہشام اس خاندان کے ممبر تھے، جو سپہ سالاری کے عہدۂ جلیل کا حامل اور اپنی شجاعت وشہامت میں ممتاز تھا، اس لئے تلواروں کی چھاؤں میں ان کی نشو ونما ہوئی تھی، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں انکی تلوار

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۱۱۱ کنیت اصابہ میں ہے، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۴۰ ۲۳ الیضاً،

کے جوہر چکے، پھر عہد فاروقی میں شام کی مہم میں شریک ہوئے، ایک ہی دو معرکوں کے بعد اجنادین کا معرکہ پیش آیا، اسمیں قبقلار اور تذارق رومی سپہ سالار ایک لشکر جرار کے ساتھ اجنادین میں مسلمانوں کے مقابلہ میں آئے، جمادی الاولی ۱۳ھ میں دونوں کا سخت مقابلہ ہوا[1] مسلمانوں میں کچھ کمزوری پیدا ہو چلی تھی، ہشام رضہ کی نظر پڑی تو جوش میں آکر سر سے خود اُتار کر پھینکدی، اور للکار کر بولے مسلمانو! یہ غیر مختون تلوار کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے، جو میں کرتا ہوں، وہی تم کرو، یہ کہکر رومیوں کی صفیں چیرتے ہوئے قلب لشکر میں گھستے چلے گئے اور مسلمانوں کو غیرت دلاتے جاتے تھے، کہ مسلمانو! میں عاص بن وائل کا بیٹا ہشام ہوں، میرے ساتھ آؤ، تم لوگ جنت سے بھاگتے ہو، اسی طرح للکارتے، شجاعت اور بہادری سے لڑتے مارتے شہید ہوگئے[2]، حضرت عمر رضہ کو شہادت کا علم ہوا تو فرمایا خدا ان پر اپنی رحمت نازل کرے، اسلام کے بہترین مددگار تھے[3]،

ہشام کی شہادت کے بعد ایکمرتبہ چند قریشی خانہ کعبہ کے عقب میں بیٹھے ہوئے تھے کہ عمرو بن العاص رضہ طواف کرتے ہوئے گذرے، ان کو دیکھکر لوگوں نے آپس میں پوچھا، کہ ہشام رضہ افضل تھے یا عمرو بن العاص رضہ، عمرو بن العاص رضہ نے اسکو سن لیا، طواف ختم کرنے کے بعد آکر پوچھا، تم لوگ کیا باتیں کرتے تھے، لوگوں نے کہا "تمھارا اور تمھارے بھائی کا مقابلہ کر رہے تھے کہ دونوں میں کون افضل ہے"، کہا میں تمکو ایک واقعہ سناتا ہوں، اس سے فضیلت کا اندازہ ہوجائیگا، ہم اور وہ دونوں یرموک کی جنگ میں شریک ہوئے

---

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۲۰، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۴۰ شہادت کا ذکر ابن اثیر ج ۲ و فتوح البلدان بلاذری ص ۱۳۰ میں بھی ہے،

[3] ابن سعد جزو ۴ قسم اول ص ۱۴۳،

اور رات بھر شہادت کے لئے دست بدعا رہے، صبح ہوئی تو ان کی دعا کا ثمرہ مل گیا، اور میری دعا نامقبول رہی، اس سے تم فضیلت کا اندازہ کر لو[۱]،

فضائل | اسلام کی پختگی کا آخری درجہ ایمان ہے، ہشامؓ کا اسلام اسی درجہ مین تھا خود زبانِ نبوت نے اس کا اعتراف کیا ہے، کہ ابنا العاص مومنان یعنی ہشامؓ و عمرؓ[۲]،

حضرت قدامہؓ بن مظعون

نام ونسب | قدامہ نام، ابوعمر کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، قدامہ بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح القرشی الجمحی، قدامہؓ حضرت عمرؓ کے بہنوئی تھے[۳]،

اسلام وہجرت | دعوت اسلام کے آغاز مین دولتِ اسلام سے بہرہ ور ہوئے، اور اپنے بھائی عثمان اور عبد اللہ کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ گئے[۴]

مغازی | پھر حبشہ سے مدینہ آئے، اور سب سے پہلے غزوۂ بدر مین شرکت کا شرف حاصل کیا، پھر احد اور خندق وغیرہ سب مین شریک ہوتے رہے[۵]،

بحرین کی گورنری | حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت مین قدامہ کو بحرین کا گورنر مقرر کیا اسی زمانہ مین ان پر شراب نوشی کی حد جاری ہوئی، گو حضرت عمرؓ کے سامنے انھون نے اس جرم کا اقرار نہ کیا، اور بدری صحابی ہونے کی حیثیت سے ان کا بیان لایقِ اعتماد تھا تاہم

---

[۱] ابن سعد جز ۴ ق اول ص ۱۴۱، اس روایت مین اجنادین کے بجائے یرموک کا نام ہے، غالباً راوی سے سہو ہوگیا ہے، یا ان دونون لڑائیون کی قربت کی وجہ سے خود عمرو بن العاصؓ کو التباس ہوگیا اور اجنادین مین ان کی شہادت طے شدہ ہے، [۲] مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۵۳، [۳] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۴، [۴] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۹۸، [۵] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۷۹،

چونکہ حضرت عمرؓ کے نزدیک شہادت سے جرم ثابت ہوگیا تھا اس لیے آپ نے حد جاری کی،
اس کا واقعہ یہ ہے، ایک مرتبہ جارود بنو عبد قیس کا سردار حضرت عمرؓ کے پاس آپ کی شراب
نوشی کی شکایت لے کر آیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا، تمھارے علاوہ اور کون شاہد ہے، عرض
کیا ابوہریرہ، ان کو بلاکر پوچھا، انھوں نے کہا میں نے شراب پیتے ہوئے تو نہیں دیکھا
البتہ نشہ میں قے کرتے ہوئے دیکھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا، صرف اتنی شہادت سے جرم نہیں
ثابت ہوتا، مزید تحقیقات کے لئے قدامہ کو بحرین سے طلب کیا، جب وہ آئے تو جارود نے
حضرت عمرؓ سے ان پر حد جاری کرنے کا مطالبہ کیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا، تم شاہد ہو یا فریق؟
کہا شاہد، فرمایا، بس تم شہادت کا فرض ادا کر چکے، اب تم خاموش رہو، تیسری مرتبہ پھر جارود
نے قسم دلاکر حد کا مطالبہ کیا، اس اصرار پر حضرت عمرؓ کو شبہہ ہوا، آپ نے فرمایا تم اپنی زبان
قابو میں رکھو، ورنہ مجھ کو تنبیہ کرنا پڑیگی، جارود نے کہا عمرؓ! یہ انصاف سے بعید ہے کہ
تمھارا ابن عم شراب پیئے اور تم الٹے میری تنبیہ کرو، حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت عمرؓ سے
کہا کہ اگر آپ کو شک ہو، تو قدامہ کی بیوی کو بلاکر پوچھ لیجئے، چنانچہ آپ نے ان کی
بیوی ہندہ کو بلاکر شہادت طلب کی، انھوں نے ابوہریرہؓ کی تصدیق کی، اس پر عدل فاروقی
جوش میں آگیا، اور فرمایا قدامہ! حد کے لئے تیار ہو جاؤ، قدامہ نے کہا اگر بالفرض میں نے
ان لوگوں کی شہادت کے بموجب شراب پی بھی، تو آپ کو اجرائے حد کا حق نہیں ہے
فرمایا، کیوں؟ عرض کیا خدا فرماتا ہے:-

لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصلحت جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا وآمنوا وعملوا الصلحت (مائدہ ع ۱۱)	جو لوگ ایمان لائے، اور نیک عمل کئے، تو جو کچھ انھوں نے (تحریم کے قبل) کھایا اس پر کوئی گناہ نہیں ہے جبکہ انھوں نے پرہیز کیا اور ایمان لائے، اور صا

فرمایا تم تاویل مین غلطی کر رہے ہو، اگر تم خدا سے ڈرتے تو قطعی حرام چیزون سے احتراز کرتے، اس وقت حضرت قدامہؓ بیمار تھے، اس لئے حضرت عمرؓ نے لوگون سے مشورہ کیا، کہ فوراً حد جاری کردی جائے یا صحت کا انتظار کیا جائے، لوگون نے کہا تا صحت ملتوی رکھنا چاہیئے، اس لئے کچھ دنون تک آپ خاموش رہے، لیکن اثبات جرم کے بعد اجراے حد مین تاخیر آپ کے لئے بار تھی، اس لئے پھر لوگون سے مشورہ کیا، اب بھی لوگون نے التوا کا مشورہ دیا، فرمایا مجھکو یہ زیادہ پسند ہے، کہ وہ کوڑون کے نیچے خدا سے ملیں، بہ نسبت اس کے کہ مین خدا سے ملون اور ان کا بار میری گردن پر ہو، غرض اسی بیماری کی حالت مین آپ نے حد جاری کی، اور ان سے تعلقات منقطع کر لئے، کچھ دنون کے بعد دونون نے ساتھ حج کیا، لوٹتے وقت ایک مقام پر حضرت عمرؓ کی آنکھ لگ گئی، خواب مین آپ کو قدامہؓ سے صفائی کرنے کی ہدایت ہوئی، بیدار ہوتے ہی قدامہؓ کو بلوایا، مگر انھون نے ملنے سے انکار کردیا، دوسری مرتبہ پھر آدمی بھیجا کہ اگر آسانی سے نہ آوین تو زبردستی لاؤ، چنانچہ وہ آئے، اور آپ نے خود گفتگو کی ابتدا کی اور اس روز سے پھر بدستور تعلقات قایم ہو گئے[1]

وفات | عمر کے ۶۸ مرحلہ طے کرنے کے بعد حضرت علیؓ کے عہد خلافت ۳۶ھ مین وفات پائی،

اہل وعیال | آپ کے تین بیویان اور ایک لونڈی تھی، جن سے حسب ذیل اولادین ہوئین،

نام بیوی	نام اولاد	نام بیوی	نام اولاد
ہند بنت ولید	عمر، فاطمہ	صفیہ بنت خطاب	رملہ
فاطمہ بنت ابی سفیان	عائشہ	ام ولد	حفصہ

[1] استیعاب ج ۲ ص ۵۴۰ [2] اصابہ ج ۵ ص ۲۲۴ [3] ابن سعد جز ۳ ق اص ۲۹۱،

حضرت ابو احمد بن جحشؓ

نام و نسب، عبد نام، ابو احمد کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے عبد بن جحش بن رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر، ان کی والدہ امیمہ عبد المطلب کی بیٹی تھین، اور یہ ام المومنین حضرت زینب کے حقیقی اور آنحضرت صلعم کے پھوپھی زاد بھائی تھے[1]

اسلام و ہجرت، وہ اپنے بھائی عبد اللہ اور عبید اللہ کے ساتھ دعوت اسلام کے آغاز یعنی آنحضرت صلعم کے ارقم کے گھر مین پناہ گزین ہونے کے قبل مشرف باسلام ہوئے، اور بھائیون ہی کے ساتھ ہجرت کرکے مدینہ آئے اور مبشر بن عبد المنذر کے گھر مہمان ہوئے[2]

ابو سفیان کی شرارت، مکہ مین ایک خاص جماعت تھی جس کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ جس طرح ہو سکے، اسلام کو نقصان پہنچائے اور مسلمانون کو اذیت دے، ابو سفیان اور ابوجہل اس کے سرغنہ تھے، ابو احمد ہجرت کے بعد ان کے قابو سے باہر ہو چکے تھے، اس لئے براہ راست ان پر کسی قسم کا ظلم نہین کر سکتے تھے، چنانچہ انھون نے مالی نقصان پہونچانے کے لئے ان کا گھر ابن علقمہ عامری کے ہاتھ بیچ ڈالا، فتح مکہ مین جب مسلمان فاتحانہ مکہ مین داخل ہوئے اور دشمنان اسلام کی قوتین ٹوٹ گئین، تو اس وقت ابو احمدؓ نے سب کے سامنے اپنے مکان کا مطالبہ کیا، لیکن آنحضرت صلعم نے حضرت عثمانؓ کے ذریعہ سے چپکے سے کچھ کہلا دیا، انھون نے ابو احمدؓ کے کان مین جاکر کہدیا، اس کے بعد پھر آخر دم تک

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۶۶۱، [2] ابن سعد جز ۴ قسم ۱ ص ۶۷،

انھون نے مکان کے متعلق ایک لفظ بھی نہ کہا، بعد کو ان کی اولاد سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عثمانؓ کے ذریعہ سے کہلایا تھا، کہ تم اس مکان کو جانے دو، اور اس کے عوض مین تم کو خلد بریں مین قصر ملے گا۔[1]

وفات، سنہ وفات صحیح طور پر متعین نہین کیا جاسکتا، لیکن ۲۰ھ کے قبل وفات پاچکے تھے، کیونکہ ان کی بہن حضرت زینبؓ کا انتقال ۲۰ھ مین ہوا، اور یہ ان کی زندگی مین وفات پاچکے تھے۔[2]

ازواج و اولاد، اولاد کوئی نہ تھی، گھر مین تنہا بیوی تھین، ایک مرتبہ عتبہ بن ربیعہ، عباس بن مطلب اور ابوجہل ادھر سے گذرے، رفاعہ کو تنہا دیکھکر عتبہ نے ٹھنڈی سانس لی، کہ افسوس آج بنی جحش کے گھر مین کوئی رہنے والا تک نہین، ابوجہل اپنی کینہ پروری کا ہر جگہ ثبوت دیتا تھا، ان سے کہا ان پر روتے کیا ہو، یہ سب ہمارے بھتیجے کا کیا دھرا ہے، انھین نے ہمارا شیرازہ درہم برہم کیا۔[3]

فضل و کمال، شاعری قریش کا طغرائے کمال تھا، حضرت ابو احمدؓ بھی شاعر تھے، چنانچہ جب ابوسفیان نے ان کا گھر بیچا تو انھون نے ایک منظوم شکایت لکھی، جس کے دو شعر یہ ہین :-

اقطعت عقدک بیننا والجاریات الی ندامہ
دار ابن عمک بعتھا تشری بھا عنک الندامہ

---

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۶۷، [2] استیعاب ج ۲ ص ۶۴۱، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۳۴،
[4] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۶۷،

حضرت عمروبن سعید بن العاص الاکبرؓ

نام ونسب، عمرو نام، ابوعقبہ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمرو بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبدشمس القرشی الاموی، ماں کا نام صفیہ تھا، قبیلہ بنو مخزوم سے تعلق رکھتی تھیں حضرت عمروؓ خالد بن ولیدؓ کے پھوپھی زاد بھائی تھے[1]،

اسلام وہجرت، ان کے گھر مین سب سے پہلے ان کے بھائی خالد بن سعید مشرف باسلام ہوئے[2] ان کے تھوڑے دنون کے بعد عمرو دائرۂ اسلام مین داخل ہو گئے، تیسرے بھائی ابان نے جو ابھی تک اسلام نہین لائے تھے، دونون بھائیون کے اسلام پر اشعار مین ناپسندیدگی کا اظہار کیا، ان مین کا ایک شعر یہ[3] ہے،

الا لیت میتا بالظریبۃ شاھد لما یفتری فی الدین عمرو وخالد

"ان تینون کے والد مقام ظریبہ مین دفن تھے، ان کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے، کہ کاش ظریبہ کا مرنے والا دیکھتا کہ عمرو اور خالد نے دین مین کیا افتراپردازی کی ہے"

حضرت عمروؓ نے بھی اس کا جواب نظم مین دیا جس کا آخری شعر یہ ہے،

فدع عنک میتا قد مضی بسبیلہ واقبل علی الحق الذی ھو اظھر

"اب اس مرنے والے کا تذکرہ چھوڑ دو جو اپنا راستہ لے چکا، اور اس حق

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۰۶ [2] ایضًا، [3] اصابہ ج ۴ ص ۳۰۰،

کی طرف آؤ جس کا حق ہونا بالکل عیان ہے''

عمرو بن سعید اپنے بھائی خالد کی ہجرت کے دو سال بعد ہجرت ثانیہ مین مع اپنی بیوی فاطمہ کے حبشہ کی طرف ہجرت کی، اور وہان سے مسلمانون کے قافلہ کے ساتھ کشتی کے ذریعہ سے غزوۂ خیبر کے دوران مین مدینہ آئے[1]

غزوات مدینہ آنے کے بعد، فتح مکہ، حنین، طائف، اور تبوک وغیرہ تمام غزوات مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے[2]،

امارت آنحضرت صلعم نے ان کو مدینہ کے مغربی مقامات تبوک خیبر، اور فدک وغیرہ کا عامل مقرر کیا[3] جہان تا حیات نبویؐ اپنے مفوضہ خدمات نہایت جانفشانی سے انجام دیتے رہے، اور آنحضرت صلعم کی خبر وفات سنکر، وہان سے واپس ہوئے، واپسی کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تم سے زیادہ امارت کا کون مستحق ہو سکتا ہے[4]، اور دوبارہ واپس جانے کی خواہش کی، لیکن آپ نے یہ کہکر انکار کردیا کہ ہم رسول اللہ صلعم کے بعد کسی کے عامل نہ نبین گے[5]

فتوحات شام اور وفات امارت سے واپسی کے کچھ دنون بعد شام پر فوجکشی کی تیاریان شروع ہوئین عمرو بھی اس فوج مین معمولی مجاہد کی حیثیت سے شریک ہوگئے اور ۱۳ھ مین اجنادین کے معرکہ مین نہایت جوش و خروش سے لڑے جس وقت مسلمانون کے پیرون مین ذرا بھی لغزش ہوتی یہ للکار کر ثبات و استقلال کیلئے آمادہ کرتے، ایکمرتبہ جوش مین آکر کہا کہ مین اپنے ساتھیون کا میدان جنگ مین پلہ کمزور نہین دیکھ سکتا اب مین خود گھستا ہون، یہ کہکر دشمنون کے قلب مین گھستے ہوئے چلے گئے اور بڑی بے جگری سے لڑتے لڑتے شہید ہوگئے شہادت کے بعد دیکھا گیا تو سارا بدن زخمون سے چھلنی ہوگیا تھا شمار کرنے سے تیس سے زیادہ زخم جسم پر نکلے[6]

[1] ابن سعد جز ۴ قسم ۱ ص ۷۴، [2] استیعاب ج ۲ ص ۴۱۴ [3] ایضاً ص ۴۲۲، [4] اصابہ ج ۴ ص ۱۰۱ [5] استیعاب ج ۱ ص [6] واقعہ کی تفصیل اصابہ ج ۴ ص ۲۰۱ سے ماخوذ ہے، لیکن شہادت کا تذکرہ فتوح البلدان بلاذری فتح اجنادین مین ہے،

حضرت مسطح بن اثاثہؓ

نام ونسب، عوف نام، ابوعباد کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب بن عبد مناف بن قصی قرشی مطلبی، عوف حضرت ابوبکرؓ کے خالہ زاد بھائی تھے۔[1]

اسلام وغزوات، مسطح بہت ابتدا میں مشرف باسلام ہوئے، البتہ ہجرت کا وقت متعین نہیں ہے، لیکن بدر کے قبل ہجرت کرکے مدینہ آچکے تھے، اور بدر میں شریک تھے، بدر کے بعد اور غزوات میں بھی ان کی شرکت کا پتہ چلتا ہے، چنانچہ غزوۂ بنو مصطلق میں جس میں افک کا واقعہ پیش آیا، یہ شریک تھے، اور اس فتنہ میں ان کا دامن بھی محفوظ نہ رہ سکا، افک کا واقعہ بہت مشہور ہے، اس لئے تفصیل سے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، جب افک کا واقعہ منافقین نے مشہور کیا تو بعض صحابہ بھی ان کے دام فریب میں آگئے، ان میں ایک مسطح بھی تھے، جنگ سے واپسی کے بعد انھوں نے یہ واقعہ اپنی ماں سے بیان کیا، وہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں، اور ایک موقع پر مسطح کو بددعا دی، حضرت عائشہؓ نے کہا تم بدری صحابی کو بددعا دیتی ہو، انھوں نے کہا تم کو نہیں معلوم، ان لوگوں نے کیا افترا پردازیاں کی ہیں اور کل واقعہ حضرت عائشہؓ کو سنایا، حضرت عائشہؓ کو اس افترا پردازی کا سب سے پہلے انھیں کے ذریعہ علم ہوا، مسطح حضرت ابوبکرؓ کے خالہ زاد بھائی تھے، اس لئے وہ ان سے سلوک

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۵۴

ہوا کرتے تھے، جب انھون نے افک کے واقعہ مین شرکت کی اور بعد کو قرآن پاک نے اسکو افترا قرار دیا، تو حضرت ابوبکرؓ نے ان کی امداد بند کردی، اور فرمایا کہ اب مسطح پر ایک حبہ نہین خرچ کرون گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا اولی القربی والمسٰکین والمھاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم (سورۂ نور رکوع ۲)	تم مین سے جو لوگ صاحب فضیلت اور صاحب مقدرت ہین، وہ قرابت والون، محتاجون اور مہاجرین فی سبیل اللہ کو (مدد نہ دینے کی) قسم نہ کھائین اور چاہیے کہ معاف کردین، اور درگذر کرین مسلمانو! کیا تم نہین چاہتے، کہ اللہ تمھاری مغفرت کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے،

اس آیت کے نزول کے بعد، پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ بدستور ان کی خبرگیری کرنے لگے[1]، لیکن چونکہ ایک محصنہ پر تہمت لگائی تھی، اور اس کی سزا قرآن نے یہ تجویز کی تھی،

والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ (نور ع ۲)	یعنی جو لوگ پاک دامن عورتون پر تہمت لگائین اور چار گواہ نہ لاسکین تو ان کو اسّی کوڑے لگاؤ،

اس لئے دوسرے لوگون کے ساتھ ان پر بھی حد جاری ہوئی[1]،

وفات، | زمانۂ وفات مین اختلاف ہے، بعض روایتون سے ۳۴ھ عہد عثمانی مین وفات ثابت ہوتی ہے، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت علیؓ کے عہد تک زندہ تھے، اور جنگ صفین مین ان کی حمایت مین لڑے، اور اسی سال ۳۷ھ مین انتقال فرمایا، وفات کے وقت ۵۶ سال کی عمر تھی[2]، آخری روایت زیادہ مستند ہے،

[1] بخاری ج ۲ ص ۶۹۶ و ۶۹۷ [2] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۵۵ [3] ایضاً

حضرت مرثد بن ابی مرثد غنویؓ

نام ونسب | مرثد نام، سلسلۂ نسب یہ ہے، مرثد بن کناز بن حصین بن یربوع بن جہینہ بن سعد بن طریف بن خرشہ بن عبید بن سعد بن عوف بن کعب بن جلان بن غنم بن یحییٰ بن یعصر بن سعد بن قیس عیلان بن مضر۔[1]

اسلام وہجرت | مرثد بہت ابتدا مین مکہ مین مشرف باسلام ہوئے، اور بدر کے قبل ہجرت کرکے مدینہ گئے، آنحضرت صلعم نے اوس بن صامت سے مواخاۃ کرادی۔[2]

بدر | سلسلۂ غزوات کے سب سے پہلے غزوۂ بدر مین شریک ہوئے، میدان جنگ مین آنحضرت صلعم کے پہلو بہ پہلو سبل نامی گھوڑے پر سوار داد شجاعت دے رہے تھے۔[3]

نزول آیہ | زمانۂ جاہلیت مین، مکہ کی ایک طوائف عناق سے تعلقات تھے، تحریم زنا کے بعد قطع تعلق کرلیا، مرثد نہایت قوی اور بہادر آدمی تھے، اس لئے قیدیون کو مکہ سے مدینہ لے جانے کی خدمت انھین کے سپرد تھی، اسی سلسلہ مین ایکمرتبہ مکہ جانے کا اتفاق ہوا، چاندنی رات مین ایک گلی سے گذر رہے تھے، اتفاق سے عناق کی نظر پڑگئی، اس نے آواز دی، یہ رک گئے، اس نے اپنے مخصوص انداز مین بہت خندہ پیشانی سے خوش آمدید کہا، اور شب باشی کی استدعا کی، فرمایا عناق! اب خدا نے زنا حرام کردیا ہے، اس کو اس خشک جواب پر غصہ آگیا، اور لوگون سے کہدیا کہ مرثد یہان کے

[1] ابن سعد جز ۳ قسم ۱ ص ۳۲، [2] استیعاب ج اول ص ۲۷۴، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۲۱

قیدی مدینہ لیجاتے ہین، چنانچہ آٹھ آدمیون نے ان کا تعاقب کیا، مگر یہ ایک محفوظ مقام پر چھپ گئے، اور جب وہ لوگ تلاش کرکے واپس گئے تو مدینہ کا راستہ لیا، اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! عناق سے میرا نکاح کردیجئے، آپ نے کوئی جواب نہ دیا، اور اس کے بعد یہ حکم نازل ہوا[1]

الزانی لاینکح الا زانیة او مشرکة والزانیة	بدکردار مرد بدکار عورت یا مشرکہ سے نکاح کرے گا اور
لاینکحھا الا زان او مشرک وحرم ذالک علی	بدکردار عورت کو بدکار مرد یا مشرک کے سوا کوئی نکاح
المؤمنین (س ۲۴ نور ع ۱)	مین نہ لائے گا، اور ایمان والون پر یہ حرام ہے،

شہادت، | بنو عضل و قارہ نے اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلعم سے مذہبی تعلیم کے لئے چند معلم بھیجنے کی درخواست کی، آپ نے ان کی درخواست پر باختلاف روایت حضرت مرثد، یا عاصم بن ثابت کی زیر امارت ایک جماعت بھیجی، یہ لوگ مقام رجیع تک پہونچے تھے کہ بنو ہذیل اچانک شمشیر بر ہنہ آگئے، اور کہا کہ ہمارا مقصد تمھارا خون بہانا نہین ہے، بلکہ تمھارے بدلہ مین اہل مکہ سے روپیہ حاصل کرنا چاہتے ہین اور تمھاری حفاظت جان کا عہد کرتے ہین حضرت مرثد، خالد اور عاصم نے کہا کہ ہم مشرکین سے کسی قسم کا عہد کرنا نہین چاہتے، اور تینون نے لڑکر جان دی[2]

فضل و کمال، | فضل و کمال کے اندازہ کے لئے اوپر کا واقعہ کافی ہے، کہ مذہبی تعلیم کیلئے آنحضرت صلعم ان کا انتخاب فرماتے تھے، چونکہ آنحضرت صلعم کی حیات مین انتقال کرگئے، اس لئے انکے علمی جوہر کھلنے نہ پائے، تاہم انکی روایات سے حدیث کی کتابین یکسر خالی نہیں ہین[3]

---

[1] یہ واقعہ استیعاب ج ۱ ص ۲۸۴ مین مفصل اور ابوداؤد مین ج ۱ ص ۲۰۳ پر مجمل مذکور ہے ابن جریر نے اس آیۃ کے نزول کے سلسلہ مین منجملہ اور واقعات کے یہ واقعہ بھی نقل کیا ہے، [2] ابن سعد حصہ مغازی ص ۳۹، [3] تہذیب الکمال ص ۳۴۲،

حضرت ابورہم غفاریؓ

نام ونسب: کلثوم نام، ابورہم کنیت "منحور" لقب، سلسلۂ نسب یہ ہے، کلثوم بن حصین بن خالد بن عسعس بن زید بن عمیس بن احمس بن غفار[1]،

اسلام: آنحضرت صلعم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد مشرف باسلام ہوئے،

غزوۂ احد: سب سے پہلے احد مین شریک ہوئے، اور ایک تیر سینہ پر کھاکر نشانِ امتیاز حاصل کیا، آنحضرت صلعم نے زخم پر لعابِ دہن لگایا، چونکہ سینہ پر آنحضرت صلعم نے لعابِ دہن لگایا تھا، اور سینہ کو "نحر" کہتے ہین، اس مناسبت سے لوگ ان کو "منحور" کہنے لگے[2]،

صلح حدیبیہ مین بھی آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے، اور بیعت رضوان مین شرفِ بیعت حاصل کیا[3]،

صلح حدیبیہ کے بعد غزوۂ خیبر مین شریک ہوئے، مالِ غنیمت مین سے آنحضرت صلعم نے ان کو دوہرا حصہ دیا[4]،

فتح مکہ مین شریک نہ ہوسکے تھے، لیکن اس مین اس سے بھی بڑا یہ شرف حاصل ہوا کہ جب آنحضرت صلعم فتح مکہ کے لئے نکلے تو مدینہ مین ان کو اپنا قائم مقام بنا گئے، اس کے علاوہ عمرۃ القضا مین بھی یہ شرف حاصل ہوا تھا[5]،

---

[1] اصابہ ج ۷ ص ۷۸ [2] ابن سعد جزء ۴ قسم ا ص ۱۸۰، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۹، [4] ایضاً ص ۱۹۶

[5] استیعاب ج ۲ ص ۶۶۸،

طائف کے محاصرہ مین بھی شریک تھے، واپسی کے وقت کا یہ واقعہ قابل ذکر ہے
کہ جب آنحضرت صلعم طائف سے واپس ہو کر جعرانہ کی طرف چلے تو ابورہم کی اونٹنی آپ کی
اونٹنی سے بھڑ گئی، اور ان کے جوتے کا کنارہ ران مبارک سے رگڑ کھا گیا، آنحضرت صلعم کو
اس کی خراش سے تکلیف ہوئی آپ نے ان کے پاؤن کو کوڑے سے ٹھوکر دیکر فرمایا، پاؤن
ہٹاؤ، میری ران مین خراش آگئی، ابورہم بہت خوفزدہ ہوئے کہ مبادا وحی مین اس گستاخی کی
تنبیہ نہ ہو، صبح کو جب قافلہ جعرانہ پہونچکر خیمہ زن ہوا، تو ابورہم حسب معمول اونٹ چرانے نکل گئے
مگر دل مین خطرہ لگا رہا، اس لئے واپس آتے ہی لوگون سے دریافت کیا، تو یہی حد تک یہ خطرہ صحیح
نکلا، معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم نے یاد فرمایا تھا، چنانچہ یہ ڈرتے ڈرتے حاضر خدمت ہوئے،
لیکن یہ قیصر وکسریٰ کی شہنشاہی نہ تھی، جس مین ادنیٰ گستاخی بھی سخت ترین پاداش کی مستوجب
بنادیتی ہے، بلکہ رحمۃ للعلمین کے لطف وکرم کا دربار تھا، جس مین آقا وغلام، مالک اور
مملوک کا کوئی امتیاز نہین، اور جس کی تعزیرات مین غیض وغضب، سزا اور انتقام سے
زیادہ لطف وترحم کی دفعات ہین، چنانچہ جب یہ پہونچے تو آپ نے فرمایا، کہ تم نے مجھکو تکلیف
پہونچائی تھی، اس کے بدلہ مین مین نے تمھارے پیر کو کوڑے سے ہٹایا تھا، اب اس کے
عوض مین یہ بکریان انعام لو، حضرت ابورہم کہتے ہین، کہ آنحضرت صلعم کی اس وقت کی رضامندی
میرے لئے دنیا و ما فیہا سے بہتر تھی[1]،

غزوۂ تبوک مین بھی شریک ہوئے، اور اپنے ساتھ اپنے اور بہت سے قبیلہ والون
کو شریک کیا، اسکا واقعہ یہ ہے کہ غزوۂ تبوک مین عرب مین سخت قحط اور شدت کی گرمیان تھین
کہ لوگونکا گھرون سے نکلنا دشوار تھا اور منافقین مسلمانونکو شرکت جنگ سے منع کرتے تھے اسلئے آنحضرت صلعم کو اسکے لئے خاص

---

[1] ابن سعد جزو ۴ قسم اول ص ۱۸۰،

اہتمام کی ضرورت پیش آئی چنانچہ جب ابو رہم نے حسب معمول دوسرے غزوات کی طرح اس میں بھی شرکت کیلئے تیاریان شروع کین، تو آنحضرت صلعم نے فرمایا تم جاکر اپنے قبیلہ والون کو جنگ پر آمادہ کرو، چنانچہ غفار کی بڑی تعداد کو شرکت پر آمادہ کردیا، اور ان کی معتدبہ تعداد اس غزوہ مین شریک ہوئی؛[1]

اتفاق سے اس مرتبہ بھی واپسی مین ان کی سواری آنحضرت صلعم کی سواری کے پہلو مین تھی، اور رات کا وقت تھا، بار بار غنودگی طاری ہوجاتی تھی، اس لئے آنحضرت صلعم کی سواری سے بھڑ جانے کا خطرہ پیدا ہوجاتا تھا، اس لئے جہان ایسا موقع آتاوہ فوراً اپنی سواری ہٹا لیتے؛[2]

وفات کے بارہ مین ارباب سیر خاموش ہین،

فضل وکمال آپ سے دو حدیثین مروی ہین[3]،

حضرت عمرو بن امیہ رض

نام ونسب، عمرو نام، ابو امیہ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمرو بن امیہ بن خویلد بن عبد اللہ بن ایاس بن عبید بن ناشرہ بن کعب بن جدی بن ضمرہ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کنانی[4]

اسلام، بدر اور احد کی لڑائیون مین مشرکین کے ساتھ تھے، اور مسلمانون کے خلاف نہایت شجاعت اور پامردی سے لڑے لیکن بدر واحد کے معرکون مین جو شخص مسلمانون کے خون سے پیاس

[1] ابن سعد جزء ۴ قسم ۱ ص ۱۸۰، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۸۰، [3] تہذیب الکمال ص ۳۲۱،
[4] اسد الغابہ ج ۴ ص ۸۶،

بھانے آیا تھا، وہ احد کے بعد اسلام کے سرچشمۂ ایمان سے سیراب ہو گیا[1]،

بیر معونہ اسلام لانے کے بعد سب سے پہلے بیر معونہ مین شریک ہوئے، اس کا واقعہ یہ ہے، کہ سنہ ۴ھ مین ابو براء قبیلۂ کلاب کے رئیس نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر درخواست کی، کہ آپ کچھ مسلمان ہمارے قبیلہ مین دعوتِ اسلام کے لئے بھیجیے، آپ نے فرمایا، مجھ کو نجد والون کی طرف سے خطرہ ہے، لیکن اس کی ضمانت کے بعد ستر آدمیون کی جماعت منذر بن عمرو کی ماتحتی مین بھیجدی، ان لوگون نے بیر معونہ پہونچ کر قیام کیا، اور حرام بن ملحان کے ہاتھ آنحضرت صلعم کا دعوت نامہ عامر بن طفیل کے پاس بھجوا دیا، اس نے انکو قتل کر دیا، اور عصیہ، رعل اور ذکوان وغیرہ کے قبائل مین منادی کرا دی، یہ سب جمع ہو گئے، یہان جب حرام کی واپسی مین دیر ہوئی، تو مسلمان ان کی تلاش مین نکلے، لیکن آگے بڑھکر رعل و ذکوان وغیرہ کا سامنا ہو گیا، ان سب نے مل کر مسلمانون پر حملہ کر کے ان کی پوری جماعت تہِ تیغ کر دی، صرف حضرت عمرو بن امیہؓ کو عامر بن طفیل نے یہ کہکر کہ میری مان نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر کی تھی چھوڑ دیا، اور نشانِ ذلت کے طور پر پیشانی کے بال تراش لئے، یہ واپس ہو رہے تھے کہ راستہ مین دو کلابی شخص ملے، ان دونون کو آنحضرت صلعم نے امان دیدی تھی، لیکن عمروؓ کو معلوم نہ تھا، اس لئے دونون کو قصاص مین قتل کر دیا، آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا، اور دونون کی دیت ادا کی[2]،

حضرت عمروؓ کی سفارت اور نجاشی کا اسلام سنہ ۶ھ مین آنحضرت صلعم نے ان کو نجاشی کے پاس دعوتِ اسلام کا خط لیجانے پر مامور کیا، اس خط مین دعوتِ اسلام کے علاوہ مہاجرین کی میزبانی کی سفارش اور حضرت ام حبیبہؓ (جو اس وقت مہاجرینِ حبش کیساتھ

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۴۴۳، [2] ابن سعد حصہ مغازی ص ۳۶،

حبشہ میں موجود تھیں) کے ساتھ نکاح کا پیام بھی تھا، اس دعوت نامہ کے اثر سے نجاشی حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا، اور آنحضرت صلعم کے نامۂ مبارک کے جواب میں ایک عریضہ لکھا، جس میں اسلام کا اقرار، قدم بوسی کی تمنا، اور مہاجرین کی میزبانی وغیرہ کا ذکر تھا، اس کے بعد نجاشی نے حضرت ام حبیبہؓ کو آنحضرت صلعم کی طرف سے نکاح کا پیام دیا، اور خود آنحضرت صلعم کی طرف سے وکیل بنا، اور نکاح کے بعد آپ کی طرف سے چار سو دینار مہر معجل ادا کیا۔[1]

ایک سریہ اس سفارت کے بعد ابو سفیان کی ایک شرارت کا بدلہ لینے کی خدمت سپرد ہوئی، اس کا واقعہ یہ ہے کہ ابو سفیان قریش کے کچھ لوگوں کو آنحضرت صلعم کے قتل پر آمادہ کر رہا تھا، ایک اعرابی نے اس کا بیڑا اٹھایا، اور ابو سفیان نے ضروری سامان مہیا کر دیا، وہ مدینہ پہونچا، آنحضرت صلعم مسجد میں تشریف رکھتے تھے، یہ بھی وہیں پہونچا، لیکن آنحضرت صلعم اس کی نیت تاڑ گئے، فرمایا کہ یہ کوئی فریب کرنا چاہتا ہے، اعرابی حملہ کرنے والا ہی تھا کہ حضرت اسید بن حضیرؓ نے جھپٹ کر دبوچ لیا، اعرابی کے ازار سے خنجر گرا، جرم کھلا ہوا تھا، کسی شاہد کی ضرورت نہ تھی، لیکن رحمۃ للعلمین نے معاف کر دیا، اس نے پورا واقعہ سنایا، چونکہ اس جرم کا اصل بانی ابو سفیان تھا، اور اس کے بدولت اہل مدینہ اور قریش کی دائمی جنگ کی سی حالت قائم تھی، اس لئے آنحضرت صلعم نے عمرو بن امیہ اور سلمہ بن اسلم کو اس غرض سے بھیجا کہ اگر موقع ملے تو اس فتنہ کے بانی کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا جائے، یہ دونوں رات کو مکہ پہونچے، لیکن معاویہ نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ان کو دیکھ لیا، اور قریش کو خبر کر دی، ان لوگوں نے کہا، ان کا آنا بے سبب نہیں ہے، اور یہ کوئی نہ کوئی حرکت ضرور کرینگے، ان لوگوں نے جب دیکھا کہ راز فاش ہو گیا، تو مکہ سے نکل گئے، راستہ میں عبید اللہ بن مالک

[1] طبری ص ۱۵۶۹، ۱۵۷۰،

اور بنو ہذیل کا ایک آدمی ملا، عمرو نے عبید اللہ کا اور سلمہ نے دوسرے شخص کا کام تمام کردیا، اس کے بعد قریش کے دو جاسوس ملے جو انھین کی تلاش مین پھر رہے تھے، ان دونون بزرگون نے ان مین سے بھی ایک کو قتل کردیا، اور ایک کو پکڑ کے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے[1]،

وفات، | امیر معاویہؓ کے آخر عہد امارت سنہ ۶۰ھ کے قبل مدینہ مین وفات پائی[2]،

اولاد، | جعفر، عبد اللہ اور فضل ۳ لڑکے یادگار تھے[3]،

فضل وکمال | فضل وکمال مین گو کوئی ممتاز حیثیت نہ تھی، تاہم ان کی ۲۰ حدیثین حدیث کی کتابون مین موجود ہین، تلامذہ مین ذیل کے نام ہین، عبد اللہ، جعفر، فضل، زبرقان، شعبی، ابوسلمہ بن عبد الرحمن، ابو قلابہ جرمی، اور ابوالمہاجر[4]،

عام حالات، | شجاعت وشہامت اور جرأت ودلیری مین عرب کے ممتاز لوگون مین تھے[5] اسی لئے آنحضرت صلعم اہم امور کی تکمیل ان کے سپرد فرماتے تھے[6]،

حضرت ابان بن سعید بن العاصؓ،

نام ونسب، | ابان نام، سلسلۂ نسب یہ ہے ابان بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی الاموی، ماں کا نام ہند

---

[1] ابن سعد جزء ۲ قسم ۱ ص ۶۸، [2] تہذیب الکمال ص ۲۸۷، [3] تہذیب التہذیب، ج ۸ ص ۶، [4] تہذیب الکمال ص ۲۸۷، [5] تہذیب التہذیب حوالۂ مذکور،
[6] اسد الغابہ ج ۴ ص ۸۶،

بنت مغیرہ تھا، ان کا سلسلۂ نسب پانچوین پشت مین عبد مناف پر آنحضرت صلعم سے ملجاتا ہے[1]

زمانۂ جہالت | اسلام لانے کے قبل ابان بھی دوسرے اہل خاندان کی طرح آنحضرت صلعم اور مسلمانون کے سخت مخالف تھے چنانچہ جب ان کے بھائی خالدؓ اور عمروؓ مشرف باسلام ہوئے تو انھون نے اشعار مین اظہار ناراضی کیا جس کا ایک شعر یہ ہے:-

الا لیت میتا بالظریبة شاهد [2] لما یفتری فی الدین عمرو وخالد

(کاش ظریبہ مین موت کی نیند سونے والا دیکھتا کہ عمرو اور خالد نے دین مین کیا افترا کیا ہے)

غزوۂ بدر مین مسلمانون کے خلاف مشرکین کی حمایت مین اپنے بھائی عبیدہ اور عاص کے ساتھ لڑنے نکلے، عبیدہ اور عاص مسلمانون کے ہاتھ سے مارے گئے لیکن ابان بچ کر نکل گئے[3]

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آنحضرت صلعم نے حضرت عثمانؓ کو قریش کے پاس صلح کی گفت و شنید کے لئے بھیجا، تو وہ ابان ہی کے یہان مہمان ہوئے تھے، کیونکہ یہ حضرت عثمانؓ کے عزیز تھے، اور انھین نے ان کی حفاظت کی ذمہ داری لی تھی[4]

ایک راہب سے گفتگو | گو ان کو اسلام اور پیغمبر اسلام سے اختلاف تھا، تاہم اصل حقیقت کی تلاش رہتی تھی، اور آنحضرت صلعم کی نبوت کے بارہ مین یہ واقف کارون سے پوچھا کرتے تھے، اس وقت شام اصحاب علم وخبر کا مرکز تھا، یہ تجارت کے سلسلہ مین یہان آیا جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک راہب سے کہا کہ مین قبیلۂ قریش سے تعلق رکھتا ہون، اسی قبیلہ کا ایک شخص، اپنے کو خدا کا فرستادہ ظاہر کرتا ہے، اور کہتا ہے، کہ مجھکو بھی خدا نے عیسیٰ اور موسیٰ کی طرح نبی بنا کر بھیجا ہے، راہب نے نام پوچھا، انھون نے بتایا محمدؐ، نام معلوم

---

[1] اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۵، [2] ایضاً، [3] اصابہ ج ۱ ص ۱۰، [4] استیعاب ج ۱ ص ۳۵،

کہنے کے بعد راہب نے صحف آسمانی کی رو سے نبی مبعوث کا سن اور نسب وغیرہ بتایا، ابان نے کہا اس مین تو یہ تمام باتین موجود ہین، اس تطابق کے بعد راہب بولا خدا کی قسم! وہ شخص عرب پر اقتدار حاصل کرنے کے بعد تمام دنیا پر چھا جائیگا، تم واپس جانا تو خدا کے اس نیک بندے تک میرا سلام پہنچا دینا، وہان سے واپس ہوئے تو رنگ بدل چکا تھا، اسلام اور مسلمانون کے ساتھ وہ پرخاش باقی نہ رہی[1]،

اسلام وہجرت کچھ دنون تک آبائی مذہب کی لاج اور بھتیجون کی طعنہ زنی کے خیال سے خاموش رہے، لیکن زیادہ دنون تک جذبۂ حق نہ دب سکا، اور خیبر کے قبل مشرف باسلام ہو گئے[2]، اور غالباً اسلام کے بعد ہی ہجرت کی سعادت بھی حاصل کی،

غزوات اسلام لانے کے بعد ہی آنحضرت صلعم نے ایک سریہ پر امیر بنا کر نجد روانہ کیا، وہان سے کامیاب ہو کر واپس ہوئے، تو خیبر فتح ہو چکا تھا، اسی وقت حضرت ابوہریرہ رض بھی مہاجرین حبش کے ساتھ واپس ہوئے تھے، دونون نے عرض کی، یا رسول اللہ! خیبر کے مال غنیمت سے کچھ ہم لوگون کو بھی مرحمت ہو، حضرت ابوہریرہ رض مین اور ان مین پہلے سے کچھ چشمک تھی، انھون نے کہا یا رسول اللہ! ان لوگون کو نہ دیجئے، ابان کو غصہ آگیا، بولے پہاڑ کی بھیڑی اتری وہ بھی بولی! آنحضرت صلعم نے دونون کو خاموش کیا[3]،

نجد کے علاوہ آپ نے ان کو دوسرے سریون کی امارت بھی عطا فرمائی تھی،

بحرین کی امارت علاء بن حضرمی کو معزول کرنے کے بعد آنحضرت صلعم نے ان کو بحرین کے بری اور بحری دونون حصون کا عامل مقرر کیا، آپ کی وفات تک یہ اپنے فرائض منصبی ادا

---

[1] اسد الغابہ ج اص ۳۶ [2] استیعاب ج اص ۳۵، [3] بخاری ج ۲ کتاب المغازی غزوۂ خیبر مین اس مختلف قسم کی روایتین ہین، ہم نے دونون کی تطبیق کی کوشش کی ہے،

سے انجام دیتے رہے، وفات کی خبر سنکر وہاں سے واپس ہوگئے،[1]

خلافت صدیقی، حضرت ابوبکرؓ کی بیعت عام کے بعد قریش کے معدودے چند افراد کچھ دنوں انکی بیعت سے دست کش رہے تھے، ان مین ایک ابان بھی تھے لیکن جب بنو ہاشم نے بھی بیعت کرلی تو ان کو بھی عذر نہوا، اور صدیق اکبرؓ کے حلقۂ اطاعت مین داخل ہوگئے، صدیق اکبرؓ نے آنحضرت صلعم کے کسی عامل کو معزول نہین کیا، ابان بھی آنحضرت صلعم کے مقرر کردہ عامل تھے، اس لئے ان سے دوبارہ واپس جانے کی خواہش کی لیکن انھون نے یہ کہکر انکار کردیا، کہ مین آنحضرت صلعم کے بعد کسی کا پیش کردہ عہدہ نہین قبول کرسکتا، مگر بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ دنون تک اس عہد پر قائم نہ رہ سکے اور خلیفہ اول کے مزید اصرار پر یمن کی گورنری قبول کرلی تھی،[2]

وفات، زمانۂ وفات مین بہت اختلاف ہے، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت ابوبکرؓ کے آخر عہدِ خلافت مین جنگ اجنادین مین شہادت پائی، ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ جنگ یرموک مین شہید ہوئے، اور ایک اور روایت سے پتہ چلتا ہے، کہ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت تک زندہ تھے، اور مصحف عثمانی انھین کی نگرانی مین حضرت زید بن ثابتؓ کاتبِ وحی نے لکھا تھا لیکن ان سب مین مستند تر اجنادین کی شہادت کی روایت ہے، چنانچہ مصعب زبیری اور دوسرے نسابون کا بھی یہی خیال ہے،[3]

---

[1] استیعاب ج ۱ ص ۳۵

[2] اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۷،

[3] استیعاب ج ۱ ص ۳۶،

حضرت نعیم بن مسعودؓ

نام ونسب: نعیم نام ابوسلمہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، نعیم بن مسعود بن عامر بن انیف بن ثعلبہ بن قنفذ بن حلادہ بن سبیع بن بکر بن اشجع بن ریث بن غطفان غطفانی اشجعی،

قبل اسلام: غزوۂ احزاب ۵ھ میں اپنے قبیلہ کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ کو نکلے، گو یہ اس وقت اپنے آبائی مذہب پر تھے، لیکن آنحضرت صلعم سے قدیم شناسائی کی وجہ سے ان کا دل اسلام سے متاثر تھا، غزوۂ احزاب میں یہ اثر پورے طور پر نمایاں ہوگیا،

چنانچہ ایک دن کسی کو اطلاع دیئے بغیر مغرب و عشا کے درمیان آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت آپ نماز میں مشغول تھے، نماز تمام کرنے کے بعد ان کو دیکھا، پوچھا کیسے آئے، عرض کیا صدقہ بگوش ہونے آیا ہوں، جو خدمت میرے قابل ہو اس کے لئے حاضر ہوں، فرمایا اگر ان قبائل (احزاب کا اجتماع) کو کسی طرح ہٹا سکتے ہو تو ہٹاؤ، گو عرب کے ٹڈی دل قبائل کا منتشر کرنا دشوار تھا، تاہم انھوں نے ان میں پھوٹ ڈلوادی، پہلے بنو قریظہ کے پاس گئے اور کہا قریش اور غطفان کا کوئی اعتبار نہیں، اگر موقعہ ملا تو مسلمانوں سے لڑیں گے، ورنہ واپس چلے جائیں گے، تم لوگوں کو ہمیشہ مسلمانوں کے ساتھ رہنا ہے اس لئے درمیان میں پڑکر خواہ مخواہ کیوں جھگڑا خریدتے ہو، اگر تم کو قریش کا ساتھ ہی دینا ہے، تو ان کے کچھ آدمی ضمانت کے طور پر اپنے یہاں رکھ لو کہ وہ کسی قسم کی بدعہدی نہ کرسکیں، ان لوگوں نے بخوشی یہ مشورہ قبول کیا، اس کے بعد ابوسفیان کے پاس گئے،

اور کہا کہ قریظہ مسلمانوں کے ساتھ کشیدگی پر بہت نادم ہیں اور ان سے از سر نو اپنے تعلقات خوشگوار بنانا چاہتے ہیں چنانچہ انھوں نے محمدؐ کے پاس کہلا بھیجا ہے کہ ہم قریش اور غطفان کے ستر آدمی عنقریب تمھارے پاس بھیجیں گے، تم ان کی گردن اڑا کر اپنا بدلہ لینا، اور ان دونوں کے ہٹانے میں بھی ہم تمھارے معاون و مددگار رہیں گے، اس لئے میرا دوستانہ مشورہ ہے کہ تم ان کے دام فریب میں نہ آنا اگر وہ ضمانت وغیرہ میں کچھ آدمی مانگیں تو ہرگز نہ دو،

ابوسفیان کو بھرنے کے بعد اپنے قبیلہ غطفان کو بھی یہی مشورہ دیا چونکہ یہ بھی اسی قبیلہ کے ایک فرد تھے، اس لئے سب نے متفقہ انکی تائید کی،

اس کے بعد بنو قریظہ نے ابوسفیان کے پاس آدمی بھیجا کہ ہم کو خوف ہے کہ تم لوگ ہم کو چھوڑ کر محمدؐ کا ساتھ دیدوگے، اس لئے ہم اس وقت تک محمدؐ کے ساتھ جنگ کرنے میں تمھارا ساتھ نہیں دے سکتے جب تک تم ہمارے اطمینان کے لئے ستر آدمی ضمانت کے طور پر ہمارے یہاں نہ بھیجدوگے، ابوسفیان نے کہا نعیم کا کہنا سچ تھا اس کے بعد غطفان کے پاس بھی یہی پیام بھیجا لیکن سبھوں نے آدمی دینے سے انکار کر دیا، اور کہا ہم آدمی تو نہیں دے سکتے، اگر تم کو یقین نہیں ہے تو ہمارے ساتھ نکل کر مسلمانوں سے مقابلہ کرو، یہودیوں نے کہا توراۃ کی قسم نعیم کا کہنا بالکل سچ تھا، غرض اس کے بعد کسی کو ایک دوسرے پر اعتبار نہ رہا، اور سب ایک دوسرے کی امداد و اعانت سے مایوس ہو گئے، اور آپس میں پھوٹ پڑ گئی[1]

اسی دوران میں ہوا کا ایسا زبردست طوفان آیا کہ خیمہ کی طنابیں اکھڑ اکھڑ گئیں، اور چولھوں پر سے ہانڈیاں الٹ گئیں، غرض کچھ باہمی نااتفاقی اور کچھ موسم کی خرابی کی

[1] ابن سعد جزء ۱ ق ۲ ص ۲۰، ۲۱،

وجہ سے سب کوچ کر گئے، اور نعیم کی کارکردگی سے کفار کے بادل ہوا بنکر اڑ گئے،

ہجرت | اس غزوہ کے بعد ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے[1]

غزوات | غزوۂ احزاب کے بعد دوسرے غزوات مین بھی شریک ہوتے رہے، غزوہ تبوک مین اپنے قبیلہ کو ابھار کر لائے، پھر فتح مکہ کے لئے بنو اشجع کو آمادہ کرنے کے لئے گئے[2]

وفات | کے بارہ مین دو روایتین ہین، ایک یہ کہ جنگ جمل مین کام آئے، دوسری یہ ہے کہ اسی عہد مین وفات پائی[3]

فضل و کمال | کے اعتبار سے کوئی قابل ذکر مرتبہ نہ تھا، تاہم ان کے صاحبزادے سلمہ نے ان سے روایتین کی ہین[4]

حضرت واقد بن عبد اللہؓ

نام و نسب | واقد نام، والد کا نام عبد اللہ تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، واقد بن عبد اللہ بن مناف بن عبید بن عرین بن ثعلبہ بن یربوع بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم تمیمی حنظلی،

اسلام و ہجرت | دعوت اسلام کے آغاز یعنی آنحضرت صلعم کے ارقم کے گھر مین پناہ گزین ہونے کے قبل مشرف باسلام ہوئے اور اذن ہجرت کے بعد وطن چھوڑ کر مدینہ کی غربت اختیار کی، اور رفاعہ بن عبد المنذر کے مہمان ہوئے، آنحضرت صلعم نے غربت کی اجنبیت دور کرنے کے لئے ان مین اور بشر بن براء بن معرور مین مواخاۃ کرادی[5]

غزوات | ہجرت عظمیٰ کے بعد آنحضرت صلعم نے سب سے پہلا سریہ مقام نخلہ مین عبد اللہ بن جحش

---

[1] ابن سعد جزو ۴ ق ۲ ص ۲۰ و ۲۱ [2] ایضًا [3] استیعاب ج اول ص ۳۱۲ و اصابہ تذکرۂ نعیم بن مسعود [4] تہذیب الکمال ص ۴۰۳ [5] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۲۸۴

کی زیر امارت قریش کی نقل و حرکت کا پتہ لگانے کے لئے بھیجا، اس مین حضرت واقدؓ بھی تھے، ان لوگون نے منزل مقصود پر پہونچکر قیام کیا، انتظار کی زحمت زیادہ نہ اُٹھانا پڑی، اتفاق سے جلد ہی قریش کا قافلہ ادھر سے گذرا، مسلمانون نے حملہ کا مشورہ کیا، لیکن رجب کا مہینہ تھا، اور اس مین خون ریزی عرب مین حرام تھی اسلئے سب ابتدا کرتے ہوئے جھجکتے تھے، لیکن حضرت واقدؓ نے ہمت کرکے عمرو بن حضرمی کو تیر کا نشانہ بنادیا، اس پر مکہ والون نے آنحضرت صلعم کے پاس شکایت بھیجی کہ تم لوگ شہر حرام کی حرمت کرتے ہو، اور اس مین خون ریزی بُری سمجھتے ہو، پھر تمھارے آدمی نے ہمارے ایک آدمی کا خون کیون بہایا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی،[1]

یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر وصد عن سبیل اللہ و کفر بہ والمسجد الحرام واخراج اھلہ منہ اکبر عند اللہ والفتنۃ اکبر من القتل (بقرہ ع ۲۶)	اے محمد! مشرکین تم سے شہر حرام مین لڑائی کے متعلق پوچھتے ہین ان سے کہدو کہ اس مین لڑنا بڑا گناہ ہے لیکن خدا کی راہ سے روکنا اور لوگون کو مسجد حرام مین نہ جانے دینا، اور اس مسجد مین عبادت کرنے والون کو نکالنا، اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور فساد برپا کرنا قتل سے بھی بڑھ کر ہے،

سریہ نخلہ مین ایک مشرک کا سب سے پہلا خون تھا، جو حضرت واقدؓ کے ہاتھ سے بہا، اس سریہ کے بعد بدر، احد، خندق وغیرہ کی تمام معرکہ آرائیون مین برابر شریک ہوتے رہے[2]،

وفات، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین وفات پائی،[3]

فضل و کمال، فضل و کمال کے لحاظ سے گو کوئی لائق ذکر مرتبہ نہ پاسکے تاہم انکی ایک آدھ روایت کتب احادیث

---

[1] تفسیر ابن جریر ج ۲ ص ۱۹۴، [2] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۲۸۴، [3] ایضاً،

حضرت عیاشؓ بن ابی ربیعہ

نام ونسب، عیاش نام، ابو عبد الرحمن کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عیاش بن ابی ربیعہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی، عیاشؓ مشہور دشمن اسلام ابوجہل کے ماں جائے بھائی تھے،[1]

اسلام وہجرت، اگرچہ ابوجہل جیسے کینہ پرور کے بھائی اور اس کے ہم صحبت تھے، تاہم ان کا آئینۂ قلب کدورتوں سے پاک اور پرتو حق قبول کرنے کے لئے آمادہ تھا چنانچہ دعوت اسلام کے ابتدائی ایام یعنی آنحضرت صلعم کے ارقم کے گھر میں تشریف لاتے کے قبل دولت اسلام سے بہرہ ور ہوئے اور ہجرت ثانیہ میں مع اپنی بیوی اسماء کے ہجرت کرکے حبشہ چلے گئے، یہاں ایک صاحبزادہ عبد اللہ پیدا ہوئے، پھر حبشہ سے مکہ آئے اور مکہ سے حضرت عمرؓ کے ساتھ ہجرت مدینہ کا شرف حاصل کیا،[2]

ابتلا وآزمائش، ابوجہل جو دوسروں کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کرتا تھا اور اس جرم میں اپنے زیر دستوں کو سخت سے سخت سزائیں دیتا تھا، اپنے بھائی کا اسلام کس طرح ٹھنڈے دل سے گوارا کر لیتا چنانچہ وہ ان کی تلاش میں مکہ سے مدینہ آیا، اور عیاشؓ سے کہا کہ والدہ تمھاری جدائی سے سخت بے قرار ہیں، اور انھوں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک وہ تم کو دوبارہ نہ دیکھ لیں گی اس وقت تک نہ سر میں تیل ڈالیں گی، اور نہ سایہ میں بیٹھیں گی، عیاشؓ ماں کی یہ تباہ حالت سنکر ان کی محبت میں ابوجہل کے ساتھ مکہ واپس آئے، یہاں پہونچ کر ابوجہل نے ان کو قید کر دیا، اور یہ عرصہ تک اس

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۶۱، [2] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۹۵،

قید مین گرفتار رہے، آنحضرت صلعم دوسرے مسلمان قیدیون کے ساتھ ان کے لئے بھی دعا فرماتے تھے، کہ خدایا ان کو مشرکین کے ظلم سے نجات دلا[1]،

عیاش رضؓ کے ساتھ ایک اور بزرگ ولید بھی اسی جرم مین قید تھے، وہ کسی طرح چھوٹ کر نکل گئے، اور آنحضرت صلعم سے ان کی مصیبت بیان کی، آنحضرت صلعم نے انھین دوبارہ عیاش رضؓ اور سلمہؓ کو چھڑانے کے لئے واپس کیا، چنانچہ یہ مکہ آئے اور ان دونون بزرگون کو قید سے نکال لے گئے[2]،

وفات حضرت ابوبکرؓ کے عہد مین فتوحاتِ شام مین مجاہدانہ شریک ہوئے، اور ایک روایت کی رو سے اسی سلسلہ مین یرموک یا یمامہ کے معرکہ مین شہید ہوئے، اور دوسری روایت کی رو سے شام مین وفات پائی، لیکن طبری کے بیان کے مطابق شام سے واپس ہو کر مکہ مین پیوندِ خاک ہوئے[3]،

فضل و کمال ان کی روایات احادیث کی کتابون مین موجود ہین، ان سے روایت کرنے والون مین انس اور عبد الرحمٰن قابلِ ذکر ہین[4]،

حضرت ابو فکیہہ رضؓ

نام و نسب، یسار نام، ابو فکیہہ کنیت، نسبی تعلق قبیلہ ازد سے تھا، ابتدا مین بنو عبد دار کے غلام تھے[5]،

اسلام و شدائد، دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، آغازِ دعوت

[1] استیعاب ج ۲ ص ۵۰۹، [2] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۹۵ [3] اصابہ ج ۵ ص ۴۷، [4] تہذیب الکمال ص ۳۰۰، [5] اصابہ ج ۷ ص ۲۷۲،

مین آزاد مسلمان بھی مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سے محفوظ نہ تھے، اور ابو فکیہہ تو ایک بے یار و مددگار غلام تھے، پھر سنگدل آقا خود آمادہ ستم تھے، چنانچہ یہ اسلام لانے کے بعد ان کے ظلم و ستم کا نشانہ بن گئے، ابو عبد دار کے افراد اسلام کے جرم مین ان کو طرح طرح کی دردانگیز سزائین دیتے تھے، ٹھیک دوپہر کو تپتی ہوئی ریت پر منہ کے بل لٹا کر پیٹھ پر ایک بھاری پتھر رکھ دیتے تاکہ جنبش نہ کرسکین اور اس عبرت انگیز سزا کا سلسلہ اسوقت تک قایم رہتا جب تک حضرت ابو فکیہہ رض بے ہوش نہ ہوجاتے، ایک مرتبہ امیہ نے پاؤن مین بیڑیان ڈال کر گھسیٹ کے جلتی ہوئی ریت پر ڈال دیا، ادھر سے اس کا بیٹا صفوان گذرا یہ بھی "گرگ زادہ" تھا، ابو فکیہہ رض سے پوچھا کہ کیا یہ (امیہ) تیرے رب نہین ہین؟ لیکن وہ زبان جو خدا کی توحید کا اعتراف کرچکی تھی، ایک حقیر انسان کی ربوبیت کے اعتراف سے کسطرح آلودہ ہوسکتی تھی، جواب دیا کہ میرا رب خدا ہے، اس جواب پر صفوان نے غضبناک ہوکر ابو فکیہہ رض کا گلا گھونٹنا شروع کیا، اسکے دوسرے بھائی نے للکارا کہ ذرا اور زور سے، صفوان نے شکنجہ اور کس دیا، جب انکو یقین ہوگیا کہ کشتہ ستم بے جان ہوگیا، تو چھوڑ دیا، حسن اتفاق سے اسی وقت ستم زدہ غلامون کے مولیٰ (ابوبکر صدیق رض) ادھر سے گذرے، انھون نے اس حال مین دیکھا تو خرید کر آزاد کردیا،[1]

ہجرت و وفات، آزادی کے بعد ہجرت ثانیہ مین حبشہ چلے گئے، لیکن طرح طرح کے المناک عذاب سہتے سہتے قوی ضعیف اور اعضاء کمزور ہوچکے تھے، اس لئے ہجرت کے بعد زیادہ دنون تک زندہ نہ رہ سکے، اور غزوۂ بدر کے قبل انتقال کرکے کشتگان خنجر تسلیم مین جا ملے،[2]

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۷۳، [2] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۹۱،

حضرت عبداللہ بن مخرمہؓ

نام و نسب عبداللہ نام، ابو محمد کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس بن عبد ودّ بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی قرشی عامری، ان کا نام بہنانہ تھا، اور قبیلہ بنو کنانہ سے تعلق رکھتی تھیں[1]،

اسلام و ہجرت آغاز دعوت میں مشرف باسلام ہوئے، اسلام کے بعد ہجرت حبشہ کا شرف حاصل کیا، پھر وہاں سے مدینہ آئے اور کلثوم بن ہدم کے یہاں اترے آنحضرت صلعم نے ان میں اور فروہ بن عمرو بیاضی میں مواخاۃ کرادی[2]،

غزوات، مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے بدر عظمیٰ میں شریک ہو کر بدری صحابی ہونے کا امتیاز حاصل کیا، اس وقت ان کی عمر تیس سال تھی، بدر کے بعد احد اور خندق وغیرہ تمام معرکوں میں آنحضرت صلعم کے ساتھ رہے[3]،

شہادت، حضرت عبداللہؓ کا جذبۂ شہادت اتنا بڑھا ہوا تھا کہ ہر موے بدن خونابہ فشانی کے لئے بے قرار رہتا تھا، چنانچہ آپ دعا کیا کرتے تھے کہ "خدایا تو مجھے اس وقت تک دنیا سے نہ اٹھا جب تک میرے جسم زار کے جوڑ جوڑ تیری راہ میں زخموں سے چور چور نہ ہو جائیں" دلی دعا کے لئے کوئی روک نہیں، وہ سیدھی باب اجابت تک پہونچتی ہے، چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی، یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کا زمانہ تھا، اور عرب میں ارتداد کی

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۵۲، [2] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۲۹۴، [3] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۲۹۴،

شورش رونما ہو چکی تھی، عبد اللہ اس موقعہ کے منتظر ہی تھے، اس میں مجاہدانہ شریک ہو گئے، اور مرتدوں کے مقابلہ میں اس بے جگری سے لڑے کہ جسم کے تمام جوڑ بند زخموں سے چور ہو گئے، رمضان کا مبارک مہینہ تھا، روزہ رکھے ہوئے تھے، عبد اللہ بن عمرؓ غروب آفتاب کے وقت جب کہ ابن مخرمہ کا آفتاب عمر لب بام آچکا تھا، ان کی خبر لینے آئے، انھوں نے پوچھا ابن عمرؓ تم افطار کر چکے؟ انھوں نے کہا ہاں، فرمایا میرے لئے بھی پانی لاؤ، لیکن پانی آتے آتے ابن مخرمہ تشنہ لب حوض کوثر پر پہونچ گئے، اس وقت ان کا اکتالیسواں سال تھا،[1]

اہل وعیال، اولاد میں صرف ایک صاحبزادہ ساحق کا پتہ چلتا ہے، یہ زینب بنت سراقہ کے بطن سے تھے،[2]

فضل وکمال، پرتو آفتاب سے ذرے چمک اٹھتے ہیں، ابن مخرمہ بھی نور نبوت سے مستنیر تھے، اس لئے علم وعمل اور زہد وورع کے لحاظ سے ممتاز شخصیت کے مالک ہو گئے[3] صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں وکان فاضلاً عابداً یعنی ابن فکیہہؓ فاضل اور عبادت گذار تھے،[3]

حضرت نعیم النحامؓ

نام ونسب، نعیم نام، نحام لقب، نسب نامہ یہ ہے نعیم بن عبد اللہ بن اسید بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب عدوی قرشی، نحام کے لقب کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے، کہ

---

[1] استیعاب ج اول ص ۳۷۰، [2] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۲۹۴،

[3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۵۳،

آنحضرت صلعم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مین نے جنت مین نعیم کی "نحمہ" یعنی آواز سنی، اسی وقت سے نحام ان کا لقب ہو گیا[1]،

اسلام، نعیم نے اس وقت توحید کی دعوت پر لبیک کہا جب کل ویا ۱۰ بندگان خدا اس دعوت مین شریک ہوئے تھے، حتی کہ حضرت عمرؓ بھی اسوقت تک کفر کے ظلمتکدہ مین محصور تھے لیکن چونکہ یہ بالکل ابتدائی زمانہ تھا اور اسلام کا اظہار قریش کی سرزمین مین شدید ترین جرم تھا، اس لئے عرصہ تک اپنے اسلام کا اعلان نہ کر سکے، جب ہجرت کا حکم ہوا اور ستم رسیدہ مسلمان جوق جوق مدینہ کے دارالامن مین پناہ گزین ہونے لگے، تو انھون نے بھی ارادہ کیا، مگر بنی عدی مین بیواؤن اور یتیمون کی پرورش اور خبرگیری کی وجہ سے اس قدر محبوب تھے کہ وہ لوگ اپنے محسن کی جدائی پر آمادہ نہ ہوئے، اور سبھون نے التجا کی کہ آپ ہم کو چھوڑ کر نہ جائیے جس مذہب مین دل چاہے، رہئے مگر جانے کا قصد نہ کیجئے، آپ سے کوئی شخص تعرض نہین کر سکتا، پہلے ہم سب کی جانین قربان ہو جائین گی تب آپ کو کوئی گزند پہونچ سکے گا، غرض ان مجبوریون کی وجہ سے ابتدا مین ہجرت کا اعزاز نہ مل سکا[2]، لیکن یتیمون اور بیواؤن کی کفالت بجائے خود ایک ایسا اعزاز ہے، کہ اس کے مقابلہ مین ہجرت کی تاخیر چندان اہمیت نہین رکھتی،

ہجرت، لیکن چونکہ دائمی طور پر اس سے محروم رہنا بھی گوارا نہ تھا، اس لئے ۶ھ مین اپنے چالیس اہل خاندان کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ آئے، آنحضرت صلعم نے گلے لگا کر بوسہ دیا[3]، اور فرمایا نعیم تمھارا قبیلہ تمھارے حق مین میرے قبیلہ سے بہتر تھا، انھون نے عرض کیا

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۹، [2] استیعاب ج اول ص ۳۰۱، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۳، حاکم نے مستدرک مین روایت کیا ہے کہ حبشہ کی ہجرت مین شریک تھے لیکن اور تمام ارباب سیر اس کے مخالف ہین، [4] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۰۲

یارسول اللہ آپ کا قبیلہ بہتر تھا، فرمایا یہ کیسے جب کہ میرے قبیلہ نے مجھکو نکال دیا، اور تمھارے قبیلہ نے تم کو ٹھہرائے رکھا، عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی قوم نے آپ کو ہجرت پر آمادہ کیا، اور میری قوم نے مجھ کو اس شرف سے محروم رکھا[1]،

غزوات مدینہ آنے کے بعد تمام غزوات مین آنحضرت صلعم کے ہم رکاب رہے،

وفات زمانہ وفات مین اختلاف ہے، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت مین اجنادین کے معرکہ مین شہادت پائی، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۵ھ مین یرموک مین شہید ہوئے[2]،

اولاد وفات کے بعد اولاد ذکور مین ابراہیم اور اناث مین امہ چھوڑین، اول الذکر زینب بنت حنظلہ کے بطن سے تھے اور ثانی الذکر عاتکہ بنت حذیفہ کے بطن سے[3] تھین،

عام حالات نہایت فیاض، اور رحم دل تھے، یتیمون کے ماوی، بیواؤن کے ملجا، اور غریبون کے مددگار تھے، بنی عدی مین یتیمون اور بیواؤن کے علاوہ اور جس قدر فقرا تھے ان سب کو مہینہ مہینہ کر کے کھانا کھلاتے تھے[4]،

حضرت معمر بن عبداللہؓ

نام ونسب معمر نام، باپ کا نام عبداللہ، سلسلۂ نسب یہ ہے، معمر بن عبداللہ بن نضلہ بن عبدالعزیٰ بن حرثان بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب القرشی العدوی،

---

[1] اصابہ ج ۶ ص ۲۴۸، [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۲، [3] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۱۰۲، [4] ایضاً،

اسلام وہجرت | معمر ابتدائے دعوت اسلام میں اسلام لائے، اور ہجرت ثانیہ میں حبشہ گئے وہاں سے مکہ آئے، اور عرصہ تک یہاں مقیم رہے، اسی لئے مدینہ کی ہجرت میں تاخیر ہوئی، تاہم آخر آخر میں یہ شرف بھی حاصل ہو گیا۔[۱]

حجۃ الوداع | چونکہ اسلام کے بعد کا زمانہ زیادہ تر حبشہ اور مکہ میں گذرا اس لئے غزوات میں شرکت کا موقع نہ ملا، مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے آنحضرت صلعم کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے، اس سفر میں سواری مبارک کا اہتمام ان کے سپرد تھا، اور کجاوہ وغیرہ یہی کستے تھے، ایک دن کسی حاسد نے اس کو ڈھیلا کر دیا جس کی وجہ سے وہ چلنے میں ہلنے لگا، صبح کو آنحضرت صلعم نے ان سے فرمایا کہ "رات تنگ ڈھیلا معلوم ہوتا تھا" عرض کی "میں نے تو حسب معمول کس کے باندھا تھا، اس شرف پر کسی حاسد نے ڈھیلا کر دیا ہوگا، تاکہ آپ میری جگہ کسی دوسرے کو یہ خدمت سپرد کر دیں" آپ نے فرمایا "تم مطمئن رہو میں تمہارے علاوہ کسی دوسرے کو نہ مقرر کروں گا" اسی حج میں ان کو موئے مبارک تراشنے کا شرف بھی ملا، جب یہ استرہ لے کر تیار ہوئے، تو آنحضرت صلعم نے مذاقاً فرمایا، کہ "معمر تم کو رسول اللہ نے اپنے کان کی لو پر اس حالت میں قابو دیدیا کہ تمہارے ہاتھ میں استرا ہے" عرض کیا خدا کی قسم یا رسول اللہ یہ خدا کی کتنی بڑی نعمت اور اس کا کس قدر گراں بہا احسان ہے، کہ مجھ کو حضور کے بال تراشنے کا فخر حاصل ہو رہا ہے۔[۲]

فضل وکمال | چونکہ معمر کو آنحضرت صلعم کی صحبت کا زیادہ موقعہ نہ ملا، اس لئے کوئی علمی استفادہ نہ کر سکے چنانچہ ان سے صرف دو حدیثیں مروی ہیں۔[۳]

---

[۱] ابن سعد جزو ۴ ق اول ترجمہ معمر، [۲] مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۴۰۰، [۳] تہذیب الکمال ص ۳۸۴،

عمل بالحدیث | تاہم ایک صحابی کی حیثیت سے تعلیمات نبوی سے پورے طور پر متاثر تھے، اگر کسی معاملہ مین ارشاد نبوی کی عدول حکمی کا خفیف سا پہلو بھی نکلتا تو اس سے احتراز کرتے، ایک مرتبہ غلام کو گیہون دیا کہ اسکو بیچ کر اس کی قیمت سے جو خرید لائے، غلام نے بیچنے کے بجائے جو سے بدل لیا، اور جو کی مقدار زیادہ کی، ان کو معلوم ہوا تو باز پرس کی کہ تم نے کیون ایسا کیا، خبردار تبادلہ مین مساوات کا لحاظ رکھا کرو، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہی، کہ کھانے کی چیزون کا تبادلہ کھانے کی چیزون کے ساتھ برابر برابر ہونا چاہئے، اور اسی وقت غلام کو واپس کرنے کے لئے بھیجا، [1]

حضرت عمرو بن عوف رض

نام و نسب | عمرو نام، ابو عبداللہ کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے، عمرو بن عوف بن زید بن ملیحہ بن عمرو بن بکر بن افرک بن عثمان بن عمرو بن اُد بن طابخہ بن الیاس بن مضر،

اسلام و ہجرت | عمرو بن عوف ابتدائے دعوت اسلام مین مشرف باسلام ہوئے، اور آنحضرت صلعم کے ساتھ ہجرت کرکے مدینہ آئے [2]

غزوات | ابن سعد کی روایت کے مطابق سب سے پہلے غزوۂ ابوا مین شریک ہوئے [3] لیکن بعض خندق بتاتے ہین،

غزوۂ تبوک | غزوۂ تبوک کے سال عرب مین ایسا قحط تھا کہ ذی حیثیت صحابہ کے لئے انتظام مشکل تھا، اور نادار صحابہ کا تو ذکر ہی نہین، چنانچہ جب آنحضرت صلعم نے غزوۂ تبوک کے لئے تیاریان شروع کین، اور دولت مند صحابہ نے اپنا ساز و سامان درست

---

[1] مسلم ج اول ص ۳۳، طبع مصر، [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۰۴، [3] اصابہ ج ۵ ص ۹،

کیا تو وہ صحابہ جو ایمان کی لازوال دولت کے سوا اور ہر طرح کی مادی دولت سے تہی دست تھے، خدمت نبوی میں حاضر ہوئے، ان میں حضرت عمرؓ بھی تھے، ان سب نے مل کر درخواست کی کہ ہم بالکل بے مایہ ہیں، اگر حضور ہمارے لئے کچھ انتظام فرما دیں تو ہم لوگ بھی شرف جہاد سے محروم نہ رہیں، یہاں فقر و فاقہ کے سوا کیا تھا، صاف جواب ملا، کہ میرے پاس کیا ہے، جو تمھارے لئے سامان مہیا کروں، یہ لوگ جہاد کی محرومی پر شکستہ دل ہو کر روتے ہوئے واپس ہوئے، لیکن یہ آنسو محض پانی کی بوندیں نہ تھیں جو ٹپکیں اور رائگان گئیں، بلکہ دل کا خون آنسوؤں کی شکل میں ٹپکا تھا، جس نے دامن رحمت کو نم کر دیا، اور اس حکم کے ذریعہ سے ان کو جہاد سے مستثنیٰ کر دیا گیا،[1]

ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملھم قلت لا اجد ما احملکم علیہ تولوا واعینھم تفیض من الدمع حزنا ان لا یجدوا ما ینفقون (توبہ ع ۱۱)

اور نہ ان لوگوں پر (الزام) ہے جو تمھارے پاس آئے کہ ان کو سواری ہم پہونچا دو تو تم نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر تم کو سوار کروں (یہ سنکر) وہ لوٹ گئے اور خرچ نہ میسر آنے کے غم میں انکی آنکھیں اشکبار تھیں،

وفات، امیر معاویہؓ کے عہد خلافت میں مدینہ میں وفات پائی،[2]

---

[1] تفسیر ابن جریر ج ۱۰ ص ۱۳۶،

[2] استیعاب ج ۲ ص ۴۵۰،

حضرت عثمان بن طلحہ رض

نام ونسب: عثمان نام، والد کا نام طلحہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، عثمان بن طلحہ بن عبد اللہ بن عبد العزیٰ بن عثمان بن عبد دار بن قصی بن کلاب بن مرہ قرشی العبدری، ماں کا نام سلامہ تھا، یہ قبیلہ بنی عمرو سے تھیں، عثمان کے والد طلحہ احد میں مشرکین کے ساتھ صف آرا تھے، اور حضرت علی رضؓ کے مقابلہ میں آئے، لیکن ذو الفقار حیدری سے نہ بچ سکے، زمانۂ جاہلیت میں خانہ کعبہ کی کلید برداری طلحہ کے متعلق تھی اور زمانۂ اسلام میں آنحضرت صلعم نے اور عثمان کو دی۔

اسلام وہجرت: فتح مکہ کے پہلے خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن العاص رضؓ کے ساتھ اسلام قبول کیا، اور ۸ھ میں ہجرت کرکے مدینہ کا قیام اختیار کیا۔[1]

غزوۂ فتح: ہجرت کے بعد سب سے پہلے غزوۂ فتح میں شریک ہوئے، اور خانہ کعبہ میں آنحضرت صلعم کے جلو میں داخل ہوے اسوقت کلید برداری کے منصب پر یہی فائز تھے، آنحضرت صلعم نے ان سے کنجی طلب کی، انھون نے گھر جاکر ماں سے مانگی، ماں نے دینے سے انکار کیا، (غالبًا یہ اس وقت تک مسلمان نہین ہوئی تھین) بولے ابھی حوالہ کردو ورنہ خدا کی قسم یہ تلوار پیٹھ مین اتار دونگا، اس طرح دھمکی دیکر کنجی لائے اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین پیش کی، آپ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے، یہ بھی ساتھ ساتھ چلے گئے، اور دروازہ اندر سے بند کر لیا گیا،[2] پھر تطہیر کعبہ کے بعد جب آپ برآمد ہوئے

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۷۲، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۲۹، [3] مسلم ج اول ص ۵۰۰ طبع مصر،

تو کنجی ان کے حوالہ کر کے فرمایا، جو شخص اس کو تم سے چھینے گا وہ ظالم ہوگا[1]،

وفات | تاحیات نبویؐ مدینہ میں رہے آپ کی وفات کے بعد کلید برداری کے فرائض کی وجہ سے پھر مکہ چلے آئے، اور یہیں ۴۲ھ میں وفات پائی[2]،

حضرت سہل بن بیضاءؓ

نام و نسب، | سہل نام، والد کا نام وہب، نسب نامہ یہ ہے، سہل بن وہب بن ربیعہ بن ہلال بن مالک بن ضبہ بن حارث بن فہر بن مالک، ماں کا نام بیضاء تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، بیضاء بنت جحدم بن عمرو بن عائش بن ظرب بن حارث بن فہر سہل کی نسبت باپ کے بجائے ماں سے ہوئی، اور عام طور پر سہل بن بیضاء کہلاتے تھے،

قبل از اسلام | سہل اسلام لانے سے پہلے بھی منصف مزاج اور رقیق القلب تھے چنانچہ دعوتِ اسلام کے آغاز میں جب قریش نے باہم ایک معاہدہ کر کے آنحضرت صلعم اور آپ کے ساتھ آپ کے خاندان والوں کو محصور کر دیا، اور اس محاصرہ میں بنو ہاشم کئی برس تک مصیبتیں جھیلتے رہے، تو بعض خدا ترس اور منصف مزاج اشخاص نے اس معاہدہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور ان کی کوششوں سے یہ معاہدہ ٹوٹا، اس عدل پرور زمرہ کے ایک رکن سہل بھی تھے[3]،

اسلام، | اس معاہدہ کی شکست کے کچھ ہی دنوں کے بعد سہل مشرف باسلام ہوئے لیکن مشرکینِ مکہ کے خوف سے اپنے اسلام کا اعلان نہیں کیا، اور مذہبی فرائض خفیہ ادا کرتے رہے

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۴۷۸، [2] ایضاً، [3] استیعاب ج ۲ ص ۵۸۵،

بدر، | کچھ دنون کے بعد غزوۂ بدر پیش آیا، ابھی تک انھون نے اسلام کا اعلان نہین کیا تھا، اس لئے مشرکین مکہ ان کو آبائی مذہب پر سمجھتے تھے، چنانچہ اپنے ساتھ بدر مین لیگئے جب مشرکین کو شکست ہوئی تو سہل بھی گرفتار ہوئے، عبد اللہ بن مسعود ان کے اسلام سے واقف تھے، اور مکہ مین ان کو نماز بھی پڑھتے دیکھ چکے تھے، انھون نے اصل حقیقت بیان کی، اور ان کی شہادت پر سہل کی رہائی ہوئی[1]

ہجرت اور غزوات، | رہائی کے بعد مستقلاً[2] مدینہ مین رہنے لگے، اور بعض بعض غزوات مین بھی شریک ہوئے[3]،

وفات، | زمانہ وفات کی تعیین نہین کیجا سکتی، لیکن اس قدر یقینی ہے، کہ آنحضرت صلعم کے بعد وفات پائی،

حضرت سہیل بن بیضاءؓ

نام ونسب | سہیل نام، ابو موسیٰ کنیت، باپ کا نام وہب تھا، حضرت سہیلؓ مذکور الصدر بزرگ حضرت سہلؓ کے حقیقی بھائی تھے،

اسلام وہجرت | دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، اسلام کے بعد

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۵۶، [2] ایضاً، [3] بعض ارباب سیر لکھتے ہین کہ انھون نے بھی اپنا اسلام چھپایا تھا، لیکن یہ صحیح نہین ہے، یہ عبد اللہ بن مسعود کے بھی پہلے اسلام لاچکے تھے، اور حبشہ کی ہجرت کی پھر مدینہ جانے کے بعد غزوات مین برابر شریک ہوتے رہے، اسلام چھپانے والے ان کے بھائی حضرت سہلؓ تھے، جو بدر مین گرفتار ہوئے اور عبد اللہ بن مسعود کی شہادت پر چھوڑے گئے، ابن سعد کا بھی یہی خیال ہے، دیکھو ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۵۶،

ہجرت کرکے حبشہ گئے، وہاں عرصہ تک مقیم رہے، اور جب اسلام کی علانیہ تبلیغ ہونے لگی تو مکہ واپس آئے، پھر آنحضرت صلعم کے ساتھ مدینہ گئے[1]،

غزوات، مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے، بدر کا معرکہ پیش آیا، اس میں شریک ہوئے اس وقت ان کی عمر ۳۰ سال کی تھی، اس کے بعد احد اور خندق وغیرہ کے تمام معرکوں میں آنحضرت صلعم کے ساتھ رہے، غزوۂ تبوک میں آپ کے ساتھ آپ کی سواری پر سوار تھے، راستہ میں آپ نے ان کو دو تین مرتبہ بلند آواز سے پکارا، یہ برابر جواب دیتے رہے، اور لوگ بھی اس پکار کا مقصد سمجھ گئے، اور سب آپ کے گرد جمع ہوگئے، آپ نے ارشاد فرمایا، کہ جس شخص نے خدا کی وحدانیت کی شہادت دی، اس پر خدا آتشِ دوزخ حرام کر دے گا، اور جنت یقینی ہو جائے گی[3]،

وفات، تبوک سے واپسی کے بعد ۳۰ھ میں وفات پائی، آنحضرت صلعم نے مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھائی[4]، موت کے بعد ان کی کوئی اولاد یادگار نہ تھی،

حضرت ابوقیس بن حارث رضی اللہ عنہ

نام ونسب، نام اور کنیت دونوں ابوقیس ہے، والد کا نام حارث تھا، نسب نامہ یہ ہے، ابوقیس بن حارث بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم قرشی السہمی، ان کے دادا قیس بن عدی سردارانِ قریش میں تھے، اور باپ حارث اس کینہ پرور گروہ میں تھا جو قرآن

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۶۷۵، [2] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۳۰۲، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۳۰، مستدرک میں تبوک کا ذکر نہیں ہے لیکن ابن سعد نے تصریح کر دی ہے، [4] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۲۹،

کا مضحکہ اڑایا کرتا تھا، اور جس کے متعلق یہ آیہ نازل ہوئی تھی[1]،

والذین جعلوا القرآن عضین فو ربک	جن لوگون نے قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے
لنسئلنھم اجمعین عما کانوا یعملون فاصدع	تمھارے رب کی قسم ہم ان کے اعمال کی ضرور
بما تؤمر واعرض عن المشرکین	باز پرس کرین گے، پس تم کو جو حکم دیا گیا ہے
انا کفیناک المستھزئین،	اس کو کھول کر سنا دو اور مشرکین کی پرواہ نہ
(حجر ع ۵)	کرو، جو لوگ تم پر ہنستے ہین، ہم ان کے لئے
	کافی ہین،

اسلام وہجرت لیکن قدرت کی کرشمہ سازی دیکھئے، کہ اسی آذر کے گھر مین ابو قیس جیسا بت شکن پیدا ہوا، جس نے دعوت حق کی آواز سنتے ہی لبیک کہکر سبقت فی الاسلام کا شرف حاصل کیا، اسلام کے بعد پھر ہجرت حبشہ کا اعزاز حاصل کیا[2]،

غزوات احد اور خندق وغیرہ سب مین شریک ہوئے[3]،

شہادت، حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے عہد خلافت مین ارتداد کے سلسلہ کی مشہور جنگ یمامہ مین شہادت پائی[4]،

حضرت ابوکبشہ رضؓ

نام ونسب سلیم نام، ابوکبشہ کنیت، وطن اور نسب کے بارہ مین مختلف روایات ہین، بعض فارسی بعض دوسی اور بعض مکی بتاتے ہین، ابوکبشہ غلام تھے، آنحضرت صلعم نے

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۴۰۷، [2] اصابہ ج ۷ ص ۱۵۸، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۷۹،

[4] اصابہ ج ۷ ص ۱۵۸،

خرید کر آزاد کیا[1]،

اسلام، آپ کے اسلام کا زمانہ متعین طور پر نہین بتایا جا سکتا لیکن شرف غلامی سے قیاس ہوتا ہے، کہ دعوتِ اسلام کے قریب تر زمانہ مین اس شرف سے مشرف ہوئے ہون گے،

ہجرت، مکہ کے ارباب ثروت اور خاندانی مسلمانون کی عزت و آبرو بھی مشرکین کے دست ستم سے محفوظ نہ تھی، ابو کبشہ غلام تھے، ان کا پشت پناہ کون تھا، اس لئے اذن ہجرت کے بعد مدینہ چلے آئے، اور کلثوم بن ہدم کے یہان مقیم ہوئے[2]،

غزوات، مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے بدری ہونے کا شرف حاصل کیا، پھر احد اور دوسرے غزوات مین بھی شریک ہوتے رہے[3]،

مشرکین کی سفاہت، کفار قریش آنحضرت صلعم کی شان اقدس مین طرح طرح کی گستاخیان کرتے تھے، انہی مجملہ ایک سفاہت یہ بھی تھی، کہ آپ کو نعوذ باللہ، ابو کبشہ کا بیٹا کہتے تھے، ارباب سیر اس کی مختلف توجیہین کرتے ہین، ان مین سب سے زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ ابو کبشہ کے ننھیالی اجداد مین کوئی شخص ابو کبشہ گذرا تھا، جو تمام عرب کے خلاف "شعری" کی پرستش کرتا تھا، آنحضرت صلعم نے سرے سے بت پرستی کے خلاف آواز بلند کی تھی، اس لئے عربون کی مخالفت کے اشتراک پر لوگ کہنے لگے کہ یہ دوسرا اس کا بیٹا پیدا ہوا اور یہ ابو کبشہ اصحاب کرام مین تھے، اس لئے ادھر ڈھال دیا کہ محمد ابو کبشہ کے بیٹے ہین[4]،

وفات، ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ یوم سہ شنبہ کو جس دن حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے وفات پائی[5]،

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۸۲ [2] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۳۳ [3] استیعاب ج ۲ ص ۶۶۴، [4] ایضاً، [5] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۳۳،

حضرت سلیط بن عمرؓ

نام ونسب۔ سلیط نام، والد کا نام عمرو تھا، نسب نامہ یہ ہے، سلیط بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نضر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی قرشی، ماں کا نام خولہ تھا، ننھیالی شجرہ نسب یہ ہے، خولہ بنت عمرو بن حارث بن عمرو بن عبس،

اسلام۔ دعوت اسلام کے آغاز میں مکہ میں مشرف باسلام ہوئے، اور سب سے پہلے حبشہ کی ہجرت کا شرف حاصل کیا[1] پھر مدینہ آئے،

غزوات۔ مدینہ آنے کے بعد بدر و احد خندق وغیرہ تمام معرکوں میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے[2]

سفارت۔ ۶ھ میں جب آنحضرت صلعم نے آس پاس کے امراء اور سلاطین کے نام دعوت اسلام کے خطوط بھیجے، تو ہوذہ بن علی حنفی کے پاس خط لیجانے کی خدمت ان کے سپرد ہوئی، ہوذہ نے بڑی خاطر و مدارات کی اور انعام و اکرام اور خلعت سے نوازا، اور جواب میں لکھا کہ تم جس چیز کی دعوت دیتے ہو، وہ بہت بہتر ہے، لیکن میں بھی عرب کا معزز و مقتدر شخص ہوں اس لئے اگر بعض امور میں مجھے شریک کرلو تو میں تمھاری پیروی کے لئے تیار ہوں آنحضرت صلعم نے یہ جواب سنا تو فرمایا کہ اگر وہ زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی مانگے تو میں نہیں دیسکتا[3]

شہادت۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں فتنۂ ارتداد کی مشہور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے، اولاد میں تنہا ایک لڑکے سلیط بن سلیط تھے[4]

---

[1] اصابہ ج اول ص ۳۱۵، [2] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۱۴۹ بدر کی شرکت کا ذکر اصابہ میں ہے، [3] زرقانی ج ۳ ص ۴۰۰،۴۰۴ [4] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۱۵۹،

حضرت ابو مرثد غنوی رضؓ

نام ونسب | کناز نام، ابو مرثد کنیت، باپ کا نام حصین تھا، نسب نامہ یہ ہے، کناز بن حصین بن یربوع بن جہینہ بن سعد بن طریف بن خرشہ بن عبید بن سعد بن عوف بن کعب بن جلان بن غنم بن یحییٰ بن یعصر بن سعد بن قیس بن عیلان بن مضر،

اسلام وہجرت | ابو مرثد آغاز اسلام میں اسلام لائے، اور اذن ہجرت کے بعد مدینہ آئے، آنحضرت صلعم نے ان میں اور عبادہ بن صامتؓ میں مواخاۃ کرادی[1]،

غزوات، | بدر، احد، خندق اور دوسری معرکہ آرائیوں میں آنحضرت صلعم کے ساتھ رہے[2] مشہور صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ ہجرت کرکے مدینہ آگئے تھے، لیکن ان کے اہل وعیال مکہ ہی میں ان کے حلیف کے نگرانی میں تھے، جب آنحضرت صلعم نے فتح مکہ کا ارادہ کیا تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے اپنے بال بچوں کی حفاظت کے خیال سے اپنے حلیف کو اس کی تحریری اطلاع دیدی، آنحضرت صلعم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے چند سوار حضرت علیؓ کی سرکردگی میں اس تحریر کی تلاش میں دوڑائے، ان میں ایک ابو مرثد بھی تھے ان لوگوں نے خاخ کے باغ میں خط لیجانے والی عورت کو گرفتار کرکے جامہ تلاشی لیکر خط برآمد کیا[3]،

وفات | حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت ۱۲ھ میں چھیاسٹھ[4] سال کی عمر میں وفات پائی،

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۲۰ [2] ایضاً، [3] بخاری ج ۲، ص ۹۲۵، [4] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۹۴،

حضرت ذو الشمالین رضؓ

تام ونسب، عمیر نام ابو محمد کنیت، ذو الشمالین لقب، نسب نامہ یہ ہے، عمیر بن عبد عمرو بن نضلہ بن عمرو بن غبشان بن سلیم بن مالک بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامرؓ،

اسلام وہجرت، زمانۂ اسلام متعین نہین، اسلام کے بعد ہجرت کرکے مدینہ آگئے، اور سعد بن خثیمہ کے یہان مہمان ہوئے، آنحضرت صلعم نے ان مین اور یزید بن حارثؓ مین مواخاۃ کرادیؓ،

شہادت، حضرت ذو الشمالینؓ ان خوش نصیب بزرگون مین تھے جن کا دامن

لے بعض ارباب سیر ذو الشمالین اور ذو الیدین ایک ہی شخص قرار دیتے ہین لیکن یہ محض التباس ہے یہ دونون علیحدہ علیحدہ دو شخص ہین، احادیث سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے، ذو الیدین کا ایک واقعہ بہت مشہور ہے جسکو صحیحین نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہی، کہ ایکبار آنحضرت صلعم نے ۴ رکعتون کے بجائے دو ہی رکعتین نماز پڑھکر سلام پھیر دیا، تمام صحابہ متحیر تھے لیکن کسی کو پوچھنے کی ہمت نہ پڑتی تھی، ذو الیدین جری طبیعت کے آدمی تھے انھون نے بڑھکر پوچھا یا رسول اللہ نماز کم کردیگئی یا آپ بھول گئے، آنحضرت صلعم نے صحابہؓ سے تصدیق چاہی، سبھون نے تائید کی کہ ہان آپ نے دو ہی رکعتین پڑھین، تصدیق کے بعد آپ نے بقیہ دو رکعتین پوری کرکے سجدۂ سہو کیا (بخاری کتاب الاذان باب ہل یاخذ الامام اذا شک لقول الناس) اس روایت کے راوی ابو ہریرہؓ ہین جو غزوۂ خیبر ۷ھ مین اسلام لائے اور ذو الشمالین اس کے پانچ سال قبل بدر ۲ھ مین شہید ہوچکے تھے، اس لئے ذو الیدین اور ذو الشمالین دونون ایک شخص نہین ہوسکتے دونون کے نام مین بھی فرق ہے، ذو الیدین کا نام خرباق ہی اور ذو الشمالین کا عمیر تھا، ۲ے ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۱۱۰،

زیادہ عرصہ تک دنیا سے ملوث نہ ہونے پایا مدینہ آنے کے بعد بدر عظمیٰ مین شریک ہوئے، ان کا اول و آخر غزوہ یہی تھا، اس مین جام شہادت پی کر صاف و پاک دنیا سے اٹھ گئے[1] غربت کے غمگسار بھائی یزید جو زندگی مین رفیق تھے سفر آخرت مین بھی ساتھ نہ چھوڑا کہ یہ شان رفاقت سے بعید تھا اونھون نے بھی اسی غزوہ مین مرتبۂ شہادت حاصل کیا،[2]

حضرت ابوسبرہ بن ابی رہمؓ

نام ونسب، ابوسبرہ کنیت ہے، مگر اس کی شہرت نے اصل نام چھپا دیا، نسب نامہ یہ ہے، ابوسبرہ بن ابی رہم بن عبد العزیٰ بن ابی قیس بن عبد وُدّ بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی قرشی عامری ان کی والدہ برہ عبد المطلب کی بیٹی تھین، اس رشتہ سے یہ آنحضرت صلعم کے پھوپھی زاد بھائی ہوتے ہیں،[3]

اسلام وہجرت حضرت ابوسبرہؓ سابقین اسلام مین تھے، سبقت فی الاسلام کے ساتھ حبشہ کی دونون ہجرتون کا شرف حاصل کیا، دوسری ہجرت مین ان کی بیوی کلثوم بھی ساتھ تھین، حبشہ سے دوسرے مہاجرین کے ساتھ مدینہ آئے، اور منذر بن محمدؐ کے یہان اترے مدینہ آنے کے بعد آنحضرت صلعم نے ان مین اور سلمہ بن سلامہ مین مواخاۃ کرادی،[4]

غزوات، ان کے مدینہ آنے کے بعد بدر، احد اور خندق وغیرہ جس قدر غزوات ہوئے سب مین شریک رہے،[5] تا حیات نبوی صلعم مدینہ مین قیام رہا، آپ کی وفات کے بعد

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۸۱، [2] ابن سعد جزء ۳ ق اول ص ۱۱۹، [3] ایضاً ص ۲۹۳، [4] ایضاً،

[5] استیعاب ج ۲ ص ۶۰۷،

مکہ چلے آئے، بدری صحابیوں میں تنہا یہی ہیں جنھوں نے مدینہ کا قیام ترک کرکے مکہ کی سکونت اختیار کی،[1]

وفات، اور یہیں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی[2]

حضرت خنیس بن حذافہؓ

نام ونسب، خنیس نام، ابوحذیفہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوی قرشی، ام المومنین حضرت حفصہؓ پہلے انھیں کی زوجیت میں تھیں، ان کے انتقال کے بعد ام المومنین کے زمرہ میں شامل ہوئیں[3]

اسلام وہجرت، آنحضرت صلعم کے ارقم کے گھر میں پناہ گزین ہونے کے پہلے آپ کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت ثانیہ میں حبشہ گئے، پھر وہاں سے مدینہ آئے اور رفاعہ بن عبد المنذر کے مہمان ہوئے، آنحضرت صلعم نے ان میں اور ابی عبس بن جبیرؓ سے مواخاۃ کرادی،[4]

غزوات وشہادت، مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے بدر عظمیٰ میں تلوار کے جوہر دکھائے، پھر احد میں شریک ہوئے اور میدان جنگ میں زخم کھایا، زخم کاری تھا، اس سے جانبر نہ ہوسکے، اور اسی کے صدمہ سے ۳ھ میں مدینہ میں وفات پائی، آنحضرت صلعم نے نماز جنازہ پڑھائی اور مشہور صحابی حضرت عثمان بن مظعونؓ کے پہلو میں دفن کئے گئے،[5] وفات کے وقت کوئی اولاد نہ تھی،

---

[1] اصابہ ج ۷ ص ۱۸۱، [2] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۲۹۳، [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۲۵،

[4] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۲۸۶، [5] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۲۸۶ زخمی ہونے کا واقعہ استیعاب سے ماخوذ ہے

حضرت عتبہ بن مسعودؓ

نام ونسب عتبہ نام، والد کا نام مسعود تھا، نسب نامہ یہ ہے، عتبہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ، حضرت عتبہؓ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حقیقی بھائی تھے۔[1]

اسلام وہجرت دعوت اسلام کے آغاز میں مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت ثانیہ میں حبشہ گئے وہاں سے مدینہ آئے۔[2]

غزوات مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے احد میں شریک ہوئے، پھر اسکے بعد دوسرے غزوات میں بھی آنحضرت صلعم کی ہمرکابی کا فخر حاصل کرتے رہے۔[3]

وفات حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی، انھیں نے نماز جنازہ پڑھائی[4]، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس وقت زندہ تھے، ان کو بھائی کی موت کا سخت قلق ہوا، ضبط وتحمل کے باوجود بے اختیار آنسو جاری ہوگئے[5]، لوگوں نے تعجب کے لہجہ میں پوچھا آپ بھی روتے ہیں؟ جواب دیا میرا بھائی آنحضرت صلعم کی صحبت کا میرا ساتھی تھا، اور عمر بن الخطاب کے علاوہ مجھے دنیا میں سب سے محبوب تھا۔[6]

فضل وکمال عبداللہ بن مسعودؓ اپنے فضل وکمال کے لحاظ سے حبر الامۃ کہلاتے تھے، عتبہ بھی اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے ان سے کم نہ تھے، لیکن دنیا سے کم سن گئے، اس لئے انکے جوہر نہ چمکنے پائے۔[7]

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۹۳، [2] ایضاً، [3] استیعاب ج ۲ ص ۵۰۸، [4] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۸، [5] ابن سعد ج ۴ ص ۹۳، [6] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۸، [7] ایضاً۔

حضرت صفوان بن بیضاءؓ

نام و نسب | صفوان نام، ابو عمرو کنیت، نسب نامہ یہ ہے صفوان بن وہب بن ربیعہ بن ہلال بن مالک بن ضبہ بن حارث بن فہر فہری حضرت صفوانؓ حضرت سہلؓ اور سہیلؓ کے بھائی تھے

اسلام و ہجرت | حضرت سہلؓ ارض مکہ میں مشرف باسلام ہوئے، اور اذن ہجرت کے بعد مدینہ آئے اور کلثوم بن ہدمؓ کے یہاں اترے، آنحضرت صلعم نے ان میں اور رافع بن معلی میں مواخاۃ کرادی،

غزوات | ہجرت کے بعد سب سے اول عبد اللہ بن جحش کے ساتھ ایک سریہ میں شریک ہوئے، پھر بدر عظمی میں شرکت کر کے بدری صحابہ کی صف میں آگئے، ابن اسحٰق کی روایت کی رو سے اسی غزوہ میں طعیمہ بن عدی کے ہاتھ سے جام شہادت پیا، لیکن دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں طاعون عمواس میں وفات پائی، اور بعض روایتوں سے ۳۸ھ میں وفات کا ثبوت ملتا ہے،

حضرت سنان بن ابی سنانؓ

نام و نسب | سنان نام، سلسلہ نسب یہ ہے، سنان بن ابی سنان بن محصن بن حرثان بن قیس بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ،

اسلام و ہجرت | زمانہ اسلام و ہجرت متعین نہیں لیکن غالباً اپنے والد حضرت ابی سنان کے ساتھ اسلام لاے ہونگے اور

لہ ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۳۰۳، ۲ اصابہ ج ۳ ص ۲۵۱ و اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۷،

انھین کے ساتھ ہجرت کی ہوگی،

غزوات بدر و احد و خندق وغیرہ تمام لڑائیون مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے[1] پھر ۸ھ مین غزوۂ تبوک مین شریک ہوئے، اور بیعت رضوان مین جب آنحضرت صلعم نے موت کی بیعت لینی شروع کی تو سنان نے بھی ہاتھ بڑھایا، آنحضرت صلعم نے پوچھا کس چیز پر بیعت کرتے ہو، عرض کی جو آپ کے دل مین ہے[2]،

وفات ۳۲ھ مین وفات پائی،

حضرت آنسہ رض

نام ونسب آنسہ نام، ابو مسروح کنیت، سراۃ مین پیدا ہوئے، نسب کے لئے یہ شرف کافی ہے کہ سرور عالم کی غلامی کا طوق ان کی گردن مین تھا[3]،

اسلام وہجرت طلوع آفتاب کے وقت سب سے پہلے اس کے قریب کی چیزین منور ہوتی ہین اس لئے آنسہ رض دعوت اسلام کے آغاز مین مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت کے زمانہ مین مدینہ آئے اور سعد بن خثیمہ کے مہمان[4] ہوئے، اور جب تک زندہ رہے آنحضرت صلعم کی خدمت گذاری محبوب مشغلہ رہا،

غزوات ہجرت کے بعد بدر عظمیٰ مین شریک ہوئے، ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی مین شہید ہوئے

وفات لیکن زیادہ روایتین اسکی ہین کہ حضرت ابوبکر رض کے عہد مین وفات پائی[5]،

---

[1] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۶۷، [2] ایضاً و استیعاب ج ۲ ص ۷۰، علامہ ابن عبدالبر نے یہ واقعہ حضرت ابی سنان رض کی طرف منسوب کیا ہے لیکن علامہ موصوف کو التباس ہوگیا ہے کیونکہ ابی سنان بیعت رضوان کے قبل بنو قریظہ مین وفات پاچکے تھے، [3] اسد الغابہ ج اول ص ۱۳۱، [4] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۳۳ [5] ابن سعد والہ مذکور واصابہ تذکرہ آنسہ،

حضرت طفیلؓ بن حارث

نام ونسب، طفیل نام والد کا نام حارث، نسب نامہ یہ ہے طفیل بن حارث بن مطلب بن عبد مناف قرشی مطلبی، ماں کا نام سخیلہ تھا، یہ ثقفی قبیلہ سے تھیں،

اسلام وہجرت، بدر کے قبل مشرف باسلام ہوئے اور ہجرت کر کے مدینہ آئے، آنحضرت صلعم نے ان میں اور سفیان بن نسر میں مواخاۃ کرادی[1]

غزوات، مدینہ آنے کے بعد تمام غزوات میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے، بدر، احد اور خندق وغیرہ کوئی غزوہ نہ چھوٹا[2]

وفات، عمر کے ستر مرحلے طے کرنے کے بعد ۳۲ھ میں وفات پائی[3]

اولاد، اولاد میں صرف عامر بن طفیل کا پتہ چلتا ہے[4]

حضرت سائب بن عثمانؓ

نام ونسب، سائب نام باپ کا نام عثمان تھا نسب نامہ یہ ہے، سائب بن عثمان بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوئی بن غالب قرشی الجمحی، ماں کا نام خولہ تھا، نانہالی سلسلہ نسب یہ ہے، خولہ بنت حکیم بن امیہ بن حارثہ بن اوقص،

---

[1] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۳۵، [2] استیعاب ج اول ص ۲۱۶، [3] ایضاً، [4] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۳۵،

ہجرت حبشہ اور واپسی، دعوتِ اسلام کے آغاز مین مشرف باسلام ہوئے[1]، اور حبشہ مین اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ہجرت ثانیہ مین حبشہ گئے[2]، وہان سے اہل مکہ کے اسلام کی افواہ سنکر مکہ واپس ہوئے قریب پہونچے تو یہ خبر غلط نکلی، مگر اب واپس جانا بھی دشوار تھا، سخت کشمکش مین مبتلا ہوئے بالآخر حضرت عثمان بن مظعونؓ اور ولید بن مغیرہ کی حمایت حاصل کرکے مکہ مین مقیم ہوگئے[3]،

ہجرت مدینہ، بدر کے پہلے ان کا پورا کنبہ ہجرت کرکے مدینہ روانہ ہوا تو انھون نے بھی مکہ کی سرزمین چھوڑکر یثرب کی غریب الوطنی اختیار کی[4] مدینہ آنے کے بعد آنحضرت صلعم نے ان مین اور حارثہ بن سراقہ انصاری مین مواخاۃ کرادی[5]،

نیابت رسول، بدر کے پہلے آنحضرت صلعم وقتاً فوقتاً چھوٹے چھوٹے دستے قریش کے کاروان تجارت کا پتہ لگانے کے لئے بھیجتے تھے اور بعض مین بنفس نفیس شرکت فرماتے تھے، اسی سلسلہ کے ایک سریہ بواط مین نکلے تو سائب کو مدینہ مین اپنا قائم مقام بنا گئے[6]،

غزوات، سائب مشہور قادر انداز تھے، اس لئے غزوات مین نہایت جوش وولولہ کے ساتھ شریک ہوتے تھے، چنانچہ بدر، احد، خندق اور ان کے علاوہ تمام معرکون مین داد شجاعت دی[7]،

وفات، حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت ۱۲ھ مین جنگ یمامہ مین شریک ہوئے، میدان جنگ مین ایسا کاری زخم کھایا کہ پھر نہ سنبھل سکے، اور اسی کے صدمہ سے کچھ دنون بعد وفات پاگئے، وفات کے وقت ۳۰ سال سے کچھ اوپر عمر تھی[8]،

---

[1] اصابہ ج ۳ ص ۶۰، [2] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۲۹۲، [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۸۵
[4] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۲۸۸، [5] ایضاً ص ۲۹۲، [6] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۱۴۱،
[7] استیعاب ج ۲ ص ۵۸۸، [8] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۲۹۲،

حضرت عامرؓ بن ابی وقاص

نام ونسب عامر نام والد کا نام ابی وقاص تھا، سلسلۂ نسب یہ تھا، عامر بن ابی وقاص ابن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب، ماں کا نام حمنہ تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے حمنہ بنت سفیان بن امیہ بن عبد شمس اموبہ عامر مشہور صحابی سعد بن ابی وقاصؓ فاتح ایران کے حقیقی بھائی اور امیر معاویہؓ کے بھانجے تھے[1]

اسلام حضرت عامر کے نانا ابوسفیان اسلام اور پیمبر اسلام کے سخت دشمن تھے لیکن حضرت عامرؓ نے ایسے ماحول میں اور اس وقت دعوت اسلام کو لبیک کہا، جب مسلمانوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی، اس لحاظ سے اسلام لانے والوں میں ان کا دسواں نمبر ہے[2]

اس وقت آپ کی والدہ زندہ تھیں، ان کو لڑکے کی اس "بے راہ روی" پر سخت صدمہ ہوا، انھوں نے قسم کھائی کہ جب تک عامر اسلام سے تائب نہ ہوجائیں گے اس وقت تک وہ نہ سایہ میں بیٹھینگی اور نہ کھانا کھائیں گی، حضرت سعدؓ بھی اس وقت دولت اسلام سے بہرہ ور ہوچکے تھے، ماں کی اس بے جا ضد پر بولے اماں آپ عامر کے تبدیل مذہب کے لئے کیوں عہد کرتی ہیں، میرے لئے عہد کیجئے، انھوں نے کہا کیوں؟ کہا تاکہ اس وقت تک آپ نہ سایہ میں بیٹھ سکیں اور نہ کھانا کھاسکیں جب تک اپنے

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۹۱، [2] استیعاب ج ۲ ص ۴۶۴،

جاے قیام و وزخ کو نہ دیکھ لین، انھون نے جواب دیا مین تیرے لئے کیون عہد کرون مین اپنے سعادت مند بیٹے کے لئے عہد کرتی ہون، اس پر یہ آیہ نازل ہوئی، [1]

وان جاھداک علیٰ ان تشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفا (سورۂ لقمان) — اگر تیرے ماں باپ تجھ کو اس بات پر مجبور کرین کہ تو کسی کو میرا شریک بنا جس کا تجھکو کوئی علم نہیں تو اس مین ان کی اطاعت نہ کر ہان دنیا مین بھلائی کے ساتھ ان کی رفاقت کر

ہجرت اور غزوات، بالآخر ماں کی ان بیجا زیادتیون سے تنگ آکر ہجرت ثانیہ مین حبشہ چلے گئے، اور وہان سے حضرت جعفرؓ کے ساتھ مدینہ آکر احد مین شریک ہوگئے، [2]

وفات حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین شام مین وفات پائی، [3]

حضرت وہب بن سعدؓ

نام ونسب، وہب نام، والد کا نام سعد تھا، نسب نامہ یہ ہے، وہب بن سعد بن ابی سرح بن حارث بن حبیب بن جذیمہ بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی،

اسلام وہجرت، زمانۂ اسلام متعین طور پر نہیں بتایا جاسکتا، لیکن سرزمین مکہ مین اسلام لائے اسلام کے بعد مدینہ ہجرت کی، اور کلثوم بن ہدم کے یہان اترے آنحضرت صلعم نے انکو اور سوید بن عمروؓ کو رشتۂ اخوت مین منسلک کردیا، [4]

غزوات، مدینہ آنے کے بعد احد خندق اور حدیبیہ وغیرہ تمام معرکون مین آنحضرت صلعم کے

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۷، وبعض ارباب سیر اس کا نزول حضرت سعدؓ کے متعلق کرتے ہین، [2] اصابہ ج ۶ ص ۱۶

[3] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۹۱، [4] اصابہ ج ۴ ص ۱۱۶، [5] ابن سعد جزء ۳ ق اول ص ۲۹۶

ہمرکاب رہے[1]ہیں،

شہادت۔ غزوہ موتہ ۸ھ میں حق مذہب ادا کرتے ہوئے شہید ہوئے، ان کے اسلامی بھائی سوید جنہوں نے زندگی میں رفاقت کی تھی، موت میں بھی ساتھ نہ چھوڑا اور وہ بھی اسی جنگ میں شہید ہوگئے[2]، شہادت کے وقت ان کی عمر ۴۰ سال تھی[3]،

حضرت عبداللہ بن حارثؓ

نام ونسب۔ عبداللہ نام والد کا نام حارث تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبداللہ بن حارث ابن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی، ماں کا نام غزیہ تھا، ننہالی شجرہ یہ ہے غزیہ بنت قیس، بن طریف بن عبدالعزی ابن عامرہ بن عمیرہ بن ودیعہ بن حارث بن فہر آبائی نام عبدشمس تھا، اسلام کے بعد آنحضرت صلعم نے عبداللہ رکھا[4]،

اسلام وہجرت۔ فتح مکہ کے پہلے اسلام لاکر مدینہ آئے[5]،

غزوات۔ اگو ان کی شرکت غزوات کی تفصیلات نہیں ملتی ہیں، تاہم اس قدر مسلم ہے کہ اس شرف سے محروم نہ تھے،

وفات۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں کسی غزوہ کے لئے آنحضرت صلعم کے ساتھ نکلے، وادی صفراء میں پہونچ کر وفات پاگئے، آنحضرت صلعم نے اپنے پیراہن مبارک میں کفنا کر دفن کیا[6]، اور فرمایا کہ انکو سعادت مل گئی،

---

[1] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۲۹۶، [2] استیعاب ج ۲ ص ۶۱۸، [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۶۵، [4] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۳۴، [5] ایضاً، [6] اصابہ ج ۴ ص ۵۱ و ابن سعد حوالہ مذکور،

حضرت عمروؓ بن سراقہ

نام ونسب، عمرو نام، والد کا نام سراقہ تھا، شجرۂ نسب یہ ہے، عمرو بن سراقہ بن معتمر بن انس ابن اواہ بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوئی قرشی عدوی،

اسلام وہجرت، دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، اور بلاکشان اسلام کے ساتھ ہجرت کرکے مدینہ گئے، اور رفاعہ بن عبدالمنذر کے یہان مہمان ہوئے[1]،

غزوات، مدینہ آنے کے بعد تمام غزوات مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے، بدر، احد اور خندق سب مین شرف جہاد حاصل کیا[2] ان بڑے معرکون کے علاوہ چھوٹے چھوٹے سرایا مین بھی شریک ہوتے تھے، بعض بعض سریون مین فاقہ پر فاقہ ہوتے، لیکن جہاد فی سبیل اللہ کے ولولہ مین ابرو پر شکن نہ پڑتی عامر بن ربیعہ روایت کرتے ہین، کہ ایک مرتبہ ایک سریہ مین عمرو بن سراقہ ہمارے ہمراہ تھے راستہ مین فاقہ کی نوبت آگئی، عمرو چھریرے بدن کے نازک اندام اور لمبے آدمی تھے، اس لئے ان کی حالت زیادہ نازک ہوگئی، اور پتھر باندھکر چلنے کے لائق ہوئے[3]

وفات، حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت مین وفات پائی، اولاد کوئی نہ تھی[4]،

---

[1] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۲۸۱، [2] اصابہ ج ۴ ص ۲۹۹، [3] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۲۸۱،

[4] ایضاً،

حضرت عبداللہ رضؓ بن سراقہ

نام ونسب | عبداللہ نام نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن سراقہ بن معتمر بن انس بن اوراہ بن رزاح ابن عدی بن کعب بن لوئی قرشی عدوی،

حضرت عبداللہؓ مذکور الصدر صحابی حضرت عمرؓ کے بھائی تھے،

اسلام وہجرت | بدر کے قبل مشرف باسلام ہوئے، اور مکہ سے براہ راست مدینہ آئے اور رفاعہ بن عبدالمنذر کے یہاں اترے[1]،

غزوات | مدینہ آنے کے بعد بدر احد وغیرہ تمام معرکوں میں شریک ہوتے رہے[2]،

وفات | حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی، وفات کے بعد ان کی نسل نہ چلی[3]

حضرت اسود بن نوفلؓ،

نام ونسب | اسود نام، والد کا نام نوفل تھا، شجرہ نسب یہ ہے، اسود بن نوفل بن خویلد ابن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ قرشی اسدی، ماں کا نام فریعہ تھا، ننہالی نسب نامہ یہ ہے، فریعہ بنت عدی بن نوفل بن عبد مناف بن قصی، حضرت اسود ام المومنین خدیجہ صدیقہؓ کے بھتیجے اور ورقہ بن نوفل کے بھائی تھے، ان کے والد نوفل سخت کینہ پرور

---

[1] ابن سعد جزء ۳ ق اول ص ۱۰۴، [2] استیعاب ج اول ص ۳۹۳ و اصابہ ترجمہ عبداللہ بن سراقہ،

[3] تہذیب الکمال ص ۱۹۹،

مشرک اور مسلمانوں کے بڑے دشمن تھے[1]

اسلام، | لیکن قدرت الٰہی دیکھو کہ اسی آذر کے گھر مین اسود بت شکن پیدا ہوئے، اور جس گھر مین خدا کا نام لینا سخت ترین جرم تھا اسی سے توحید کی صدا بلند ہوئی[2]

ہجرت، | اسود نے سبقت اسلام کے ساتھ ہجرت حبشہ کا شرف بھی حاصل کیا، وہان سے آنحضرت صلعم کے مدینہ آنے کے بعد مدینہ آئے[3]

حضرت ثمامہ بن عدیؓ

نام ونسب، | ثمامہ نام باپ کا نام عدی تھا، نسبی تعلق قریش سے تھا لیکن اس بارہ مین ارباب سیر خاموش ہین، کہ اس کی کس شاخ سے تھے[4]

اسلام، | ان کے زمانہ اسلام کی تعین نہین کیجا سکتی، مگر اتنا معلوم ہے کہ یہ شرف ابتدائی ایام مین حاصل ہوا کیونکہ آپ کا اسم گرامی مہاجرین اولین کے زمرہ مین نظر آتا ہے[5]،

غزوات، | ہجرت کے بعد بدر عظمٰی مین شریک ہو کر عام صحابہ مین امتیاز حاصل کیا[6]

حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین صنعا کی حکومت پر سرفراز ہوئے، آپ کی شہادت کے وقت یہین تھے، یہ المناک خبر سنکر آنکھون سے جوئے اشک رواں ہو گئی، اور اسی حالت مین خطبہ دیا، ضبط گریہ گلوگیر تھا، بمشکل یہ چند جملے کہہ سکے، امت محمد صلعم مین آج خلافت سلطنت سے بدل گئی، اب جو شخص جس چیز پر قابض ہوگا، اس کو کھا جائیگا[7]

---

[1] اسد الغابہ ج اول ص ۸۸ [2] ایضاً، [3] اصابہ ج اول ص ۵۴ [4] اسد الغابہ ج اول ص ۲۴۸

[5] اصابہ ج اول ص ۲۱۲، [6] اسد الغابہ ج اول ص ۲۴۹، [7] استیعاب ج اول ص ۷۹

حضرت سعد بن خولہؓ

نام ونسب، سعد نام، والد کا نام خولہ تھا، یہ عجمی نژاد یمنی مسکن اور بنو عامر بن لوی کے حلیف تھے

اسلام وہجرت، حضرت سعد سابقین اسلام میں تھے حضرت جعفر کے ساتھ حبشہ کی ہجرت کی وہاں سے مدینہ آئے، اور کلثوم بن ہدم کے یہاں قیام پذیر ہوئے،

غزوات، بدر، احد، خندق اور حدیبیہ میں آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے، بدر میں پچیس سال کی عمر تھی[1]

وفات، حجۃ الوداع میں آنحضرت صلعم کے ساتھ مکہ آئے، یہاں آکر بیمار پڑے، اور وفات پاگئے،[2] مکہ میں وفات پانے سے آنحضرت صلعم بہت محزون ہوئے، کیونکہ آپ مہاجرین کے لئے مکہ میں مرنا پسند نہ فرماتے تھے،

اولاد، آپ کی وفات کے دو ہی ایک دن بعد آپ کی بیوی سبیعہ بنت حارث کے بطن سے ایک اولاد ہوئی، لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد فوت ہوگئی،

حضرت معمر بن ابی سرحؓ

نام ونسب، معمر نام ابو سعد کنیت، نسب نامہ یہ ہے معمر بن ابی سرح بن ربیعہ بن ہلال بن مالک بن ضبہ بن حارث بن فہر فہری، ماں کا نام زینب تھا، ننھالی شجرہ یہ ہے

---

[1] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۲۹۷، [2] ایضاً، [3] مسلم ج اول ص ۵۰۰ طبع مصر،

[4] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۲۹۷،

زینب بنت ربیعہ بن ہلال بن ضباب بن حجیر بن عبد بن معیص بن عامر بن لوئی،

اسلام وہجرت۔ دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ مین اسلام لائے، اسلام کے بعد دوسری ہجرت مین حبشہ گئے، وہان سے مدینہ آئے اور کلثوم بن ہدم کے مہمان ہوئے[1]،

غزوات، بدر، احد اور خندق تمام مشہور لڑائیون مین آنحضرت صلعم کے ساتھ رہے[2]،

وفات، حضرت عثمان رض کے عہد خلافت ۳۳ھ مین وفات پائی[3]،

ازدواج واولاد۔ حضرت عمرو رض کے دو بیویان تھین امامہ بنت عامر اور امامہ حضرت ابوعبیدہ رض کی بہن، پہلی کے بطن سے عبد اللہ تھے اور دوسری سے عمیر[4]،

حضرت محمیہ رض بن جزء

نام ونسب۔ محمیہ نام والد کا نام جزء تھا نسب نامہ یہ تھا محمیہ بن جزء بن عبد یغوث بن عویج ابن عمرو بن زبید الاصغر، بنو جمح کے حلیف تھے حضرت عباس رض کے چھوٹے صاحبزادے فضل کے ساتھ ان کی صاحبزادی بیاہی تھین،

اسلام وہجرت۔ دعوت اسلام کے ابتدائی ایام مین اسلام لائے، اور ہجرت ثانیہ مین حبشہ گئے[5]،

غزوات، غزوہ مریسیع (بنو مصطلق) کے زمانہ مین مدینہ آئے، اسی غزوہ سے شرکت کی ابتدا ہوئی[6]،

آنحضرت صلعم نے ان کو خمس کا عامل بنایا تھا، غزوہ مریسیع مین بھی یہ خدمت انھین کے سپرد تھی[7]،

---

[1] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۳۰۴، [2] ایضاً، [3] استیعاب ج اول ص ۴۸۰، [4] ابن سعد حوالہ مذکور،

[5] ابن سعد جز ۴ ق اول ص ۱۴۵، [6] استیعاب ج اول ص ۲۹۵، [7] اصابہ ج ۶ ص ۴۷، و ابن سعد حوالہ مذکور،

آنحضرت صلعم ان سے بہت خوش رہا کرتے تھے، اور داد و دہش کی صورت مین اس کا اظہار فرماتے تھے، اسی سلسلہ مین ایک مرتبہ نہایت خوبصورت لونڈی عطا فرمائی تھی[1]،

حضرت عدی بن نضلہؓ

نام و نسب عدی نام، والد کا نام نضلہ تھا، شجرہ نسب یہ ہے، عدی بن نضلہ بن عبد العزی ابن حرثان بن عوف بن عویج بن عدی بن کعب،

اسلام و ہجرت دعوتِ اسلام کے آغاز مین مکہ مین مشرف باسلام ہوئے پھر ہجرت کرکے حبشہ گئے[2]،

وفات وقت آخر ہو چکا تھا، اس لئے مدینہ جانے کی نوبت نہ آئی، اور اسی غربت کدہ مین پیوندِ خاک ہوگئے، مہاجرین مین آپ پہلے شخص ہین جنھون نے ارض حبشہ کو آرام گاہ بنایا[3]،

اولاد حضرت عدی نے وفات کے بعد متعدد اولادین یادگار چھوڑین، چنانچہ صاحبزادون مین نعمان اور نعیم اور صاحبزادیون مین آمنہ تھین، حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت مین نعمان کو بیسان کا عامل بنایا تھا، یہ شاعر آدمی تھے، ایک غزل مین ایک عورت کی تشبیب کرڈالی، حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو انھون نے فوراً معزول کردیا، نعمان نے بہت صفائی پیش کی کہ اس کا مقصد صرف شاعری تھا، ورنہ واقعہ سے اسکو کوئی تعلق نہین لیکن اپنے کوئی عذر معقول نہ سمجھا اور فرمایا، ان اشعار کے بعد تم میرے عامل نہین رہ سکتے[4]،

[1] اصابہ ج ۶ ص ۸۰، [2] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۱۰۳، [3] ایضاً و اصابہ ج ۴ ص ۲۲۳، [4] ابن سعد ج جزو ۴ ق اول ص ۱۰۳،

حضرت یزید بن زمعہ رضؓ

نام ونسب، یزید نام والد کا نام زمعہ تھا نسب نامہ یہ ہے یزید بن زمعہ بن اسود بن مطلب ابن اسد بن عبد العزیٰ قریشی اسدی ماں کا نام قریبہ تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، قریبہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم قریبہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی بہن تھیں یزید کا خاندان زمانۂ جاہلیت سے مشورہ کے عہدۂ جلیل کا حامل چلا آتا تھا اور ظہور اسلام کے وقت یہ اس پر فائز تھے[1]

اسلام وہجرت دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت ثانیہ مین حبشہ گئے[2]

غزوات وشہادت، مدینہ آنے کے بعد برابر آنحضرت صلعم کے ساتھ جہاد مین شریک ہوتے رہے، غزوہ طائف مین آپ کے ساتھ تھے، اتفاق سے میدانِ جنگ مین ان کا گھوڑا بھڑک کر دشمنون کے قلعہ کی طرف بھاگا، انھون نے پکڑ کے شہید کر دیا[3]، کوئی اولاد نہ تھی،

حضرت سکران بن عمرو رضؓ

نام ونسب، سکران نام والد کا نام عمرو تھا نسب نامہ یہ ہے، سکران بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی قریشی عامری، ماں کا نام حُبّی تھا،

---

[1] اصابہ ج ۶ ص ۳۴۰ [2] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۹۰ [3] ایضاً واستیعاب ج ۲ ص ۶۲۶ واقعہ کی تفصیل ابن سعد مین ہے،

نانہالی شجرہ یہ ہے، ہُجی بنت قیس بن ضبیس بن ثعلبہ بن حبان بن غنم بن ملیح بن عمرو خزاعی

اسلام و ہجرت دعوتِ اسلام کے آغاز میں داخل اسلام ہوئے، اور ہجرت ثانیہ میں مع اپنی اہلیہ سودہ کے حبشہ گئے[1]

وفات، موسیٰ بن عقبہ کی روایت کے مطابق حبشہ میں وفات پائی اور ابن اسحاق کی روایت کے رو سے حبشہ گئے مکہ آئے اور مدینہ جانے کی نوبت نہ آسکی یہیں وفات پاگئے[2]، ان کی وفات کے بعد ان کی بیوی سودہ ام المومنین کے زمرہ میں شامل ہوئیں،

حضرت ابوسنان بن محصن

نام و نسب وہب نام ابوسنان کنیت والد کا نام محصن تھا، نسب نامہ یہ ہے، وہب بن محصن بن حرثان بن قیس بن لبہ بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ، وہب مشہور صحابی حضرت عکاشہ بن محصن کے بھائی اور قبیلہ بنو عبد شمس کے حلیف تھے،

اسلام و ہجرت زمانہ اسلام کی صحیح تعین نہیں کیجا سکتی، لیکن اس قدر مسلم ہے کہ اذن ہجرت کے پہلے اسلام لا چکے تھے، اور بدر کے پہلے مدینہ آگئے تھے،

بدر ان کے مدینہ آنے کے بعد ہی بدر کا معرکہ پیش آیا چنانچہ یہ اول اول اسی میں شریک ہوئے، پھر احد اور خندق میں جانبازیاں دکھائیں[3]،

وفات ۵ھ میں بنو قریظہ کی مہم میں نکلے اور دوران محاصرہ میں انتقال کر گئے، اور بنو قریظہ کے قبرستان میں سپرد خاک ہوئے[4]

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۱۵۰، [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۹۹ و ابن سعد حوالہ مذکور،

[3] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۶۵، [4] اصابہ ج ۸ ص ۱۹۲،

بعض ارباب سیر کا بیان ہے کہ ابوسنان صلح حدیبیہ مین موجود تھے، اور بیعت رضوان مین سب سے پہلے انھین نے بیعت کی تھی، لیکن یہ محض التباس ہے غزوہ بنو قریظہ مین انکی وفات مسلم ہے، اور بیعت اس سے ایک سال بعد ۶ھ مین ہوئی بیعت کرنے والے یہ نہین بلکہ ان کے لڑکے سنان بن ابوسنان تھے،

حضرت فراس بن نضرؓ

نام ونسب، فراس نام والد کا نام نضر تھا، نسب نامہ یہ ہے، فراس بن نضر بن حارث ابن علقمہ بن کلدہ بن عبد مناف بن عبدار بن قصی، ماں کا نام زینب تھا، ناناہالی شجرہ یہ ہے زینب بنت نباش بن زرارہ بن اسد بن عمرو بن تمیم تمیمی،

اسلام وہجرت، مکہ مین ابتدا مین مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت ثانیہ مین حبشہ گئے[۱]

شہادت، ان کی مدنی زندگی کے حالات کچھ نہین معلوم، حضرت عمرؓ کے زمانہ مین شام کی لڑائیون مین شریک ہوئے، اور اس سلسلہ کے مشہور معرکہ یرموک مین جام شہادت پیا،

حضرت حاطب بن حارثؓ

نام ونسب، حاطب نام، والد کا نام حارث تھا، نسب نامہ یہ ہے، حاطب بن حارث ابن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح، ماں کا نام قتیلہ تھا، ناناہالی سلسلہ نسب یہ ہے، قتیلہ بنت مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح،

[۱] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۰۹ و ۱۰۰ اصابہ و استیعاب ترجمہ فراس،

اسلام و ہجرت | دعوتِ اسلام کے آغاز مین مشرف باسلام ہوئے اور ہجرت ثانیہ مین مع اہل و عیال حبشہ گئے[1]،

وفات | پیمانہ عمر لبریز ہو چکا تھا، اس لئے مدینہ آنے کی نوبت نہ آئی اور اسی زمین کو آرامگاہ بنایا[2] سنہ ھ مین آپ کے اہل و عیال مدینہ واپس ہوئے، بچون مین محمدؐ اور حارثؓ یادگار تھے[3]۔

حضرت معمرؓ بن حارث

نام و نسب | معمر نام، والد کا نام حارث تھا سلسلہ نسب یہ ہے معمر بن حارث بن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح ان کا نام قتیلہ تھا، حضرت معمر مشہور صحابی حضرت عثمان ابن مظعون کے بھانجے تھے،

اسلام و ہجرت | آنحضرت صلعم کے ارقم کے گھر مین تشریف لانے کے قبل مشرف باسلام ہوئے اور ہجرت کے زمانہ مین مکہ سے مدینہ آگئے، آنحضرت صلعم نے ان مین اور معاذ بن عفراؓ مین مواخاۃ کرا دی[4]،

غزوات | مدینہ آنے کے بعد بدر و احد خندق وغیرہ تمام غزوات مین آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے[5]،

وفات | حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین وفات پائی،

---

[1] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۱۴۷، [2] اصابہ ج اول ص ۳۱۵

[3] ابن سعد حوالہ مذکور، [4] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۲۹۳،

[5] استیعاب ج اول ص ۲۷۰، [6] ایضاً،

حضرت ابورہم اشعریؓ

نام و نسب، مجدی نام، ابورہم کنیت سلسلہ نسب یہ ہے، مجدی بن قیس بن حضار بن حرب ابن عامر بن عنز بن بکر بن عامر بن عذر بن وائل بن ناجیہ بن جماہر بن اشعر، حضرت ابورہمؓ مشہور صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے بھائی تھے[1]

اسلام و ہجرت، اپنے برادر بزرگ کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے، اور انھیں کیساتھ حبشہ گئے، اور حضرت جعفرؓ کے ساتھ مدینہ آئے، یہ جنگ خیبر کا زمانہ تھا، ابورہم اس میں شریک نہ ہو سکے تھے لیکن آنحضرت صلعم نے خیبر کے مال غنیمت میں ان کا حصہ بھی لگایا اور فرمایا، تم لوگ دوہرے مہاجر ہو ایک مکہ سے حبشہ کی ہجرت دوسری حبشہ سے مدینہ کی[2]

مدینہ آنے کے بعد سے ان کے حالات معلوم نہیں ہوتے اس کے بعد دورِ فتن میں نظر آتے ہیں، یہ بہت ہنگامہ پسند تھے، فتنہ کے زمانہ میں بھی بہت نکلتے تھے، اور حضرت ابوموسیٰؓ اُن کو روکتے تھے،

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۴۵

[2] استیعاب ج ۲ ص ۶۴۵،

حضرت ابوبردہؓ

نام ونسب، عامر نام ابوبردہ کنیت، یہ بھی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے بھائی تھے،

اسلام، حضرت ابوموسیٰؓ کے ساتھ اسلام لائے اور انہیں کے ساتھ حبشہ گئے پھر وہاں سے حضرت جعفرؓ کے ساتھ مدینہ آئے[1]

مدینہ آنے کے بعد کے حالات بالکل پوشیدہ ہیں،

حضرت حارث بن خالدؓ

نام ونسب، حارث نام، والد کا نام خالد تھا نسب نامہ یہ ہے حارث بن خالد بن صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ،

اسلام وہجرت، دعوت کے ابتدائی زمانہ میں اسلام لائے اور دوسری ہجرت میں مع اپنی اہلیہ ریطہ کے حبشہ گئے[2]

وفات، حبشہ میں ان کے ہاں اولادیں ہوئیں موسیٰ، عائشہ، زینب اور فاطمہ، حبشہ سے مدینہ کی واپسی میں ایک مقام پر پانی پیا اسمیں سمیت تھی، اس لئے گھر کا گھر صاف ہوگیا البتہ خود بچ گئے، اور راہِ خدا میں پورے گھر کو دفنا کر یکہ وتنہا مدینہ آئے، آنحضرت صلعم نے ان کی دلجمعی کے لئے یزید بن ہاشم کے غلام کی لڑکی سے شادی کر دی[3]

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۹۷، [2] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۹۵، [3] اصابہ ج اول ص ۲۹۰،

حضرت عیاض بن زہیرؓ

نام نسب | عیاض نام ابو سعد کنیت، سلسلہ نسب یہ ہے، عیاض بن زہیر بن ابی شداد ابن ربیعہ بن ہلال بن مالک بن ضبہ بن حارث بن فہر قرشی، ماں کا نام سلمیٰ تھا نانہالی شجرہ یہ ہے، سلمیٰ بنت عامر بن ربیعہ بن ہلال بن مالک بن ضبہ بن حارث[1]

اسلام و ہجرت | زمانہ اسلام کی تعیین نہیں کی جاسکتی ہجرت ثانیہ میں حبشہ گئے، وہان سے مدینہ آئے، اور کلثوم بن ہدم کے یہان اترے[2]

غزوات | بدر و احد اور خندق وغیرہ تمام غزوات میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے[3]

وفات | ۳۰ھ میں وفات پائی[4]

حضرت خبابؓ

نام ونسب | خباب نام ابو یحییٰ کنیت خباب بنو نوفل بن عبد مناف کے حلیف اور مشہور صحابی حضرت عتبہ بن غزوان کے غلام تھے،

---

[1] ارباب سیر میں عیاض بن زہیر اور عیاض بن غنم فاتح جزیرہ کے بارہ میں سخت اختلاف ہے، بعض ان دونوں کو دو شخص بتاتے ہیں، اور عیاض بن غنم کو عیاض بن زہیر کا بھتیجا کہتے ہیں، اور بعض دونوں کو ایک ہی شخص لکھتے ہیں، اور نسبت کی توجیہ یہ کرتے ہیں، کہ عیاض بن زہیر اپنے دادا زہیر کی طرف منسوب ہوگئے، ورنہ دراصل وہ ان کے بیٹے نہیں بلکہ پوتے ہیں اور اصل سلسلہ اس طرح ہے، عیاض بن غنم بن زہیر بہرحال جن لوگوں کے نزدیک یہ دو شخص ہیں انھوں نے ان دونوں کے حالات الگ الگ لکھے ہیں لیکن عیاض بن غنم کا نام مہاجرین کے زمرہ میں کہیں نہیں ملتا اس لئے وہ ہمارے موضوع سے خارج ہیں، [2] ابن سعد جز ۳ ق اول ص ۲۸۰، [3] ایضاً، [4] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۶۴،

اسلام و ہجرت | ان کے اسلام کا زمانہ متعین نہین لیکن قیاس کہتا ہی کہ اپنے آقا حضرت عتبہؓ کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے ہون گے حضرت عتبہؓ قدیم الاسلام تھے انہین کے ساتھ انھون نے ہجرت کی آنحضرت صلعم نے ان مین اور تمیم کے غلام خراش بن صمہ مین مواخاۃ کرادی[1]،

غزوات | مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے بدر عظمیٰ مین شریک ہوئے پھر احد اور خندق وغیرہ مین دادِ شجاعت دی[2]،

وفات | حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت سنہ ۱۹ مین مدینہ مین وفات پائی، وفات کے وقت پچاس سال کی عمر تھی[3]،

حضرت مسعودؓ بن ربیع

نام ونسب | مسعود نام، ابوعمیر کنیت، نسب نامہ یہ ہے مسعود بن ربیع بن عمرو بن سعد ابن عبد العزیٰ،

اسلام و ہجرت | دعوتِ اسلام کے آغاز مین یعنی آنحضرت صلعم کے ارقم کے گھر مین تشریف لانے کے قبل مشرف باسلام ہوئے، پھر ہجرت کے زمانہ مین مکہ سے مدینہ آئے آنحضرت صلعم نے غربت کی اجنبیت دور کرنے کے لئے ان مین اور عبید بن تیہان مین مواخاۃ کرادی[4]،

غزوات | مدینہ آنے کے بعد بدر، احد اور خندق وغیرہ تمام غزوات مین شریک ہوتے رہے[5]،

وفات | سنہ ۳۰ مین وفات پائی، وفات کے وقت ساٹھ سال سے اوپر کی عمر تھی[6]،

---

[1] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۳۸۲، ۳۸۳، [2] ایضاً، [3] استیعاب ج اول ص ۱۵۶،

[4] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۵۷، [5] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۱۱۹، [6] استیعاب ج اول ص ۲۵۱،

حضرت ربیعہ بن اکثم رضی اللہ عنہ

نام و نسب: ربیعہ نام، ابو زید کنیت، نسب نامہ یہ ہے: ربیعہ بن اکثم بن سنجرہ بن عمرو بن بکیر ابن عامر بن غنم بن دو دان بن اسد بن خزیمہ اسدی۔

اسلام و ہجرت: بدر کے قبل مشرف باسلام ہوئے، اسلام کے بعد ہجرت کرکے مدینہ گئے[1]۔

شہادت: مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے بدر عظمیٰ میں شریک ہو کر خلعتِ امتیاز حاصل کیا، پھر اس کے بعد کی تمام مہموں احد، خندق اور حدیبیہ وغیرہ میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے، اور غزوہ خیبر میں حارث یہودی کے ہاتھ سے جام شہادت پیا[2]۔

حضرت عمیر بن رئاب رضی اللہ عنہ

نام و نسب: عمیر نام، والد کا نام رئاب تھا، شجرہ نسب یہ ہے: عمیر بن رئاب بن حذیفہ بن جہشم بن سعد بن سلہم، ماں کا نام ام وائل تھا، نانہالی نسب نامہ یہ ہے: ام وائل بنت معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح۔

اسلام و ہجرت: اذنِ ہجرت کے قبل اسلام لائے اور ہجرت ثانیہ میں حبشہ گئے[3]۔

شہادت: عراق کی مہم میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور عین التمر کے معرکہ میں شہید ہوگئے[4]۔

[1] استیعاب ج اول ص ۱۸۵ [2] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۶۷ [3] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۱۴۱ [4] ج ۲ ص ۳۸۰،

حضرت عمرو بن عثمان رضؓ

نام ونسب | عمرو نام، والد کا نام عثمان تھا، سلسلہ نسب یہ ہے، عمرو بن عثمان بن عمرو ابن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ،

اسلام وہجرت | مکہ میں دعوتِ اسلام کے آغاز میں اسلام لائے، اور ہجرت ثانیہ میں حبشہ گئے،[1]

وفات | حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایران کی فوج کشی میں شریک ہوئے اور اس سلسلہ کے مشہور معرکہ قادسیہ میں شہادت پائی، شہادت کے وقت کوئی اولاد نہ تھی،[2]

حضرت خطاب بن حارث رضؓ

نام ونسب | خطاب نام، والد کا نام حارث تھا، سلسلہ نسب یہ ہے، خطاب بن معمر ابن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح،

اسلام | دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اسلام لائے، اور ہجرت ثانیہ میں مع بال بچوں کے حبشہ گئے،[3]

وفات | حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی،[4]

---

[1] ابن سعد جز ۴ ق اول ص ۲ و [2] اصابہ ج ۵ ص ، [3] ابن سعد جز ۴ ق اول ص

[4] اصابہ ج ۲ ص ۱۰،

حضرت عاقل بن ابی بکیرؓ

نام ونسب، حضرت عاقلؓ چار بھائی تھے، عاقل، ایاس، خالد اور عامر، ان کے والد کا نام ابی بکیر تھا، ان سب کا نسب نامہ یہ ہے، ابناء ابی بکیر بن عبد یالیل بن ناشب ابن غیرہ بن سعد بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کنانی لیثی،

اسلام وہجرت ارقم کے گھر میں تبلیغ اسلام کا آغاز انھیں چارون بھائیون سے ہوا چنانچہ آنحضرت صلعم کے ارقم کے گھر میں تشریف لانے کے بعد سب سے پہلے یہی چارون مشرف باسلام ہوئے، اور سبھون نے مع بال بچون کے ایک ساتھ مدینہ کی ہجرت کی اور گھر کے دروازہ بالکل بند ہو گئے، مدینہ آنے کے بعد سب رفاعہ بن عبد المنذر کے یہان اترے[1] اور آنحضرت صلعم نے ایاس اور حارث بن خزمہ میں، خالد اور زید بن دثنہ میں، عاقل اور مجذر بن زیاد مین، اور عامر اور ثابت بن قیس بن شماس میں مواخاۃ کرادی،

غزوات، مدینہ آنے کے بعد یہ چارون غزوات میں شریک ہوتے رہے، عاقل ان سب میں زیادہ خوش نصیب تھے، انھون نے بدر مین مالک بن زہیر کے ہاتھون حیات جاوید حاصل کی[2] اس کے بعد خالد نے بدر، اور احد کے معرکون میں شریک ہونے کے بعد سریہ رجیع میں سنہ ۳ھ میں جام شہادت پیا[3]، عامر بدر، احد

[1] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۲۸۳، [2] ایضاً، [3] استیعاب ج اول ص ۱۵۶،

اور خندق وغیرہ مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے، اور ۱۳ھ مین مرتدون کی سرکوبی پر مامور ہوئے اور اس سلسلہ کی مشہور جنگ یمامہ مین شہادت حاصل کی[1] سب سے آخر مین ابا بن بدر، احد، خندق، خیبر اور دوسری معرکہ آرائیون مین شریک ہوتے ہوئے[2] ۱۴ھ مین راہی ملک بقا ہوئے[3]

غرض ان آخر الذکر بزرگ کے سوا ۱۳ سال کی مدت مین ۳ بھائی خدا کی راہ مین کام آئے،

حضرت ابوقیس بن حارث

نام ونسب | حضرت ابوقیس سات بھائی تھے، ابوقیس بن حارث[1] عبداللہ[2] بن حارث، سائب[3] بن حارث، حجاج بن حارث[4] تمیم[5] بن حارث، سعید[6] بن حارث، معبد ابن حارث، معبد کے سوا ۶ بھائی مہاجر تھے، عبداللہ، حجاج اور سائب تین بھائی ایک ماں کے بطن سے تھے، بقیہ چار مختلف ماؤن سے تھے، ان سب کا سلسلہ نسب یہ ہے، ابنا حارث بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم[7]

اسلام وہجرت | ابوقیس دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے اور ہجرت ثانیہ مین حبشہ گئے، بقیہ اورون کا زمانہ اسلام متعین نہین کیا جا سکتا، لیکن غالب گمان یہ ہے کہ سب نے قریب ہی قریب زمانہ مین اسلام قبول کیا ہوگا لیکن حبشہ کی ہجرت کا شرف سب نے حاصل کیا[8]

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۶۷۱، [2] استیعاب ج اول ص ۳۸۰، [3] اسد الغابہ ج اول ص ۱۵۳،
[4] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۱۴۳ و ۱۴۴، [5] ایضاً،

غزوات، ابو قیس رضہ احد اور خندق وغیرہ تمام معرکون مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب[1]
سائب بھی غزوات مین نظر آتے ہین، چنانچہ طائف مین شرکت کی تصریح ملتی ہے[2]

شہادت و وفات، یہ چھوڈن بھائی ان خوش نصیب اور پیدا الجنت ہستیون مین[3]
جنھون نے راہِ خدا مین گردنین کٹائین، چنانچہ ابو قیس اور عبد اللہ فتنۂ ارتداد کی
مشہور جنگ یمامہ مین شہید ہوگئے[4]، حجاج اور سعید شام کے سلسلہ کے مشہور معرکہ
یرموک مین کام آئے[5] اور تمیم نے بھی اسی سلسلہ کی جنگ اجنادین مین جامِ شہادت
پیا[6] اور سائب فحل کی جنگ مین شہید ہوئے،[7]

حضرت عبد اللہ الاصغر رضہ

نام و نسب، عبد اللہ نام، والد کا نام شہاب تھا، سلسلہ نسب یہ ہے، عبد اللہ بن شہاب
ابن عبد اللہ بن حارث بن زہرہ بن کلاب، عبد اللہ مشہور صحابی حضرت عبد اللہ بن
مسعود رضہ کے بھانجے اور امام شعبی کے نانا تھے،

ہجرت، دعوتِ اسلام کے ابتدائی ایام مین اسلام قبول کیا، اور اذنِ ہجرت
کے بعد حبشہ گئے،[8]

وفات، پیمانۂ عمر لبریز ہو چکا تھا، اس لئے مدینہ آنے کی نوبت نہ آئی، اور اسی غربتکدہ
مین پیوندِ خاک ہو گئے[9]

---

[1] اصابہ ج ۷ ص ۱۵۰، [2] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۴۲ [3] ایضاً، [4] ایضاً [5] اصابہ ج اول ص ۱۹۲
[6] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۱۴۳، [7] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۹۲ و اصابہ ج ۴ ص ۱۸۵ [8] ایضاً [9] ایضاً

حضرت قیس بن عبد اللہ

نام ونسب: قیس نام، والد کا نام عبد اللہ تھا، نسبی تعلق قبیلہ بنو اسد بن خزیمہ سے تھا، ان کی لڑکی آمنہ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کی دایہ تھین اور یہ خود ان کے پہلے شوہر عبید اللہ ابن جحش کے خدمتگار رہے[1]

اسلام وہجرت: دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، اور اپنے آقا عبید اللہ بن جحش کے ساتھ مع اپنی بیوی برکہ بنت یسار کے حبشہ گئے، عبید اللہ نے یہان آکر مذہب عیسوی قبول کرلیا، لیکن قیس نے اس مین آقا کی پیروی نہ کی، بلکہ اپنے مذہب پر قائم رہے[2]،

حضرت مالک بن زمعہ

نام ونسب: مالک نام، والد کا نام زمعہ تھا، نسب نامہ یہ ہے مالک بن زمعہ بن قیس ابن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی، مالک ام المومنین حضرت سودہؓ کے حقیقی بھائی تھے[3]

اسلام وہجرت: دعوت اسلام کے آغاز مین مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت ثانیہ مین مع اپنی بیوی عمیرہ کے حبشہ گئے[4] وفات کے حالات بالکل نہین معلوم صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ وفات کے بعد آیندہ نسل نہ چلی،

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۲۱ و اصابہ ج ۵ ص ۲۶ [2] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۷۰، [3] ایضاً ص ۱۵۰ [4] ایضاً،

حضرت حاطب بن عمروؓ

نام ونسب، حاطب نام، والد کا نام عمرو تھا، نسب نامہ یہ ہے حاطب بن عمرو بن عبد شمس بن عبدوُدّ بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی، ماں کا نام اسماء تھا۔

اسلام وہجرت، آنحضرت صلعم کے ارقم کے گھر میں تشریف لانے کے قبل مشرف باسلام ہوئے، اسلام کے بعد حبشہ کی ہجرت کی دونوں ہجرتوں کا شرف حاصل کیا[1] پھر وہاں سے مدینہ آئے اور رفاعہ بن عبد المنذر کے مہمان ہوئے[2]،

غزوات، مدینہ آنے کے بعد بدر عظمی میں شریک ہوئے[3]، بدر کے بعد احد میں بھی میدان میں نظر آتے ہیں[4]،

وفات، لیکن اس کے بعد پھر کوئی پتہ نہیں چلتا حتی کہ وفات کا بھی حال نہیں معلوم،

حضرت اربد بن حمیرؓ

نام ونسب، اربد نام ابو مخشی کنیت، نسباً قبیلہ بنو اسد بن خزیمہ سے تھے،

اسلام وہجرت، مکہ میں مشرف باسلام ہوئے پھر ہجرت کرکے حبشہ گئے، وہاں سے ہجرت کے زمانہ میں مدینہ آئے[5]،

غزوات، مدینہ آنے کے بعد بدر عظمی میں شریک ہوئے[6]، بدر کے بعد کے حالات کا پتہ نہیں چلتا[7]،

---

[1] استیعاب ج اول ص ۱۳۳، [2] ابن سعد جزو ۳ ق اول ص ۲۹۰،

[3] اصابہ ج اول ص ۳۱۵، [4] ابن سعد حوالہ مذکور،

[5] اسد الغابہ ج اول ص ۵۸ [6] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۶۸،

حضرت جہم بن قیسؓ

نام ونسب، جہم نام، ابوخزیمہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، جہم بن قیس بن عبد اللہ بن شرحبیل ابن ہاشم بن عبد مناف بن عبد دار بن قصی، ماں کا نام رہیمہ تھا[1]

اسلام وہجرت دعوتِ اسلام کے آغاز میں مشرف باسلام ہوئے، اور ہجرت ثانیہ میں مع بیوی بچوں کے حبشہ گئے، یہیں ان کی بیوی حرملہ نے وفات پائی[2] ان کی وفات کے حالات نہیں معلوم،

حضرت ہاشم بن ابوحذیفہؓ

نام ونسب ہاشم نام، والد کا نام ابوحذیفہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، ہاشم بن ابوحذیفہ ابن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم مخزومی،

ہجرت حضرت ہاشمؓ قدیم الاسلام تھے، ہجرت ثانیہ میں حبشہ گئے،[3]

وفات وفات کے متعلق صرف اس قدر معلوم ہے، کہ اس وقت کوئی اولاد نہ تھی،

تمت

[1] ابن سعد و اسد الغابہ ترجمہ جہم، [2] ایضاً، [3] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۹۹،

تصحیح

عمرو بن العاص کے حالات مین ص ۱۵ پر "حق پسندی" کی سرخی
ماتحت جو واقعہ لکھا گیا ہے وہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے بجائے غلطی سے
عمرو بن العاص کی طرف منسوب ہو گیا ہے، اور حضرت ابو قیس بن حارث کے حا
ص ۳۲۶ و ۳۵۹ پر دو جگہ لکھے گئے ہین، ناظرین تصحیح کر لین،